فقیہٌ واحدٌ اشدّ علی الشیطان من الف عابدٍ

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے

(ترمذی، ابن ماجہ)

سیرتِ صدر الشریعہ

از قلم حقیقت رقم

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری ایم اے

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مصنف بہارِ شریعت
حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی تحقیقی، علمی، مستند اور جامع سوانح

بعنوان

سیرت صدر الشریعہ

از قلم حقیقت رقم
حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری
ایم اے

مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاھور، پاکستان

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

وعلیٰ الك واصحابك یا حبیب اللہ

نام کتاب ——— سیرت صدر الشریعہ

نام مؤلف ——— حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

ایم اے ڈپلومہ عربی زبان وادب

پروف ریڈنگ ——— قاری غلام فرید قادری

محمد قاسم احمد اویس

تعداد ——— 1106

سن اشاعت ——— جمادی الاخریٰ 1423ھ

بمطابق اکتوبر 2002ء

ہدیہ ——— 99 روپے

ناشر ——— مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور۔ پاکستان

ملنے کا پتہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دربار مارکیٹ مستا ہوٹل لاہور

Voice 7247301 Email: ajmalattari20@hotmail.com

فہرست مضامین

باب نمبر 1: ابتدائی حالات وواقعات

باب 2: حج و زیارت

باب 3: اخلاق و عادات

باب 4: تصنیفات

باب 5: نمونہ تحریر و فتاویٰ

باب 6: مکتوبات

باب 7: اساتذہ

باب 8: تلامذہ

باب 9: خلفاء و مریدین

باب 10: اولاد امجاد

باب 11: وصال پر ملال

باب 12: کرامات

باب 13: نذرانہ اھلِ دانش و مناقب

انتساب

بحضور

سید العرفاء، سند الاتقیاء

زبدۃ الاولیاء، استاذ العلماء

مخدومِ اہلِ سنت، نائبِ اعلیٰ حضرت

رہبرِ شریعت و طریقت

منبعِ علم و فضل، محدثِ اعظم پاکستان

مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب

قادری، چشتی قدس اللہ سرہ و نور اللہ مرقدہ

بتوسط

پیر طریقت، رہبر شریعت

حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

فیض یافتۂ امیر ملت

نائبِ محدثِ اعظم پاکستان

سیدی و سندی و مرشدی حضرت علامہ

مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب

قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محتاجِ کرم:

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

عفی عنہ
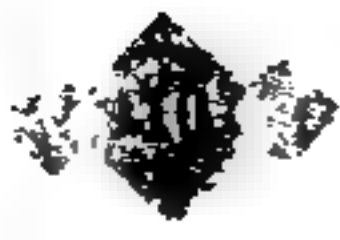
اظہارِ تشکر

مندرجہ ذیل محسنین و محبین نے مواد کی فراہمی سے لے کر کتاب کی تدوین و ترتیب تک بہت تعاون فرمایا۔ راقم ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ مولائے کریم سب کو اپنی بے کراں نعمتوں سے نوازے۔ آمین

1۔ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

2۔ مولانا مبارک حسین مصباحی، ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا

3۔ حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی سرپرست مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی، کراچی

4۔ پروفیسر طارق محمود چوہدری پنجاب یونیورسٹی لاہور،

5۔ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

6۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

7۔ قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی ابن مفتی غلام جان ہزاروی لاہور۔

8۔ ملک محبوب الرسول قادری، ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

9۔ مولانا محمد شکیل اعظمی قریشی، شفیعی، بمبئی، انڈیا۔

10۔ جناب عبد القیوم طارق سلطان پوری، حسن ابدال

11۔ مولانا حماد رضا نوری، دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

12۔ جناب محمد صحبت خان کوہاٹی، مدیر ماہنامہ کاروانِ قمر، کراچی

13۔ مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمٰن قادری، خطیب جامع مسجد فاروقِ اعظم، لاہور

14۔ ملک محمد سعید مجاہد آبادی نگران ادارہ مظہرِ اسلام، لاہور

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی غفرلہ

تقریظ

مجاہدِ ملّت پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، نمونۂ اسلاف، عالمِ باعمل،

حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان

''مولیٰ تعالیٰ کا بیحد و بیشمار شکر ہے کہ اس نے عزیز ابن عزیز مولانا عطاء الرحمان سلمہ الرحمٰن کو اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلۂ جلیلہ سے ''صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات'' تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس میں کامیابی نصیب کی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی عمر و صحت، علم و عمل اور تقریر و تحریر میں مزید برکت عطا فرمائے۔ اور انہیں مزید علمی و تحقیقی و مسلکی خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔ اور ان کے لیے اور ان کے والد صاحب مرحوم عزیزم رشید احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

جہاں تک آقائے نعمت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب کے استاذ محترم صدر الشریعت محسن اہل سنت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت کا تعلق ہے ان کی عظمت کا اندازہ ان کی زندۂ و جاوید ''بہارِ شریعت'' ''سیرتِ صدر الشریعت'' اور ان کے شاگرد علماء اعلام کی جلالت شان سے لگایا جاسکتا ہے۔

ابوداؤد محمد صادق

(خطیب زینۃ المساجد دارالسلام گوجرانوالہ)
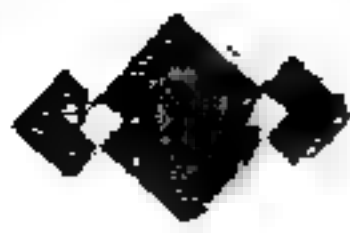
شہزادہ صدر الشریعہ، اُستاذ القراء مولانا

حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی

خطیب نیو میمن مسجد کراچی

عزیز از جان فاضل نوجوان مولانا عطاء الرحمان صاحب نے حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی و تعلیمی خدمات کے عنوان پر پنجاب یونیورسٹی شعبہ ایجوکیشن میں مقالہ پیش کیا ہے اور امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے مقالۂ صدر الشریعہ پر امتیازی کامیابی حاصل کرنا مولانا عطاء الرحمان صاحب کا زرین کارنامہ ہے۔

اس مقالہ پر اضافہ کے ساتھ صدر الشریعہ کی سوانح حیات پر ایک تفصیلی کتاب مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور نے شائع کی ہے۔ فاضل جلیل مولانا عطاء الرحمان صاحب اور ناظم مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور کا میں شکر گزار ہوں کہ مولیٰ کریم صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ پر مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دعا گو

رضاء المصطفیٰ اعظمی بن صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ

نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ کراچی-2
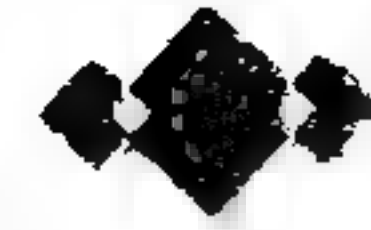
محسنِ اہلِ سنت، صاحب تصانیفِ کثیرہ، استاذ العلماء

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ علماء ہند میں وہ مقدس اور فیاض شخصیت ہیں جنہوں نے ملت اسلامیہ کو بہار شریعت ایسا عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا عنایت فرمایا' فقہ حنفی میں اتنی عظیم وجلیل تصنیف راقم کی نظر سے نہیں گزری' شرح معانی الآ ثار عربی حاشیہ آپ کی نادر یادگار ہے۔ فتاویٰ امجدیہ چار جلدوں میں اپنی مثال آپ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن پاک کا بے مثل اردو ترجمہ ''کنز الایمان'' بھی آپ ہی کی دین ہے' آپ ہی کے تقاضے پر امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز دوپہر کے آرام کے وقت اور رات کو لالٹین کی روشنی میں لکھواتے تھے اور صدر الشریعہ لکھتے جاتے تھے۔

حضرت کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی کہ ان میں سے ہر ایک صحیح معنوں میں صدر الشریعہ کا جانشین تھا' مثلاً پاکستان میں محدث اعظم محمد سردار احمد چشتی قادری اور ہندوستان میں حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی مجوزہ اسلامی یونیورسٹی مبارکپور جن کے شاگرد صرف پاک وہند میں نہیں بلکہ دیگر ممالک میں اسلام اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پھیلا رہے ہیں۔

ضرورت تھی کہ عامۃ المسلمین اور خاص طور پر علماء کے اس محسن پر یونیورسٹی میں مقالہ لکھا جاتا اور علمی دنیا کو اس فرد فرید سے متعارف کرایا جاتا' اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے عزیز القدر فاضل نوجوان مولانا عطاء الرحمان حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن میں ''صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات'' کے عنوان پر ایم۔اے کا مقالہ تحریر کیا اور تحقیق اور مقالہ نویسی کا حق ادا کر دیا اور سو میں سے اسی نمبر حاصل کر کے ممتاز پوزیشن میں کامیابی حاصل کی۔ فالحمد للہ علی ذالک

مبارک صد ہزار مبارک

مکتبہ اعلیٰ حضرت اس مقالے کو چند اضافوں کے ساتھ ''سیرت صدر الشریعہ'' کے نام سے شائع کر رہا ہے' مولائے کریم ان سب حضرات کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

زندہ قومیں اپنے اکابر کی یادوں کو مشعل راہ بنا کر ترقی اور کامرانی کے زینے طے کرتی ہیں' شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تابماند نام نیکت برقرار

9 ربیع الاوّل 1423ھ
22 مئی 2002ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور۔ پاکستان

تقریظ

صاحبزادہ والا مرتبت پروردۂ آغوشِ ولایت

قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی

خطیب جامع مسجد شاہ عنایت اندرون بھاٹی گیٹ لاہور

حضرت صدر الشریعہ ابو العلی حکیم محمد امجد علی الاعظمی القادری الرضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ عظیم متبحر و محقق عالم دین تھے جن پر ملت اسلامیہ بجا طور پر فخر کرتی رہے گی۔ یوں تو آپ کو تمام علوم پر عبور حاصل تھا مگر فقہی بصیرت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔

اکابر علمائے کرام آپ کی خداداد ذہانت و فقاہت کے قائل و معترف تھے۔ حیدر آباد دکن کے امور مذہبیہ کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمان شروانی فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی ان چار پانچ مدرسین میں سے ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔ مدرسہ اہل سنت و جماعت مرکزی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک قابل جوہر کی تلاش تھی، محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتخاب پر آپ کو بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دینے کا زرّیں موقع میسر آیا۔

تدریس کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کی توجہ خاص سے آپ نے بہت سے علمی و روحانی درجات طے کیے۔ امام احمد رضا کی نظر کیمیا اثر نے انہیں مقبول اور الطافِ خاص کا مورد بنا دیا امام احمد رضا آپ کی فقہی مہارت کے مداح تھے۔ "صدر الشریعہ" کا خطاب بھی آپ ہی کی بارگاہ کا عظیم عطیہ ہے۔

ضرورت بلکہ اشد ضرورت تھی کہ ایسے عظیم سکالر و فقہی ماہر نابغہ عصر کی خدماتِ جلیلہ سے نئی

روشنی کی نئی پود کو روشناس کرایا جاتا۔ اللہ کے لیے حمد ہے کہ اس نے عزیز گرامی حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری کو یہ عزت بخشی کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن میں ''صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات'' کے عنوان پر ایم۔ اے کا مقالہ سپردِ قلم کیا اور ممتاز درجہ میں کامیابی حاصل کی۔ یقیناً عزیز گرامی کا یہ کارنامہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

یہ جان کر خوشیوں میں ڈھیروں اضافہ ہوا کہ ''مکتبہ اعلیٰ حضرت'' اس مقالہ کو خلفاء و تلامذہ کے حالات کے اضافے کے ساتھ ''سیرتِ صدر الشریعہ'' کے عنوان سے عوام کے استفادے کے لیے منظر عام پر لا رہا ہے۔ اچھی کاوش ہے' اچھی محنت ہے۔ **فجزاھما اللہ احسن الجزاء بحرمۃ نبیہ المجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی واصحابہ اجمعین.**

محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی ابن مفتی محمد غلام جان قادری رضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

مسجد حنفیہ رضویہ اندرون ٹکسالی گیٹ' لاہور

جمعرات 21 جمادی الاولیٰ 1423ھ

یکم اگست 2002ء

تقدیم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلام میں ''تفقہ فی الدین'' کو بڑا مقام حاصل ہے۔ اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔ اور اس کی اہمیت پر قرآن کریم نے پوری روشنی ڈالی ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (سورۃ توبہ: 9:122)

''اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں (برائیوں سے)''

اس آیہ کریمہ سے پتہ چلا کہ فقہ (علمِ احکامِ دین) افضل ترین علوم میں سے ہے۔ اور یہ کہ ''تفقہ فی الدین'' کا حصول اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے۔

دینی بصیرت اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف کے مضمون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

من یرد اللہ خیرا یفقہ فی الدین

(بخاری شریف کتاب العلم حدیث نمبر 60 ج 1 ص 16 مطبوعہ دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے بہتری چاہتا ہے اسے فقیہ بنا دیتا ہے۔

فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکی وفہیم ہو علوم اسلامیہ قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھتا ہو اور اپنے زمانے کے علوم، لوگوں کے مزاج وعادات، رسم ورواج اور تہذیب وتمدن سے پوری طرح باخبر ہو۔

دور خلفائے راشدین کے بعد ''مملکت اسلامی کی وسیع تر ہوتی سرحدوں، ماوراء النہر، ایشیاء، یورپ اور افریقہ، نئی نئی قوموں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بدلتے ہوئے حالات و

زمانہ کے اعتبار سے نت نئے مسائل ابھر کر سامنے آئے جس کے سبب قرآن وحدیث کے علاوہ (جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں فقہی مسائل کی تشریح وتوضیح کے اصل مآخذ تھے) اجماع اور قیاس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اور یہ عمل بھی قرآن وسنت کی ترغیب پر اس دور کے فقیہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین حضرات نے اختیار کیا تاکہ اپنے دور کے مسلمانوں کو پیش آمدہ جدید مسائل ومعاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں صحیح رہنمائی کی جاسکے اور حالات ومسائل کی آڑ میں اس دور کے اسلام دشمن عقائد وخیالات کی یورش سے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے اور تہذیب وتمدن کی حفاظت کی جاسکے۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں فقہ اسلامی نے ایک منظم و منضبط ''عمدۃ العلم'' یعنی (Faculty of Knowledge) کی صورت اختیار کرلی۔ لہٰذا اس عہد میں مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' کوفہ' بصرہ' شام' مصر ویمن وغیرہ کئی مقامات پر فقہی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے۔ تاریخ اسلام کی جلیل القدر شخصیات نے اسلامی فقہ کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا۔ اور اس طرح مختلف فقہی مکاتب فکر سامنے آئے۔ لیکن ان میں صرف چار بزرگوں کے مذہب کو فروغ اور قبول عام نصیب ہوا۔ جن میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (متوفی 150ھ)' امام مالک بن انس (متوفی 179ھ)' امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی 204ھ)' اور امام احمد بن حنبل (متوفی 241ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ عالم اسلام میں ان چاروں اماموں کے مذہب کو رواج ملا' لیکن ان میں سب سے زیادہ فروغ فقہ حنفی (امام ابوحنیفہ کے مذہب) کو نصیب ہوا۔ آج عراق' جارڈن' ترکی' آذربائیجان' ماوراء النہر کے علاقہ کے قرب وجوار کی تمام نوآزاد مسلم روسی ریاستیں' افغانستان' پاک وہند' اور بنگلہ دیش میں 95 فیصد مسلم آبادی فقہ حنفی کی ماننے والی ہے' برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں ہر دور میں فقہ حنفی کے جلیل القدر امام اور فقیہ گذرے ہیں۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی' محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی' بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' شاہ عبدالعزیز دہلوی' علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہم اللہ علیہم۔ لیکن برطانوی دور کے آخری عہد یعنی انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل (ربع) میں امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ جیسی عبقری وقت' فقیہ یگانہ اور ہمہ جہت شخصیت اپنے تجدیدی کارناموں'

دینی، علمی، فقہی اور تصنیفی خدمات کی بناء پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ ان کے ہم عصر علمائے عرب و عجم و حرمین شریفین نے ان کے انہی کارناموں کی بناء پر انہیں فرید الدہر، فقیہِ اعظمِ زمانہ، یگانہ روزگار، امام العصر اور اس صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔ یوں تو تجدید و احیائے دین کا کارنامہ ان کی ایک ہزار سے زائد تصانیف کی سطر سطر سے عیاں ہے اور انہوں نے علوم اسلامی، اور فقہ و حدیث کے علاوہ متعدد علوم و فنون اور علوم عقلیہ نقلیہ قدیمہ اور جدیدہ بشمول جدید فلسفہ اور سائنسی نظریات پر اپنے قلم کی جولانی اور دسترس اور کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن فتویٰ نویسی، تجدید و احیائے دین، اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا۔ ان کی ایک ہزار تصانیف کا تقریباً ثلث حصہ (300 کتابیں) ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عادل ہیں۔ ان کی اس حیثیت کے حوالے سے متعدد ملکی اور عالمی جامعات میں مثلاً پٹنہ یونیورسٹی (انڈیا) اور جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) میں تھیسس لکھی جا چکی ہیں اور مزید عنوانات پر تحقیقی کام جاری ہے۔ ان کو صرف فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ فقہ اربعہ پر بھی کمال دسترس حاصل تھا۔ چنانچہ انہوں نے اربعہ مذاہب کی بنیاد پر بعض کتب تصنیف کی ہیں اور فتوے بھی جاری کیے ہیں۔ مسلک و مذہب کے اعتبار سے ان سے اختلاف رکھنے والے ان کے ہم عصر علماء نے بھی ان کو وقت کا یگانہ روزگار فقیہ تسلیم کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا سب سے بڑا علمی اور فقہی کارنامہ ان کا مجموعہ فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' ہے جو مسودات کے اعتبار سے 12 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کی زیادہ تر جلدیں جہازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب مدظلہ کی سربراہی میں ''رضا فاؤنڈیشن'' لاہور نے جدید تخریجات اور حواشی و تراجم کے ساتھ اب تک بیس (20) جلدیں شائع کی ہیں۔ اور مزید 7/6 جلدیں متوقع ہیں۔

''عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی'' تمام عمر فقہ حنفی پر نہ صرف عمل پیرا رہے اور اس پر فتویٰ دیتے رہے بلکہ بلاد ہند میں فقہ حنفی کے فروغ اور ترویج و اشاعت میں بڑے پرجوش طریقہ پر مشغول رہے اور اپنے تلامذہ، مریدین اور متوسلین اور احباب کو بھی اس کی ترغیب و تشویق دیتے رہے۔ امام احمد رضا کی فقہ حنفی کی خدمات پر علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی نے ''عالمی امام ابوحنیفہ کانفرنس'' منعقدہ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (زیر اہتمام ادارۂ تحقیقات اسلامی 1996ء) میں ایک پر مغز مقالہ عربی میں تحریر کیا ہے جو مطالعہ کیا

جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا صرف ایک فقیہ اور محدث ہی نہیں تھے بلکہ ایک زیرک اور فہیم استاد بھی تھے انہوں نے اپنے شاگردوں، مریدوں اور خلفاء کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت سازی بھی کی اور شخصیت کی تعمیر کی تربیت بھی دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس آفتاب علم سے کسب نور کے لیے نورِ علم کے متلاشی طلباء اور علماء کا ایک عظیم مجمع مثل ستاروں کے حلقہ باندھے جمع ہو گیا۔ امام احمد رضا کی تعلیم و تربیت نے ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا فرمادی کہ بقول ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علم کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا اور اپنی روشنی سے سینکڑوں ہزاروں کو منور کیا۔

امام احمد رضا کے ایسے ہی صحبت یافتہ اور ان کی مجلس علمی کے ایک خوشہ چیں شخصیت حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تھے وہ اس آفتاب علم کے آسمان کے ایک ایسے تابندہ ستارے ہیں کہ جس کی تابانی سے آج پورا برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش روشن و منور ہے۔ مولانا امجد علی اعظمی نے اگرچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے باقاعدہ اور باضابطہ تعلیم تو نہیں حاصل کی لیکن آپ نے رضوی دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کی تربیت ضرورت حاصل کی اور اس قربت سے انہوں نے امام احمد رضا سے وہ کچھ سیکھا کہ "تفقہ فی الدین" میں ان کی نیابت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے اور بارگاہِ رضوی سے آپ کو صدر الشریعہ اور بدر الطریقہ کے عظیم خطابات نوازے گئے۔ یہ خطاب ان کا پورے برصغیر میں اس قدر مشہور ہوا کہ اپنے اصل نام کی بجائے وہ اسی خطاب سے پہچانے جانے لگے۔ آج اگر کوئی صدر الشریعہ کہتا ہے تو فوراً معاً ذہن میں مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت آتی ہے۔

مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب ابن مولانا حکیم جمال الدین صاحب 1882ء میں ضلع اعظم گڑھ، قصبہ گھوسی میں پیدا ہوئے۔ علوم اسلامی کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنے برادرِ اکبر مولانا محمد صدیق اور پھر مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری (متوفی 1326ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی 1916ء) کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ طب آپ نے اپنے والد ماجد اور پھر ان ہی کی رہنمائی پر بعد میں لکھنؤ کے مشہور و معروف حکیم، حکیم عبدالولی (محلہ جھوائی ٹولہ) سے پڑھی۔ دونوں علوم کی تکمیل کرنے کے بعد آپ نے کچھ سال بطور طبیب مطب کیا۔

مولانا امجد علی اعظمی صاحب کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے ملاقات کا ذریعہ حضرت مولانا
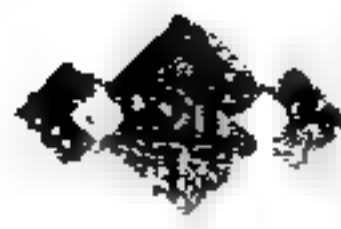
محدث سورتی علیہ الرحمۃ بنے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت محدث سورتی سے دارالعلوم منظر اسلام کے لیے ایک مدرس کی خدمات چاہی تو محدث صاحب نے حضرت مولانا امجد علی اعظمی صاحب کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں یہ کہہ کر بھیجا کہ آپ کی خدمات کی منظر اسلام کو ضرورت ہے اور آپ کو بھی تربیت افتاء کے لیے امام احمد رضا جیسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ وہاں آپ کا جانا ضروری ہے کیونکہ آپ وہاں علمی اور روحانی دونوں اعتبار سے سیراب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منظر اسلام کی تدریس اور رضوی دارالافتاء کی خدمت فتاویٰ نویسی نے اعلیٰ حضرت کا ان کو وہ قرب عطا کیا جو بلاشبہ ان کے کسی تلمیذ اور خلیفہ کو نہ حاصل ہو سکا۔ پھر ایک مقام قرب یہ بھی آیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے چاروں سلاسل میں بیعت کی اجازت دی اور خرقہ خلافت سے بھی نوازا۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بلند علمی مقام اور تفقہ فی الدین میں کمال کا اندازہ اسی ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے آپ کو ''سلطنتِ اسلامیانِ ھند'' کا ''مفتی اعظم'' اور ''قاضی القضاۃ'' قرار دیا اور ان کا یہ فرمانا کہ میرے بعد فقہی مسائل میں مسلمان مولانا مفتی امجد علی صاحب سے رجوع کریں صدر الشریعہ کے لیے بارگاہِ رضویت کا ایک بہت بڑا خراج تحسین ہے۔

صدر الشریعہ کی حیات کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذرا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے علاوہ انہوں نے دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ اور پھر اواخر عمر میں بنارس کے ایک دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

یوں تو آپکو تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی لیکن فقہ سے آپ کو خاص شغف تھا جس کے سبب آپ کے جوہر اس فن میں ابھر کر سامنے آئے صدر الشریعہ کی تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف اعلیٰ حضرت اور ان کے صاحبزادگان کے علاوہ اس وقت کی برصغیر کی بعض اہم علمی شخصیات نے بھی کیا۔ مثلاً مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کا یہ اعتراف بہت اہم ہے کہ:

''مولانا امجد علی اعظمی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں سے ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں''۔

ان کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت و تجربہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ 1946ء میں جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب تعلیم کی کمیٹی کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں پورے غیر منقسم ہند

سے جن چھ تجربہ کار مدرسین کا نام شامل تھا ان میں ایک نام مولانا امجد علی اعظمی صاحب کا بھی تھا۔ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کا نصاب ان ہی چھ حضرات کا مرہون منت ہے۔ اور یہ نصاب ایک کامیاب ترین نصاب قرار دیا گیا۔ صدر الشریعہ کی پوری زندگی درس وتدریس میں گذری اس لیے آپ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکے۔ آپ کی تصانیف میں درج ذیل زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

1. بہار شریعت (17 حصے)

2. فتاویٰ امجدیہ (چار جلدیں)

لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی کتاب بہار شریعت کو اس دور کے دوسرے اہم مصنفین کی مسائل فقہ کی کتب پر فوقیت حاصل ہے۔

ہمہ وقت تدریسی خدمات میں مشغول رہنے کے باوجود صدر الشریعہ نے اہل سنت کے شعبہ نشر واشاعت میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ جس میں مطبع اہل سنت بریلی سے اعلیٰ حضرت اور دیگر اہل سنت کے علماء کی تصانیف کی اشاعت' جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علمیہ کی صدارت اور اس پلیٹ فارم سے مخالفین اہل سنت کے مضامین' پمفلٹ اور اشتہارات کے جواب کی اشاعت اور ملک بھر میں ان کی تقسیم۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ رشد وہدایت اور طریقت کے سلسلہ کو بھی چلانا اور آگے بڑھانا۔

اس کے علاوہ آپ نے ملکی سیاسیات میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت تحریک ترک موالات کے مضمرات کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے موقف کی بھرپور تائید کی اور کانگریس اور گاندھی کے خلاف عملی جدوجہد کی۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ ابوالکلام آزاد اور کانگریس نواز علماء دیوبند کیخلاف آپ ہی نے ستر سوالات ترتیب دے کر مشتہر کیے تھے۔ غرض کہ آپ بقول اعلیٰ حضرت کام کی مشین تھے آپ کا عظیم کارنامہ بلکہ اہل سنت پر ایک عظیم احسان امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کروانا ہے۔ جو اعلیٰ حضرت نے آپ کے ہی ایما پر فی البدیہہ کیا اور مولانا امجد علی کو املا کروایا۔

غرض کہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی قادری رضوی کی حیثیت اپنے دور کے ایک نابغہ عصر کی ہے جو اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ کی حیات' علمی' تصنیفی اور سیاسی کارناموں پر
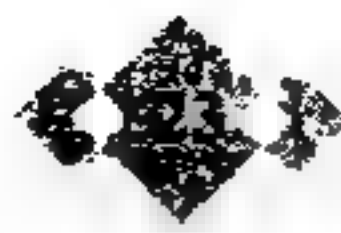
جامع تحقیقی مقالات لکھے جائیں اور آپکی ایک مکمل سوانح حیات مرتب کی جائے۔لیکن یہ اہل سنت کی تساہلی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی زندگی میں یا ان کی وفات کے فوراً بعد ان کے حالات زندگی، علمی اور ملی خدمات کے حوالے سے مواد جمع کر کے ایک جدید نظم وضبط کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور جب ایسی شخصیات کے وصال کو 10/20 یا 30 سال کا عرصہ گذر جاتا ہے تو ان کے بہت سے کارنامے اور حالات یا تو پردۂ اخفا میں چلے جاتے ہیں یا پھر ان کے مخالفین کی معاصرانہ چشمک کی نظر ہو کر ان کے خلاف غلط اور بے شعور پروپیگنڈے کے طور پر سامنے آتے ہیں جو اہل سنت کے اہل قلم کو دفاعی پوزیشن میں کھڑا کر دیتے ہیں جس کے بعد ان کی سوانح حیات مرتب کرنے کا کام مزید ملتوی ہو جاتا ہے۔

فاضل نوجوان مصنف عزیزی عطاء الرحمٰن قادری (ایم۔اے پنجاب یونیورسٹی لاہور) قابلِ مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایم۔اے کے مقالے کے لیے کہ ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جس کی پوری زندگی علوم اسلامی کی خدمت گزاری میں گذری۔جن کا طرز حیات نہایت سادہ، درویشانہ اور علم پرور تھا۔جن کے طریقہ تدریس کو دیکھ کر زمن وسطیٰ کے اساتذہ فن کی یاد تازہ ہوتی ہے۔اور جن کے اسلوب تحریر کو دیکھ کر غزالی اور رازی کی یاد آتی ہے۔فاضل مصنف نے اہل سنت کے علماء اہل قلم اور صدر الشریعہ کی صوری اور معنوی اولاد کی طرف سے ایک عظیم فرض ادا کیا ہے۔

فجزاه الله احسن الجزاء۔

اس مقالے کی اہمیت اس اعتبار سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ یہ یونیورسٹی کی سطح پر مفتی امجد علی اعظمی صاحب کی شخصیت پر پہلا تحقیقی مقالہ ہے جو جدید علوم کے تربیت یافتہ طلباء و اساتذہ اسکالرز اور قارئین کے لیے ترغیب وتشویق کا باعث ہوگا۔

مقالہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے اس کی تیاری میں بڑی محنت اور لگن سے کام کیا ہے۔انہوں نے تقریباً 63 مراجع (کتب و رسائل) سے رجوع کیا ہے۔ اسلوب تحریر سادہ اور محققانہ ہے اور ترتیب و پیش کش اور طرز استدلال سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصنف ایک اچھے خطیب بھی ہیں جو اپنی بات منوا سکتے ہیں۔جب راقم کو ناشر (مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور) مولانا محمد اجمل عطاری قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیر نظر مقالہ مصنف کا ''نقش اول'' یعنی پہلی تحقیقی اور تصنیفی کاوش ہے تو حیرت ہوئی۔اس لیے کہ راقم کو ان کی تحریر میں قلم
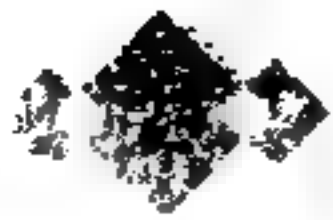
کی پختگی اور افکار کی بلندی کی جھلکیاں نظر آئیں۔

یہ مقالہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی حیات اور علمی کارناموں پر ایک مبسوط مقالہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو اس موضوع پر کام کرنے والے مستقبل کے محققین کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آئندہ لکھنے والوں کے لیے یقیناً اس میں مواد و مآخذ کا ایک ذخیرہ ہے۔ ان کی یہ کتاب علمائے اہل سنت کی سوانح نگاری میں نہ صرف ایک اضافہ ہے'' بلکہ اس سے دوسرے نوجوان محققین اور اہل قلم کو تشویق و ترغیب بھی ملے گی۔

راقم مصنف کو یہ اہم مقالہ تحریر کرنے پر اپنی جانب سے اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام اراکین کی جانب سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور زورِ قلم میں اضافہ فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر مولانا محمد اجمل عطاری قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کو بھی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اور ان کا یہ عمل دیگر ناشرین اہل سنت کے لیے ایک دعوت فکر بھی ہے اور دعوت عمل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مسائی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

معاشران گرہ از زلف یار باز کید
شبی خوش است بایں قصہ اش دراز کید

احقر خادم العلماء
سید وجاہت رسول قادری

29-05-2002
16 ربیع النور 1423ھ

حرفِ آغاز

برصغیر میں مسلمانوں سے حکومت چھن جانے کے بعد آہستہ آہستہ ان کے علمی و فکری اداروں میں زوال آتا چلا گیا۔ انگریزوں نے اپنا قبضہ مزید مستحکم بنانے کے لئے مسلمانوں کے قدیم نظام تعلیم کے بالکل برعکس ایک نیا مغربی انداز کا نظام تعلیم رائج کیا۔ مزید ستم یہ ہوا کہ ملازمتیں صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دی گئیں جو مغربی تعلیم یافتہ ہوں۔ نتیجۃً رفتہ رفتہ مسلمانوں نے اپنی معاشی بہتری کے لئے قدیم اداروں کو چھوڑ کر مغربی تعلیمی اداروں کی طرف رخ کیا۔ ان حالات میں خطرہ یہ تھا کہ کہیں قرآن و حدیث، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصولِ فقہ جیسے گراں قدر اسلامی علوم کا قابل رشک اثاثہ ضائع نہ ہو جائے۔ پیش آمدہ خطرے کو بھانپتے ہوئے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم کی حفاظت کا پرچم بلند کیا۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی بے مثل محدث، عظیم فقیہ، کہنہ مشق مدرس، بالغ نظر مفتی، بہترین مصنف، بافیض شیخ طریقت، خلیفہ اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ پائے کے خطیب تھے چاہتے تو دین کی خدمت کے لئے تدریس کی بجائے کوئی اور میدان منتخب کر لیتے لیکن اس شعبے میں قحط الرجال کو دیکھتے ہوئے آپ نے یہ عظیم قربانی دی کہ خود کو دینی علوم کی تدریس کے لئے ہمہ تن وقف کر دیا۔ آپ کا مقصدِ زندگی صرف عالم تیار کرنا نہیں بلکہ عالم گر مدرسین تیار کرنا تھا۔ اس تناظر میں جب آپ کی مبارک زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور آپ کی حیات طیبہ کے نورانی شب و روز کو دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے میں کامیاب رہے۔ دبستانِ امجدی سے فیض یافتہ سینکڑوں تلامذہ سے قطع نظر اگر صرف محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حافظِ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری علیہم الرحمۃ ہی کو دیکھا جائے تو اس حقیقت پر حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے اول الذکر نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد قائم کر کے اور موخر الذکر نے عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی بنیاد رکھ کے مدرسین کی قطاریں لگا دیں اور یوں فیضانِ قرآن و سنت دنیا کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں عام کر دیا۔

حضرت صدرالشریعہ کی دینی وملی، تدریسی و تصنیفی خدمات کا بجا طور پر یہ تقاضہ تھا کہ عوام الناس کو عموماً اور یونیورسٹی کی علمی دنیا کو خصوصاً ان سے آگاہ و متعارف کروایا جائے۔ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے علمائے اہل سنت نے راقم السطور کو حضرت صدرالشریعہ کی تعلیمی خدمات کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی میں تحقیقی مقالہ تحریر کرنے کا حکم دیا بفضلہٖ تعالیٰ راقم السطور نے موضوع کی منظوری اور مواد کے حصول سے لے کر مقالہ کی تکمیل تک کا سارا کام قلیل عرصے میں مکمل کر لیا پھر باوجود کاوٹوں کے سو میں سے اسی نمبر لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ یہ حضرت صدرالشریعہ کی کرامت ہی کہی جا سکتی ہے کہ یونیورسٹی کے بالکل نامانوس اور اجنبی ماحول میں یہ مقالہ بخیر وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچا، علماء و عوامِ اہل سنت میں سے جس جس کو یہ خبر مسرت اثر ملی، نہایت خوش ہوا اور مطالبہ کیا کہ اس مقالے کو جلد زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے۔

طوالت سے بچنے کے لئے مذکورہ مقالہ میں حضرت صدرالشریعہ کے تلامذہ کے صرف اسمائے گرامی دیے گئے تھے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی مدظلہ نے فرمایا کہ اشاعت سے قبل ہر تلمیذ کا کم از کم دو صفحات پر مشتمل تعارف ضرور تحریر کیا جائے کیونکہ بقول حافظِ ملّت ''حضرت صدرالشریعہ کا اصل شاہکار آپ کے تلامذہ ہیں[1]۔ چنانچہ جن مشاہیر تلامذہ کا تذکرہ دستیاب ہوا تحریر کر دیا گیا۔ اسی اثناء میں ملک و بیرون ملک سے حضرت صدرالشریعہ کی حیاتِ طیبہ پر مزید سوانحی مواد موصول ہوا، اسے بھی شامل کر لیا گیا۔ اندازِ تحریر ایک سا رکھنے کے لئے نئے سرے سے لکھا، بعض مقامات سے غیر ضروری مواد کو حذف کر دیا۔ یوں حضرت صدرالشریعہ کی مختصر مگر مستند جامع، تحقیقی سوانح ''سیرتِ صدرالشریعہ'' کے عنوان سے معرضِ وجود میں آ گئی۔

فالحمدللّٰہ علٰی ذالک

بفضلہٖ تعالیٰ کتاب ھذا میں ہر واقعہ کا حوالہ مصنف و کتاب کے نام اور صفحہ کی قید کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا صدرالشریعہ نمبر اور دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی کی شائع کردہ کتاب ''حضور صدرالشریعہ، حیات و خدمات'' چونکہ مجموعہ مقالات ہیں۔ ان کا حوالہ دیتے ہوئے طوالت سے بچنے کے لئے مقالہ کا عنوان تحریر کرنے کی بجائے صرف مقالہ نگار کا

(1) حضرت صدرالشریعہ کے بافیض تلامذہ کی علمی وجاہت اور دینی وملی خدمت سے نئی نسل کو آگاہ کرنے کے لئے ''صدرالشریعہ اور ان کے تلامذہ'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جانا چاہئے فیض یافتگانِ دبستانِ امجدی میں سے کوئی صاحب اس اہم کام کا بیڑا اٹھائیں تو زیادہ بہتر ہے۔
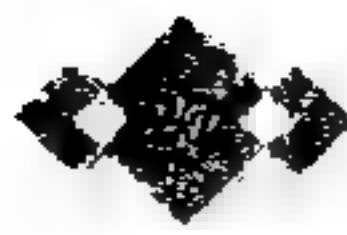
نام اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔ضروری مقامات پر حواشی بھی لکھ دیے ہیں۔ روایت کے ساتھ ساتھ درایت کا پہلو بھی پیشِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔تاہم الانسان مرکب من الخطاء النسیان کے تحت کتاب ھٰذا کو اغلاط سے مبرّ ا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کہیں کوئی فروگذاشت دیکھیں تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ بطفیلِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء یہ کتاب میرے لئے، میرے اساتذہ، والدین اور احباب کے لئے نجاتِ اخروی کا باعث بنائے امین۔ صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه سید نا محمد و علٰی اله واصحابه واولیاء امته وعلماء ملته اجمعین

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی عفی عنہ
الجنت ٹاؤن نزد حسین آباد
پی۔او۔ٹھوکر نیاز بیگ رائے ونڈ روڈ
لاہور فون:(042)5320332

23 جمادی الاولیٰ 1423ھ
2 اگست 2002ء
RAZVI12@hotmail.com

حضرت صدر الشریعہ ایک نظر میں

نام ونسب: محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین (علیہم الرحمۃ)

القاب: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، فقیہِ اعظم ہند

ولادت باسعادت: بمقام گھوسی سابقہ ضلع اعظم گڑھ حال ضلع مئو — 1300ھ 1882ء[1]

استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری کی خدمت میں بغرضِ تحصیلِ علومِ دین جونپور حاضری — 1314ھ

شیخ المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہلی بھیت حاضری — 1323ھ

صحاحِ ستہ اور دیگر کتبِ حدیث کے درس سے باعزاز فراغت اور اعلیٰ درجے میں کامیابی — 1324ھ[2]

امتحان میں باعزاز کامیابی پر ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کا خراجِ تحسین — 1325ھ

مدرسۂ اہل سنت، پٹنہ سے تدریس کا آغاز — 1325ھ[3]

رئیس پٹنہ، قاضی عبدالوحید مہتمم مدرسۂ اہل سنت کا انتقال — 1326ھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے بیعت بمقام پٹنہ بموقعہ جنازہ قاضی عبدالوحید — 1326ھ

مدرسۂ اہل سنت، پٹنہ سے استعفیٰ — 1326ھ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ کا انتقال — 1326ھ

حکیم عبدالولی سے تحصیلِ علمِ طب کے لیے لکھنؤ روانگی — 1326ھ

تحصیلِ علمِ طب سے فراغت — 1328ھ

---

(1) حضرت صدر الشریعہ کی تاریخ ولادت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ راقم السطور نے شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تاریخ ولادت نقل کی ہے۔

(2) سن امتحان وفراغت بعض مؤرخین نے 1320ھ لکھا ہے، جو کہ درست نہیں۔ 1324ھ ہی صحیح اور قرین قیاس ہے۔

(3) حیاتِ صدر الشریعہ ص 27، بعض مؤرخین نے مدرسہ اہل سنت پیلی بھیت لکھا، یہ درست نہیں ہے۔
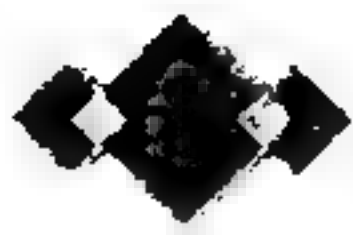
گھوسی میں مطب کا آغاز 1328ھ

شیخ طریقت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں بغرضِ زیارت حاضری 1329ھ

بطور مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی طلبی از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی 1329ھ

والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین کا بعارضۂ طاعون انتقال 1330ھ/1911ء

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ترجمہ کنز الایمان کے لیے بار بار درخواست 1330ھ/1911ء

محافظ ایمان، ترجمہ قرآن، کنز الایمان کا آغاز 1330ھ/1911ء

معرکتہ الآرا، محققانہ رسالہ قامع الواہیات من جامع الجزئیات (بزبان عربی) کی تحریر 1331ھ

چاروں سلاسل کی اجازت وخلافت از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ 1333ھ

بہارِ شریعت کی تصنیف کا آغاز 1334ھ/1916ء

شیخ المحدثین حضرت علامہ وصی احمد سورتی کا وصال 1334ھ/1916ء

تاریخی مناظرے کے لیے رنگون روانگی 1336ھ/1917ء

فرزند ارجمند علامہ عبد المصطفیٰ الازہری کی ولادت 1336ھ/1918ء

زیارتِ حرمین شریفین وحجِ بیت اللہ کے لیے سرزمینِ مقدس روانگی 1337ھ/1919ء

مدینہ منورہ میں پوری شب تنہائی میں بارگاہِ رسالت کی حاضری 1337ھ/1919ء

حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ سے ملاقات 1337ھ/1919ء

بخیر و عافیت وطن واپسی اور حضرت صدر الشریعۃ کے استقبال کے لئے باوجود علالت، اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری 1338ھ

اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال پر ملال 1339ھ

گاندھی نواز علماء سے ستر سوالات پر مشتمل ''اتمام حجت تامہ'' کی اشاعت 1339ھ
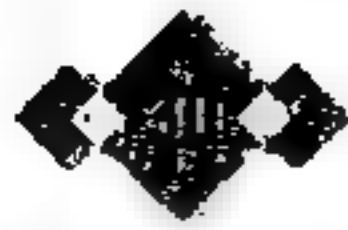
واقعہ	سن
شیخِ طریقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا وصال	1340ھ/1921ء
دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے متولی کی دعوت برائے صدر المدرسین اور پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب کی سفارش	1343ھ/1925ء
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی اجازت سے اجمیر شریف روانگی	1343ھ/1925ء
تحریک شدھی کے رد کے لیے اجمیر شریف کے اردگرد بمع تلامذہ تبلیغ	1343ھ/1925ء
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصابی بورڈ میں شرکت	1344ھ/1926ء
دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف مراجعت بحیثیت صدر المدرسین	1351ھ/1933ء
دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے تاسیسی اجلاس میں شرکت	1353ھ/1935ء
فرزندِ ارجمند محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی کی ولادت	1354ھ
دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں روانگی بطور صدر المدرسین	1356ھ/1936ء
نواب حبیب الرحمان شیروانی کا خراجِ تحسین	1356ھ/1936ء
صاحبزادۂ اکبر مولانا حکیم شمس الھدیٰ کا سانحۂ ارتحال	1359ھ
صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفیٰ کا انتقال	1362ھ/1943ء
بہارِ شریعت کے سترھویں حصے کی تکمیل	1362ھ/1943ء
حاشیہ طحاوی شریف (بزبان عربی) کا آغاز	1362ھ/1943ء
مدرسہ مظہر العلوم' کچی باغ' بنارس روانگی بحیثیت صدر المدرسین	1363ھ/1945ء
آنکھوں کے اپریشن کی وجہ سے وطن مراجعت	1363ھ/1945ء
حضرت محدث اعظم پاکستان کی غیر موجودگی میں بطور صدر المدرسین تین ماہ تدریس	1364ھ/1946ء
عرسِ اعلیٰ حضرت میں تحریکِ پاکستان کے حق میں پرزور تقریر	1365ھ/1946ء
التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل کی تالیف	1367ھ/1948ء
وصال سے چوبیس دن قبل آخری فتویٰ	1367ھ/1948ء
دوسرے حج کے لیے جاتے ہوئے بمبئی میں بعمر 67 سال بعارضہ نمونیہ وصال	1367ھ/1948ء

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

ابتدائی حالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت باسعادت

شریعت کے صدرِ شہیر' طریقت کے بدرِ منیر مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مشرقی یوپی (انڈیا) کے مردم خیز قصبے گھوسی میں 1300ھ/ 1882ء میں پیدا ہوئے[1]۔ قصبہ گھوسی وہی تاریخی مقام ہے جہاں قدیم راجگانِ ہند کے بعض آثار اوران کا قلعہ کوٹ کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ موجودہ دور میں ''گھوسی'' کی وجہ شہرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی جائے ولادت و دفن اور ایک کثیر تعداد میں علماء وطلبائے دین کی موجودگی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق گھوسی کے ہر گھر میں تقریباً دو علماء موجود ہیں۔ اس لئے اس قصبے کا دوسرا نام ''مدینۃ العلماء'' بھی ہے۔

ہے گھوسی سر زمین ہند کا وہ محترم خطہ
نجانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں

خاندان

آپ کا گھرانہ علوم وفنونِ اسلامیہ کا دلدادہ تھا' والد ماجد اور جد امجد کو علم طب میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کے دادا مولانا خدا بخش صاحب جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کی' صاحب کرامت بزرگ تھے[2]۔ والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین عالم وفاضل اور ماہر طبیب تھے۔ طبی مہارت اور ریاست عظمت گڑھ کا درباری طبیب ہونے کی وجہ سے آپ کا ہر طرف شہرہ تھا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کی۔ ان کے وصال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب سے کچھ پڑھا جو آپ کے قصبہ ہی میں مدرس تھے۔ پھر شوال 1314ھ میں جونپور کے لے عازمِ سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں ریل گاڑی نہ تھی گھوسی سے اعظم گڑھ پیدل

---

(1) ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر ص 24' حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تاریخ ولادت مختلف مصنفین نے مختلف بیان کی ہے۔ راقم السطور نے شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تاریخ ولادت نقل کی ہے۔

(2) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 10

اور وہاں سے جونپور اونٹ گاڑی پر پہنچے۔ ان دنوں مدرسہ حنفیہ جونپور میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کے فیضانِ علمی کا باڑا بٹ رہا تھا۔ علوم دینیہ کے متلاشی دور دور سے یہاں پہنچ رہے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے کچھ دن ابتدائی کتابیں اپنے چچازاد بھائی مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید ھادی حسن صاحب سے پڑھیں پھر حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمۃ اپنے زمانے میں ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ علم وفضل میں فقید المثال بالخصوص معقولات وحکمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مجاہد تحریک آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ [1] کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر علوم وفنون کی تحصیل کی تھی۔ زمانۂ جنگ آزادی (1857) میں بھی مولانا خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جزائر انڈیمان بھیج دیئے گئے تو استاد سے جدائی ہوئی اور خود مسند درس پر متمکن ہوئے اور تشنگانِ علوم کو اپنے فیض سے سیراب کرتے رہے۔ نہایت شفقت وتوجہ سے پڑھاتے تھے بالخصوص مولانا محمد صدیق صاحب، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب اور مولانا امجد علی اعظمی پر ان کا خاص کرم تھا۔

قوتِ حافظہ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا حافظہ بہت مضبوط تھا۔ حافظہ کی قوت، شوق ومحنت اور ذہن کی سلاست روی کی وجہ سے تمام طلبہ سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کتاب دیکھنے یا سننے سے برسوں تک ایسے یاد رہتی ہے جیسے ابھی دیکھی یا سنی ہے۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو یاد ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ "کافیہ" کی عبارت زبانی یاد کی جائے تو فائدہ مند ہوگا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد کرلی [2]۔

---

(1) مولانا فضل حق خیر آبادی المتوفی 1278ھ/1861ء امام منطق وحکمت، ادیب، فقیہ اور فلسفہ ومعقولات کے شیخ وقت تھے۔ علم حدیث میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا صرف چار ماہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ تلامذہ میں مولانا عبد الحق خیر آبادی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا ہدایت اللہ خان صاحب بہت مشہور ہوئے۔ 1857ء میں انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کی پاداش میں جزائر انڈیمان میں قید کیے گئے اور وہیں واصل بحق ہوئے۔

(2) عبد المنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 24
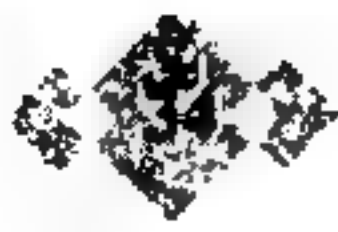
تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو شروع ہی سے پڑھانے کا شوق تھا۔ یہاں تک کہ زمانۂ تعلیم میں ہی نچلے درجوں کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی انہی خصوصیات اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تحصیل علم کی وجہ سے حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ آپ پر بہت مہربان تھے۔ فرماتے تھے "شاگرد ایک ہی ملا اور وہ بھی بڑھاپے میں (1)۔"

محدث سورتی کے حضور

علوم عقلیہ سے فراغت کے بعد حسب الارشاد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس عظیم محدث اور کہنہ مشق مدرس کی خدمت میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ چودہ مہینے حاضر رہے۔ اس عرصہ میں شاید ہی کبھی چھٹی ملی ہو جمعہ کو بھی سبق ہوتے۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ' مولانا امجد علی اعظمی پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اگر کہیں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ لے جاتے اور سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔ بعض مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ "مجھ کو ساری عمر میں یہ ایک طالب علم ملا ہے جو محنتی بھی ہے اور سمجھدار بھی اور علم سے شوق ودلچسپی رکھتا ہے (2)۔ مختصر یہ کہ محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس محنتی اور سمجھدار تلمیذ کو علومِ نبوی سے خوب خوب سیراب کیا نیز کمالِ حصول کی داد خود ان الفاظ میں دی "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے (3)۔" 1324ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت سے سند فراغت حاصل کی زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کی لیاقت وصلاحیت کا اعتراف مدرسین سے لے کر اراکین مدرسہ تک کو تھا' جس کا اندازہ مہتمم مدرسۃ الحدیث کی اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے تحفۂ حنفیہ' پٹنہ میں شائع کرائی تھی۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:

> 6 ذی الحجہ 1324ھ کو بحمدہٖ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ رامپوری دام فیضہ نے لیا' مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغت کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی وکمال مستعدی سے سال بھر میں صحاحِ ستہ' مسند شریف' کتاب الآثار

---

(1) علاء المصطفیٰ قادری' مولانا' صدر الشریعہ' ص 12

(2) عبد المنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 25

(3) بدر القادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات' ص 47

شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قرأۃ وسماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اوران کی حسن لیاقت وفہم و ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی(1)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت صدر الشریعہ کی علمی لیاقت و صلاحیت پر آپ کے اساتذہ کرام کو حد درجہ اعتماد تھا۔ مزید توجہ کی بات یہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں یہ کمال تھا تو دورِ آخر میں کیا عالم ہوگا۔ جبکہ ناقص بھی پڑھاتے رہنے کے سبب کامل ہو جاتے ہیں اوران کے علم میں نکھار آ جاتا ہے۔

تدریس کا آغاز

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ یوں تو زمانۂ طالب علمی ہی میں جونپور اور پیلی بھیت میں نچلے درجات کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ پڑھانے کا آپ کو شوق بھی تھا۔ لیکن باقاعدہ تدریس کا آغاز یوں ہوا کہ قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ (2) نے مدرسہ اہل سنت کے لیے مدرسِ اول، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھ کر طلب کیا۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اپنے لائق فائق شاگرد مولانا امجد علی اعظمی کو بھیجا یاد رہے کہ یہ وہی جگہ تھی کہ پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب انبیٹھوی جو حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے اور منطق مشہور تھے، فائز تھے۔ ان کے بعد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی مدرسِ اول رہے۔ جس جگہ ایسی مقتدر ہستیاں جو اپنے علم وفضل کے اعتبار سے نامی وگرامی اور اپنی عمر کے لحاظ سے تجربہ کار تھیں ان کی جگہ پر ایک نئے شخص کا تقرر کتنا اہم کام تھا؟ حضرت صدر الشریعہ اس اہم عہدے پر فائز ہوئے اور ثابت کر دکھایا کہ وہ اس منصب کے واقعی اہل ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ پہلے ہی دن مدرسہ میں آپ کی شاندار تدریس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کی روداد حضرت صدر الشریعہ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

''پہلے دن جب مدرسہ میں جانا ہوا تو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ کون سی کتابیں پڑھانی ہیں اور

---

(1) آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 14

(2) قاضی عبدالوحید صاحب ایک دیندار رئیس تھے، بڑی خوبیوں کے جامع، حافظ قرآن اور عالم دین تھے۔ انگریزی بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ ''تحفۂ حنفیہ'' کے نام سے چالیس صفحات پر مشتمل ایک معیاری ماہنامہ بھی جاری کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خلافت بھی حاصل تھی۔

کس جگہ سے پڑھانا ہے؟ دفعتۃً سامنے ہدایہ جلد ثالث پڑھانے کے لیے پیش کی گئی۔ خود قاضی عبدالوحید صاحب جو ایک اچھے عالم تھے اور بعض دیگر علماء دیکھنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ نئی جگہ نئی کتاب جس کی پیشتر سے خبر نہیں اور علماء کا بقصدِ امتحان وہاں موجود ہونا کس قدر پریشان کن اور وحشت ناک منظر اس شخص کے لیے ہوگا جو پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل وکرم اور اساتذہ کی دعاؤں کی برکت کہ سبق پڑھایا اور ایسا پڑھایا کہ سامعین دنگ رہ گئے (1)۔

قاضی صاحب نے آپ کی علمی وجاہت وانتظامی صلاحیت پر اعتماد واطمینان فرما کر مدرسہ کے تعلیمی امور کا آپ کو مالک بنا دیا۔

امام احمد رضا بریلوی سے پہلی ملاقات

مہتمم مدرسۂ اہل سنت جناب قاضی عبدالوحید صاحب بیمار پڑ گئے تو ان کی عیادت کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور محدث سورتی تشریف لائے۔ انہی دونوں بزرگوں کی موجودگی میں قاضی صاحب نے وفات پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور محدث صاحب نے قبر میں اتارا۔ اسی موقعہ پر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی زیارت کی اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے زہد وتقویٰ للّٰہیت اور علمی مقام سے آپ بے انتہا متاثر ہوئے' دل بے اختیار مرید ہونے کے لیے بے چین ہوگیا چنانچہ محدث سورتی کی رائے اور مشورے سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہوگئے (2)۔

قاضی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچا جن کو علم دین سے بالکل تعلق نہ تھا۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوا کہ خدمتِ دین جو مقصودِ اصلی ہے' اب یہاں ممکن نہیں لہٰذا یکم رمضان المبارک 1326ھ کو وطن واپس آ گئے اور مدرسہ میں استعفیٰ بھیج دیا۔ چونکہ خاندانی پیشہ طبابت تھا لہٰذا والد صاحب کے مشورے سے اس فن کی تحصیل کے لیے حکیم عبد الولی صاحب کے پاس لکھنؤ چلے گئے۔ دو سال میں تحصیل وتکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیات صدر الشریعہ' ص 27

(2) ایضاً ص 29

مطب شروع کر دیا۔ خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بناء پر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا۔

علم طب میں مہارت

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے ''العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان'' علم دو ہیں ایک دین کا علم دوسرے بدن کا علم۔ یہ فضل خداوندی ہے کہ مولانا امجد علی اعظمی علمِ شریعت کے ساتھ ساتھ علمِ طب کے بھی وارث وامین تھے۔ جب کوئی مریض مرض سے پریشان ہو جاتا اور علاج سے عاجز آ جاتا تو وہ آپ کے پاس آتا' آپ نسخہ بتا دیتے تو مریض شفایاب ہو جاتا۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ کا بیان ہے کہ صدر الشریعہ عموماً مریضوں کو اپنے برادرِ اکبر حکیم محمد علی گھوسوی کے پاس بھیجتے جو اپنے زمانہ کے بڑے حکیم مانے جاتے تھے لیکن اگر کوئی مریض شفایاب نہ ہوتا تو از خود دوا منگوا کر دیتے بفضلہٖ تعالیٰ مریض شفایاب ہو جاتا۔ انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاری ساجد گھوسوی کی والدہ کے دانت میں شدید درد ہوا جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان تھیں۔ جب بہت دوا وعلاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو ایک دن حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ ایک پیسے کا کبابہ منگوا لو اور اسے پیس کر مسوڑوں اور دانتوں پر مالش کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک ہی مالش سے درد جاتا رہا[1]۔ طبابت خاندانی پیشہ ہونے کے باوجود صدر الشریعہ کا قلبی رجحان ادھر نہیں تھا اس لئے آپ نے یہ پیشہ ترک کر دیا۔ چھوڑنے کے اور بہت سے اسباب میں سے ایک سبب مندرجہ ذیل ہے:

طبِ جسمانی سے طبِ روحانی کی طرف مراجعت

1329ھ میں آپ اپنے استاذ حضرت محدث سورتی اور مرشد امام احمد رضا فاضل بریلوی (رحمتہ اللہ علیہما) کی زیارت کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہنچے انہیں جب معلوم ہوا کہ ان کے لائق فائق محنتی شاگردِ رشید نے تدریس کا کام چھوڑ کر مطب شروع کر دیا ہے تو بے حد غمگین ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ رخصت ہو کر بریلی جانے لگے تو ایک خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تحریر فرما کر دے دیا' اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مولانا امجد علی اعظمی کو خدمتِ علمِ دین کی جانب متوجہ کرنے کی گذارش کی گئی تھی۔

جب آپ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی خدمت میں محدث سورتی کا خط لے کر پہنچے تو اعلیٰ

---

(1) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص99

حضرت نے فرمایا ''طبابت اچھا کام ہے کہ العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ دیکھنا پڑتا ہے۔'' اس ارشاد میں جو روحانی تاثیر تھی صدر الشریعہ کے دل میں اس کا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف میں دینی کاموں میں مصروف ہو گئے[1]۔ سچ ہے

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ مبالغہ آرائی نہیں حقیقت ہے کہ اگر ولیٔ کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی نظرِ فیض اثر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی پر نہ پڑتی تو آپ گھوسی کے مطب کے طبیب ہی رہتے' ہزاروں تلامذہ کے استاذ اور بہارِ شریعت جیسی عظیم کتاب کے مصنف بننے کی سعادت حاصل نہ کر سکتے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تقریباً دو ماہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر رہ کر کچھ ترجمے وغیرہ کا کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رمضان شریف قریب آ گیا تو اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ اعلیٰ حضرت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب بلایا جائے تو فوراً چلے آئیں۔

دار العلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس

تقریباً پانچ یا چھ ماہ کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر الشریعہ کو دار العلوم منظر اسلام میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے طلب کیا۔ صدر الشریعہ فوراً بریلی شریف حاضر ہو گئے۔ بریلی آئے تو بریلی ہی کے ہو کر رہ گئے صبح و شام اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کی بافیض صحبتوں میں حاضر ہونے لگے۔ علم سے تپیدہ سینے کو عرفان و احسان کا سایہ مل گیا۔ اعلیٰ حضرت کا دست مبارک تھام کر اپنا مقصودِ حیات پالیا۔ علم و فضل کے پیکر پر معرفت و حقیقت کا رنگ چڑھنے لگا اور صدر الشریعہ کی شخصیت دو آتشہ بن گئی۔ بریلی شریف میں صدر الشریعہ منظر اسلام کے معلم و مدرس کی حیثیت سے آئے تھے مگر اس دور کی شہرۂ آفاق درس گاہوں سے باعزاز فراغت کے باوجود صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کے حضور روحانی و قلبی علوم کے حصول کے واسطے طفلِ مکتب کی حیثیت اپنائی' ادب شناس' آسودۂ علم امجد علی کو امام اہل سنت کی صحبت نے گوہر شب تاب بنا کر عشق و آداب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معلم بنا دیا۔ شیخ کامل نے فیوض و برکات کی داد و دہش سے فقیہِ عصر کے منصب پر لا کھڑا کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ' مولانا امجد علی اعظمی پر کس قدر مہربان تھے اس کا اندازہ مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے بیان کردہ واقعہ سے ہوگا:

---

(1) ایضاً ص 98

مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحسن/ الحق (غالباً یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو دار العلوم منظر اسلام کا صدر المدرسین بنا دیں' صدر الشریعہ اس وقت دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین تھے' اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا میں نے سب کا امتحان لے لیا ہے مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھا گئے ہیں[1]۔

بریلی کی مصروفیات

بریلی میں دو کام مستقل تھے ایک دار العلوم منظر اسلام میں تدریس اور دوسرا مطبع اہل سنت پریس کا کام یعنی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح' کتابوں کی روانگی' خطوط کے جواب' آمد و خرچ کے حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ ان کاموں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا' فتوؤں کی نقل اور ان کی خدمت میں فتویٰ لکھنا' یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیا کرتے تھے۔ پھر شہر و بیرون جات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

کاموں کی تقسیم اوقات یوں تھی کہ بعد نمازِ فجر ضروری وظائف و تلاوتِ قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام انجام دیتے پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مستقلاً دو تین بجے تک پھر پریس کا کام انجام دیتے۔ ظہر کے بعد عصر تک پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے۔ بعد نمازِ عصر' مغرب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں نشست فرماتے۔ بعد مغرب' عشاء تک اور عشاء کے بعد سے بارہ بجے شب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے اس کے بعد مکان واپس ہوتے اور بہارِ شریعت کی کچھ سطور تحریر فرما کر تقریباً دو بجے شب میں آرام فرماتے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے اخیر زمانہ حیات تک کم و بیش دس برس یہی معمول رہا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی اس محنت شاقہ و عزم و استقلال سے اس دور کے اکابر علماء حیران تھے۔ حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو[2]۔

---

(1) بہاء المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات' ص 110

(2) عبد المصطفیٰ اعظمی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 13

ناقابلِ فراموش کارنامہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن مجید مسمیٰ باسم تاریخی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (1330ھ/1911ء) کی افادیت' اہمیت اور دیگر تراجم پر فوقیت محتاج بیان نہیں۔ یہ عظیم الشان' محافظ ایمان' ترجمۂ قرآن' صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی مساعی جمیلہ سے معرض وجود میں آیا۔ امام احمد رضا بریلوی کو خود قرآن پاک کے ترجمہ کی ضرورت کا احساس تھا' لیکن تصنیف وتالیف اور دیگر علمی مصروفیات کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی۔ آخر ایک دن صدرالشریعہ قلم' دوات اور کاغذ لے کر حاضر ہو گئے اور ترجمہ شروع کرنے کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ پہلے پہل ایک آیت کا ترجمہ ہوتا' پھر محسوس کر کے کہ اس طرح تکمیل میں بہت دیر لگ جائے گی۔ ایک ایک رکوع کا ترجمہ ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدرالشریعہ اور دیگر علماء مستند تفاسیر کے ساتھ ترجمہ کی مطابقت تلاش کرتے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ اعلیٰ حضرت جو ترجمہ تیاری اور مطالعہ کے بغیر لکھواتے ہیں' اکثر تفاسیر کے مطابق ہوتا ہے' اس سلسلے میں حضرت صدرالشریعہ بعض اوقات رات کے دو دو بجے تک مصروف رہتے (1)۔

صدرالشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے مسلسل محنت کے سبب اعلیٰ حضرت کی نظر میں مقام پیدا فرما لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت آپ پر نہایت عنایت وشفقت اور اعتماد فرماتے تھے۔ منظر اسلام کے تمام مدرسین پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ ''ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین وطلباء کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت بالجہر ادا کریں اور یہ حکم دیا کہ ان کے وضو اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں بتائی جائیں' جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں جس کے متعلق (مولانا امجد علی) کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے وہی شخص شہر کی مسجد میں امامت کر سکتا ہے

(1) عبدالحکیم شرف قادری' مولانا' عظمتوں کے پاسبان' ص 63
(2) محمد عطاء الرحمٰن قادری' معارف رضا' منظر اسلام نمبر ص 142

ورنہ نہیں (2)۔ تمام مدرسین وطلبہ نے اس حکم کی پابندی کی اور بفضلہ تعالیٰ اپنا وضو اور نمازیں لوگوں نے درست کیں۔ ایک مدرس صاحب کو یہ چیز ناپسند آئی اور انہوں نے کسی کے سامنے وضو اور نماز کا امتحان دینا باعث ذلت سمجھا اور وہ مدرسہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر وطن واپس چلے گئے (1)۔

صدر الشریعہ کا لقب

حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اسی بنا پر دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا (2)۔ علاوہ ازیں موقع بموقع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کمال فقاہت کو ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

> آپ کے یہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا (3)۔

خلافت واجازت از اعلیٰ حضرت

اٹھارہ ذی الحجہ 1333ھ کو بموقع عرس سراپا اقدس حضرت سیدنا آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز ورضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کسی تحریر وطلب کے اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کو جملہ سلاسل قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت تامہ وعامہ عطا فرمائی اور اپنا خلیفہ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سر اقدس سے اتار کر حضرت صدر الشریعہ کے سر پر باندھا (4) اور اپنی زبان پاک سے یہ الفاظ ادا فرمائے کہ ''جملہ وظائف واذکار واعمال اور اپنی تمام مرویات حدیث وفقہ وجملہ علوم کی

---

(1) عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 48

(2) غلام یحییٰ مصباحی، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا خان اور ان کے معاصر علماء اہلسنت کی علمی وادبی خدمات ص 127۔
صدر الشریعہ: مولانا عبد الحی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''صدر کے معنی زیادہ بزرگی والا اور افضل کے آتے ہیں اور صدر القوم قوم کے بزرگ ترین اور افضل شخص کو کہا جاتا ہے تو اب صدر الشریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے جاننے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ شخص (ماخوذ از ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 192)

(3) محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم، الملفوظ، ص 76

(4) محمد عطاء الرحمٰن قادری، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص 22

(5) عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 49

اور اپنی تمام تصانیف کی بلا استثناء میں اجازت تامہ و عامہ دیتا ہوں[5]۔ تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے نہایت محبت بھرے انداز میں آپ کا ذکر یوں فرمایا۔

میرا امجد، مجد کا پکا   اس سے بہت کچھ یاتے یہ ہیں[1]

وعظ وتقریر کی جانشینی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی عادت تھی کہ دو تین اشخاص کے علاوہ کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے۔ ان دو تین اشخاص میں سے ایک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بھی تھے۔ ان تین اشخاص کی تقریر سننے اور بقیہ حضرات کی نہ سننے کی وجہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ ''عموماً مقررین اور واعظین میں افراط وتفریط ہوتی ہے۔ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں۔ الفاظِ حدیث کی تفسیر وتشریح امر آخر ہے اور یہ جائز ہے مگر نفس حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضرت نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یقیناً وضع حدیث (حدیث گھڑنا) ہے جس پر سخت وعید وارد ہے لہٰذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلاف شرع بات ہو[2]۔

حضرت صدر الشریعہ کی تقریر چونکہ ان عیوب سے پاک ہوتی تھی اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف سنتے تھے بلکہ پسند بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ''حضرت صدر الشریعہ نے ''قرآن مجید'' کے کلامِ الٰہی ہونے اور ''وید'' کے غیر الہامی ہونے کے ثبوت میں بریلی شریف شہر کہنہ محلہ سیلانی کے چوک میں ایک تقریر فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ وہاں تشریف فرما تھے۔ اس تقریر کو سن کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صدر الشریعہ کو اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ''مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کے ضعف وناتوانی کا احساس جاتا رہا'' (حضرت صدر الشریعہ نے یہ تقریر اپنے سادے الفاظ میں فرمائی تھی) حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اس تقریر کی لذت مجھے اب تک یاد ہے۔[3]

---

(1) امام احمد رضا خاں، الاستمداد، ص 79

(2) عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 51

(3) شریف الحق امجدی، مفتی، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 47

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی تقریر سننے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اپنی جگہ تقریر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ خود ہی بیان فرماتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ ربیع الاول کے جلسے میں اثنائے تقریر اعلیٰ حضرت کا مزاج ناساز ہو گیا' دردِ سر کی شدت اتنی ہوئی کہ تقریر جاری نہ رکھ سکے' تقریر روکنے کے بعد تخت پر مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ تقریر کریں۔ میں نے عرض کی کہ کیا چیز بیان کروں' ارشاد فرمایا کہ جو مضمون میں بیان کر رہا تھا اس کی تکمیل کرو۔ بھلا کہاں اعلیٰ حضرت کا بیان اور کہاں مجھ بے بضاعت کا بیان۔ مگر ان کا حکم تھا تعمیل کرنا پڑی۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت کے بیان کی تکمیل تھی مگر جو کچھ ہو سکا اخیر وقت تک اس سلسلہ میں بیان کر کے مجلس کو ختم کیا[1]''۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ایک اور محفل کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت کا) مزاج ناساز تھا' بہت کوشش کی کہ مجلس میں چلیں لیکن علالت نے مہلت نہ دی' مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں حاضر ہوئے اور تشریف لے چلنے کے لیے کہا' ارشاد فرمایا ''اس وقت حرارت ہے' طبیعت ناساز ہے' ابھی نہیں جا سکتا' جاؤ امجد علی سے کہہ دو کہ وہ بیان کر دے اور اس کے سوا ہے کون' جو ہے وہی ہے''۔ اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق بیان کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب مزاج میں سکون ہوا تو تشریف لائے اور حکم دیا کہ تقریر جاری رکھو۔ تقریر کو ایک حد تک پہنچایا۔ اس کے بعد عرض کیا کہ سامعین' حاضرین چند الفاظ حضور کی زبان پاک سے سننا چاہتے ہیں۔ ان کے دل جوشِ عقیدت سے لبریز ہیں۔ آخر میں مختصر سا کچھ مضمون پھر بیانِ ولادت پر اس سلسلہ کو ختم کیا' تقریر کا سنانا تو روز ہی ہوتا رہتا ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں مگر اعلیٰ حضرت کے وہ الفاظ جو انہوں نے ننھے میاں سے فرمائے تھے وہ ایسے پر ذوق ہیں جس کا ذوق خود ننھے میاں بیان کرتے تھے اور کبھی کبھی اس کا تذکرہ کر کے لطف اٹھایا کرتے تھے[2]۔

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)

امام احمد رضا قدس سرہ نے حالات اور ضرورتِ دینی کے پیش نظر بریلی شریف میں پورے برصغیر کے لیے شرعی دار القضاء قائم فرمایا تھا اور اس کے لیے تمام مشاہیر ہند میں سے صدر الشریعہ کو

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیات صدر الشریعہ' ص 50 (2) ایضاً' ص 50

احکامِ شرعی کے نفاذ اور مقدمات کے فیصلے کے واسطے قاضی شرع مقرر فرمایا تھا اس اہم کام کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے کتنا اہتمام فرمایا' خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئے:

''ایک دن صبح قریباً نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے۔ تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا' ہم سب حیرت زدہ تھے' کہ حضور یہ اہتمام کس لیے فرمارہے ہیں۔ پھر حضورِ امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں آج بریلی میں دار القضاء شرعی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں'' اور انہیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھا کر فرمایا'' میں آپ کو ہندوستان کے لیے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے'' پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا۔ اس کے بعد حضور نے اس خادم برہان کو بلایا۔ اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر' اس مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا' میں نے تمہارے فتوے دیکھے' افتاء کے لیے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا میں تمہیں مسند افتاء پر بٹھا کر دار القضاء شرعی کے لیے مفتی مقرر کرتا ہوں اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے ان سے فرما کر' پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ'' دار القضاء شرعی کے لیے قاضی شرع مولانا امجد علی کو' اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضاء شرعی' مرکز بریلی میں' مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو' ہم دونوں سے کچھ کلمات فرمائے اور ہم دونوں نے اس سعادتِ عظیم پر سرِ نیاز خم کیا اور اٹھ کر ہم نے اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کی' اعلیٰ حضرت نے دستِ مبارک اٹھا کر بہت دیر تک دعا فرمائی۔

حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے دن ہی قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملے کا فیصلہ فرمایا[1] علامہ بدر القادری نے بارگاہِ امجدی میں کیا خوب نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

شرع کا قاضی امام العصر نے تجھ کو کیا
تیری ہے یہ شان و عظمت حضرتِ امجد علی
نوری و برہاں ہوئے تیرے مشیرانِ قضا
زیب کرسئ عدالت حضرتِ امجد علی

1340ھ/ 1921ء میں صدر الشریعہ کے مرشدِ برحق امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی نور اللہ مرقدہ واصل بحق ہوئے۔ بوقت رخصت انہوں نے جو وصیت فرمائی' غور سے پڑھنے کے قابل ہے' فرمایا:

''غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو' حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی[2]۔''

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کا یہ فرمان بڑی اہمیت کا حامل ہے اور صدر الشریعہ کی علمیت' یادداشت اور بزرگی کی سند ہے۔ ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بعد شہزادہ و جانشین اگر امام احمد رضا کے نزدیک کوئی ان سے قریب تر ہے اور اس مرتبہ کے لائق ہے تو وہ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کی ذات ہے۔

دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف' روانگی

1925ء میں درگاہِ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ سے ملحق مدرسہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ کا ایک وفد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجمیر شریف ان کے مدرسہ میں صدر المدرسین کی حیثیت سے چلنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت صدر الشریعہ نے بریلی شریف سے جدا ہونے میں جو دشواریاں تھیں وہ بیان کیں۔ جب وفد نے بہت زیادہ مجبور کیا تو حضرت صدر الشریعہ نے ان سے فرمایا ''مولانا حامد رضا خاں ہمارے پیر زادے ہیں اور اعلیٰ حضرت کے جانشین ہیں بغیر ان کی اجازت کے میں یہاں سے نہیں جا سکتا۔'' حجتہ

---

(1) بدر القادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات' ص 51-50
(2) عبد النعیم عزیزی' ڈاکٹر' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 281
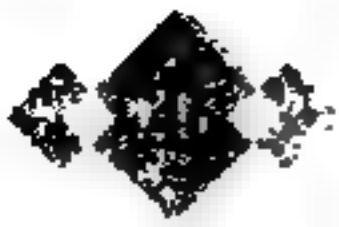
الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے اجمیر شریف جانے یا نہ جانے کا فیصلہ صدر الشریعہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے یہی طے کیا کہ آستانہ مرشد بریلی ہی رہنا ہے' اور اجمیر شریف لکھ دیا کہ میں کسی طرح نہیں آ سکتا۔

دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی انتظامیہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت صدر الشریعہ کے طالب علمی کے زمانے کے دوست' خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف(1) صاحب کو درمیان میں ڈالا۔ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ کو ایک زوردار خط لکھا جس میں انہوں نے اجمیر شریف جانے کی بھرپور توجہ دلائی اور اس کی یہاں تک انہوں نے ضرورت ثابت کی کہ چونکہ علی گڑھ میں ایک زبردست دینی کام انجام دے رہا ہوں اور یہاں کی فضا میں دوسرے کو یہ کام انجام دینا نہایت دشوار تر ہے۔ اگر یہ چیز مانع نہ ہوتی تو میں خود اجمیر شریف چلا جاتا اور وہاں کی صدارت کے کام کو انجام دیتا۔ احباب کے پر زور اصرار پر بالآخر حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے طلبہ بہت دل گرفتہ اور غمگین تھے لیکن کیا کرتے مجبور تھے۔ روانگی کے موقع پر انہوں نے ایک الوداعی دعوت کا اہتمام کیا بلکہ اس دعوت کے دو حصے ہو گئے ایک دن ہندوستانی طلبہ اور دوسرے روز بنگالی طلبہ نے دھوم دھام سے دعوت کی۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے الوداعی تقریر کی' سارا مجمع متاثر تھا بلکہ اکثر طلبہ تو زار و قطار رو رہے تھے۔(2)

اور ادھر اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں بہار آ گئی۔ طلبہ میں تعلیم کا ذوق وشوق اور اتباع شریعت کا جذبہ بیدار ہو گیا وہ طلبہ کہ نہ ان کی ظاہری وضع قطع شریعت کے موافق تھی' نہ ان میں ارکانِ اسلام ادا کرنے کا جذبہ تھا وہی طلبہ اب اپنی قابلیت' اتباع سنت وشریعت اور تعلیمی ذوق وشوق کے حوالے سے امتیازی حالت رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام کا یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ بعد میں ایسی بات باقی

---

(1) مولانا سید سلیمان اشرف اور حضرت صدر الشریعہ دونوں نے جونپور میں علامہ ہدایت اللہ رامپوری سے اکتساب علم کیا تھا۔ سید سلیمان اشرف صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی' شعبہ اسلامیات کے چیئرمین تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لے کر یہی آئے تھے۔ جرجی زیدان نے عربی زبان پر کچھ اعتراضات کیے تو آپ نے عربی زبان کی فضیلت وبرتری پر ''المبین'' نامی کتاب لکھی جسے پروفیسر براؤن اور علامہ اقبال نے خراج عقیدت پیش کیا۔ علاوہ ازیں الانہار' الحج' النور ایسی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ (ضمیمہ فقہ اسلامی ص 275)

(2) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 107

رہی۔ حضرت صدر الشریعہ کی آمد اور بے مثال تدریس و تعلیم کا شہرہ سن کر دور و نزدیک سے طلبہ کی آمد شروع ہوگئی۔ مراد آباد سے حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری حاضر خدمت ہوئے' بریلی سے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب بھی حاضر ہو گئے۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہی وہ دو طلبہ ہیں جن کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا ''میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے (۱)'' واقعی ان دونوں شاگردانِ رشید نے صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ سے پڑھنے کا حق ادا کر دیا۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کا نظام الاوقات مندرجہ ذیل تھا۔ اس نظام الاوقات کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدر الشریعہ کس قدر مصروف اور منظم زندگی گزارتے تھے۔

نظام الاوقات

صبح سویرے سے بارہ بجے تک دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے اس کے بعد مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہوتا تو مزید طلبہ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے پھر گھر واپس آتے جو درگاہِ معلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ سے دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔ کھانا کھاتے اور مختصر قیلولہ فرماتے پھر نمازِ ظہر ادا کرتے اور دو بجے سے چار بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہو جاتے۔ چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہو جاتا تو اس کے بعد پانچ بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ مدرسہ کے درس کے پڑھاتے۔ عصر کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہِ معلیٰ میں پڑھتے اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت ثانیہ میں شریک ہوتے۔ اکثر ائمہ مساجد کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے اور قرأت و رکوع و سجود کی خامیوں کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ جمعہ ہمیشہ بلا ناغہ درگاہِ معلیٰ ہی میں ادا فرماتے تھے اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے۔ سردیوں میں یہ لائحہ عمل ہوتا۔ گرمیوں میں مدرسہ ½12 تک رہتا پھر اس کے بعد ایک ڈیڑھ بجے تک درس دیتے' گھر واپس آتے' کھانا کھاتے' قیلولہ کرتے اور 3 بجے سے 6 بجے تک ازسرِ نو تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا پھر عصر کی نماز درگاہ شریف میں پڑھتے یا کسی اور مقام پر اور گھر سے دولت باغ جو تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا سیر کے لیے جاتے (ڈاکٹروں نے صحت کے لیے سیر کا مشورہ دیا تھا) لیکن یہ سیر بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث

---

(۱) اختر حسین فیضی' مصباحی' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 149

مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ہمرکاب ہوتے اور اسباق کا سلسلہ جاری رہتا میں (علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ) اور بہت سے دوست بھی روزانہ دولت باغ جاتے دولت باغ میں حضرت مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں پڑھتے اذان واقامت ہوتی اور نماز ہوتی۔ جماعت دیکھ کر باغ میں آنے والے کئی کئی سو آدمی اس جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد رات کو گھر تشریف لاتے کھانا کھاتے اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا۔ ہم سب لوگ لالٹین کے آمنے سامنے بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ عشاء کی نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح سویرے بیدار ہوتے' نمازِ فجر ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید ہمیشہ تلاوت کرتے اور کچھ اوراد و وظائف پڑھتے [1]۔"

سالانہ امتحان

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نہایت محنت و توجہ سے تدریس فرماتے' طلبہ کی نگرانی رکھتے' ان میں تحصیل علم کا ذوق و شوق بیدار کرتے رہتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ نے نہایت محنت کے ساتھ تحصیل علم کی۔ جب امتحان لیا گیا تو ممتحنین کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ایسے طلباء اس زمانے میں ملنا بہت مشکل ہیں۔ چنانچہ مولوی فضل حق صاحب رامپوری جو ایک پرانے مدرس تھے' پڑھاتے' پڑھاتے بوڑھے ہو چکے تھے' معقولات کی تعلیم کا پورا پورا ملکہ رکھتے تھے وہ بھی امتحان کے موقع پر بلائے گئے اور ان کے سامنے میر زاہد' حماسہ' قاضی مبارک' صدرا' شمس بازغہ' تلویح کتابیں امتحان کے لیے پیش کی گئیں۔ امتحان کے لیے کسی جگہ اور اوراق کی پابندی نہ تھی۔ ممتحن صاحب کو اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں پوچھیں' امتحان لیا تو بہت خوش ہوئے' مولوی حافظ عبد العزیز صاحب' مولوی سردار احمد صاحب' حضرت مولوی سید غلام جیلانی علی گڑھی و مولوی رفاقت حسین مظفر پوری ان چاروں کی ایک جماعت تھی' ان کے امتحان سے ممتحن صاحب نہایت خوش ہوئے بلکہ ان کے متعلق تحریر لکھی کہ اس قسم کے طلبہ اس زمانے میں نایاب ہیں [2]۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ 1343ھ/ 1925ء میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ تشریف لے گئے اور 1351ھ/ 1933ء تک بحیثیت صدر المدرسین' مصروفِ تدریس رہے۔ یوں اس دار العلوم میں آپ کا عرصہ تدریس آٹھ سال پر مشتمل ہے۔

---

(1) عبد المصطفیٰ الازہری' علامہ' حضور صدر الشریعہ' حیات و خدمات ص 228-227

(2) عبد السنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ ص 110

دارالعلوم منظرِ اسلام مراجعت

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں میر نثار احمد متولی مدرسہ سے بعض امور میں اختلاف کی بناء پر حضرت صدر الشریعہ کو یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمتہ نے آپ کو دوبارہ دارالعلوم منظر اسلام بحیثیت شیخ الحدیث وصدر المدرسین طلب کر لیا۔ حضرت صدر الشریعہ بمع تلامذہ بریلی شریف آ گئے۔ یہاں صدر الشریعہ تقریباً تین سال تک طالبانِ علوم نبوی کو شریعت وطریقت کے جام بھر بھر کر پلاتے رہے۔ دارالعلوم منظر اسلام میں آپ کا کل عرصہ تدریس، پہلا دورِ تدریس (1329ھ تا 1343ھ) اور دوسرا دورِ تدریس (1351ھ تا 1356ھ) ملا کر تقریباً اٹھارہ برس پر مشتمل ہے۔ اس عرصہ میں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔ جن مشاہیر تلامذہ کے نام ہمیں دستیاب ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

(1) شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی
(2) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب
(3) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری
(4) امینِ شریعت حضرت علامہ رفاقت حسین کانپوری
(5) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الہ آبادی
(6) شمس العلماء قاضی شمس الدین جونپوری
(7) خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی
(8) علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی
(9) مولانا علامہ سلیمان صاحب بھاگلپوری (علیہم الرحمتہ والرضوان)

مندرجہ بالا فہرست جو باوجود کوشش کے مکمل نہیں ہو سکی، میں سے اول الذکر مولانا محمد حشمت علی خاں لکھنوی، نے صدر الشریعہ کے پہلے دورِ تدریس (1911ء تا 1924ء) میں استفادہ کیا اور 1921ء میں سند فراغت پائی[1] بقیہ تمام تلامذہ نے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم پائی لیکن شرح چغمینی، محقق دوانی اور شرح تجرید وغیرہ کتب اور درسِ حدیث دارالعلوم منظر اسلام میں حضرت صدر الشریعہ سے لیا[2]۔

---

(1) فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 409
(2) جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ص 54

دار العلوم حافظیہ سعیدیہ، دادوں تشریف آوری

1356ھ/1936ء میں حاجی غلام محمد خاں[1] شیروانی کے اصرار پر حضرت صدر الشریعہ دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ، میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے۔ حاجی غلام محمد خاں متولی مدرسہ ھذا، صدر الشریعہ کی آمد پر بہت خوش تھے۔ ان کی خوشی بجا تھی کہ حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے نہ صرف مدرسہ بلکہ دادوں کی چھوٹی سی بستی پورے ہند و پاک میں شہرت و عظمت کی حامل بن گئی۔ تشنگانِ علم دور دور سے کھنچ کر دادوں پہنچنے لگے تاکہ حضرت صدر الشریعہ سے شرف تلمذ حاصل کریں۔ حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی صاحب جو ان دنوں دار العلوم حافظیہ سعیدیہ میں زیر تعلیم تھے، نہایت احسن انداز میں، حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے مدرسہ میں آنے والی تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ مدرسہ دادوں میں بحیثیت صدر المدرسین و شیخ الحدیث تشریف لائے آپ کی آمد سے دار العلوم میں علوم و عرفان کی بارشیں ہونے لگیں۔ وہ دار العلوم جہاں غیر درسی، غیر علمی مصروفیات کو غلبہ حاصل تھا اور جہاں کی فضاؤں میں تفریحی مشاغل کی گونج تھی اور جہاں مباحثہ و مکالمہ کے موضوعات فٹ بال اور اسی سلسلے میں کھیلے جانے والے مقامی و بیرونی مقابلے اور ان مقابلوں میں حصہ لینے والے طلبہ کے فنی کردار نیز نواب صاحب[2] مرحوم کے مراحم خسروانہ اور نوازشاتِ کریمانہ وغیرہ ہوتے تھے اب یہ موضوعات بدل چکے تھے اور ان کی جگہ علمی مباحث نے لے لی تھی جو دار العلوم کا حقیقی مقصد تھا۔ اب دار الاقامہ (ہوسٹل) میں منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، معانی و بیان، اور نعت و ادب کے مسائل پر گفتگو ہوتی یقیناً یہ آپ کا عظیم اور محسوس

---

(1) حاجی غلام محمد خان شیروانی رئیس مدھن پورہ ضلع ایٹہ، علم دوست، علماء و صلحاء کے عقیدت مند اور قدر دان، دین کی طرف خاص رغبت اور صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ حضرت حافظ خیر آبادی سے بیعت تھے۔ ساری زندگی شیخ کے قدموں میں گذار دی اور وہیں یعنی خیر آباد شریف میں انتقال فرمایا۔ نعت گوئی سے خاص شغف تھا۔ دیوان حافظی کے نام سے آپ کا مجموعہ نعت شائع ہو چکا ہے۔

(2) نواب ابوبکر خاں شیروانی، بانی مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، مخیر، رحمدل، جواد و کریم النفس اور خدا ترس روساء میں سے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دین سے بڑی محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ عربی و مذہبی تعلیم کے فروغ کے لیے اپنے مرشد حضرت حافظ خیر آبادی اور والد صاحب کے نام پر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ قائم کیا۔ طلبہ کی بڑی ناز برداری کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اگر نواب صاب کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے تو نواب صاحب کے طلبہ کو خوش کرنا چاہیے۔

روحانی تصرف تھا کہ بغیر کسی ظاہری جدو جہد اور سعیٔ اصلاح کے، فرسودہ ماحول یک لخت تبدیل ہو گیا۔ طلبہ کا ذہن تفریحی مشاغل' غیر درسی امور اور علم دشمن مصروفیات سے ہٹ کر حصولِ علم کی طرف مائل ہو گیا اور اب دار العلوم اپنے حقیقی مقاصد کے ساتھ اپنی صحیح شکل وصورت میں نظر آنے لگا۔ ایک ہی سال میں مدرسہ عربیہ دادوں کی دھوم مچ گئی اور اسے ہندوستان گیر شہرت حاصل ہو گئی۔ مدرسہ دادوں کے فارغ التحصیل طلبہ علم دین کے معیاری وقابل اعتماد فضلاء شمار کیے جانے لگے۔[1]

بیانِ خلیل العلماء علیہ الرحمۃ

حضرت صدر الشریعہ کے تلمیذ ارشد' صاحب تصانیف کثیرہ' خلیل العلماء مفتی خلیل خان برکاتی' حضرت صدر الشریعہ کی آمد کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے واقف ومتولی نواب ابو بکر خاں صاحب مرحوم کے بعد جب تولیت نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب شیروانی کے حصہ میں آئی تو مدرسہ درودیوار سراپا اشتیاق بنے ایک عظیم شخصیت کے استقبال میں چشم براہ تھے جن کے متعلق مدرسہ میں یقین ووثوق سے کہا جارہا تھا کہ وہ صدر المدرسین کی جگہ مدرسہ میں تشریف لانے والے ہیں۔

جلوہ افروزی

ہماری آنکھوں نے وہ دن دیکھ لیا اور آج بھی دیکھ رہی ہیں' حضرت صدر الشریعہ' بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب قادری' برکاتی رضوی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا آپ یقین فرمائیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم شرعیہ کی تجلیاں درودیوار سے چھن چھن کر سینہ ودل کی گہرائیوں میں گھر کرتی چلی جارہی ہیں۔

اندازِ درس

فقیر ان ایام میں علم الصیغہ' ہدایت النحو' منیۃ المصلی' میزان' منطق' قلیوبی وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا۔ درس وتدریس کیا ہے اس سے واقفیت نہ تھی ہاں اتنا جانتا تھا کہ کسی کتاب کو پڑھانے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے مضامین کی تقریر ایسی شستہ اور آسان زبان میں ہو کہ ہر طالب علم کے دل

---

(1) ظہیر احمد زیدی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر 77

میں اتر جائے۔ حضرت والا کا اندازِ درس کیا تھا اس سے اب تک واقفیت نہ تھی۔ پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرتِ والا کے قدموں تک رسائی ہوئی "ملا حسن" تھی دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرتِ والا نے مضمونِ کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں اور پھر عقیدت میں آنکھیں جھکیں...... دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا[1]۔

صدر الشریعہ کے اس اندازِ درس کی بدولت مشکل سے مشکل مضامین نہایت آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتے تھے۔ طلبہ محنت بھی خوب کرتے تھے۔ سالانہ امتحانات کے موقع پر طلبہ کی لیاقت و قابلیت کا بہترین مظاہرہ ہوتا تھا' حضرت مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں:

طلبہ کی قابلیت

سالانہ امتحانات کے موقع پر ممتحن صاحب نے مولوی محمد خلیل صاحب امروھوی سے چند سوالات بے جا کر ڈالے' مولوی محمد خلیل صاحب نے جواب دیا کہ اگر چہ یہ غیر متعلق سوالات ہیں لیکن میں ان کے جوابات دیتا ہوں اور پھر جوش میں آکر بلند آواز سے جوابات کی تقریر کی۔ حضرت صدر الشریعہ کو علم ہوا تو فرمایا کہ مولوی خلیل انہیں پڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے[2]۔

صدر یار جنگ کا اعتراف

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی' جو نہایت متبحر علمی شخصیت تھے اور ایک دور میں حیدر آباد دکن میں وزیر برائے مذہبی امور رہ چکے تھے۔ اور درس و تدریس کی اعلیٰ قدروں سے آگاہ تھے۔ صدر الشریعہ کے تلامذہ نے (مدرسہ حافظیہ سعیدیہ) کے سالانہ امتحانات 1356ھ/1937ء میں اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ثبوت دیا تو نواب صدر یار جنگ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کیے ہوئے صدر الشریعہ کے تدریسی ملکہ کا اعتراف کیا۔

تقریر کی ابتداء اس طرح کی کہ خطبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدر الشریعہ کو مخاطب کیا۔ پھر حاضرین علماء و طلبہ و دیگر حضرات کی جانب متوجہ ہوئے۔ بانی مدرسہ اور منتظمہ کے بارے میں چند جملے کہنے کے بعد آپ نے اس زمانے کے فارغین و مدرسین میں استعداد کی قلت اور

---

(1) خلیل خان بر کاتی' مفتی' ماهنامه اشرفیه صدر الشریعه' نمبر ص 23
(2) ایضاً' ص 24

سطحیت کا شکوہ کیا پھر ملک کے عربی مدارس اور ان کے سرکاری بورڈ کے ذریعے ہونے والے امتحانوں پر سخت تنقید کی اور اس کے خلاف صحیح رخ پر اسلامی علوم کا احیاء کرنے والی چند شخصیتوں میں حضرت صدر الشریعہ کے وقارِ علمی کا زبردست خطبہ پڑھا۔ کہا "مدارسِ عربیہ میں یہ جو امتحانات مولوی فاضل، منشی فاضل یونیورسٹیوں سے دلائے جاتے ہیں آپ یقین کیجئے کہ وہ ایک بلا ہے اور طاعون کی طرح ایک وبائے عظیم ہے یہ چیز علوم دینیہ کی بربادی کا سبب ہے جس سے گریز اشد ضروری ہے۔ یہاں سے جو چند طلبہ کی دستار بندی کی گئی اور اسناد عطا کی گئیں وہ قابل شکر ہے۔

حضرات آج کل مدارس بہت ہیں اور مدرس بہت' طلبہ بہت' میں ہندوستان کے مختلف مدارس میں پھرا اور دیکھا مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھر جایئے اور مدرس تلاش کیجئے صحیح معنوں میں مدرس نہیں ملیں گے[1]۔

مزید کہا "میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں۔ ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے۔ نام کے مولوی نہیں[2]۔"

دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں حضرت صدر الشریعہ نے 1356ھ/1936ء سے لے کر 1362ھ/ 1943ء تک تقریباً سات برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس عرصہ میں درج ذیل مشاہیر تلامذہ نے استفادہ کیا۔

1. خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمتہ
2. وقارِ ملت مفتی وقار الدین صاحب قادری علیہ الرحمتہ
3. رئیس المحدثین مولانا مبین الدین امروھوی علیہ الرحمتہ
4. صاحب تصانیف کثیرہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمتہ
5. مولانا سید ظہیر احمد زیدی مصنف بہارِ شریعت حصہ نوازدہم
6. مولانا حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمتہ
7. مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی
8. مولوی شمس الدین آنولہ ضلع بریلی

---

(1) بدر القادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات' ص 52
(2) حسن رضا خان' ڈاکٹر' فقیہ اسلام' ص 270

دورانِ قیامِ دادوں صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادے حکیم شمس الہدیٰ صاحب' جو آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے جملہ معاملات کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے تھے' انتقال کر گئے چھوٹے صاحبزادے مولوی یحییٰ' ایک جوان بیٹی پھر آپ کے تیسرے جوان العمر صاحبزادے مولوی عطاء المصطفیٰ صاحب انتقال کر گئے۔ اس طرح تین چار سال کے مختصر عرصے میں آپ کے تین جوان صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی نے انتقال کیا مگر تسلیم و رضا کی منزل سے آپ کے قدم استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ ایسے عظیم و شدید صدمات کو برداشت کر لینا کوئی آسان کام نہیں۔ اگر وہ ارحم الراحمین توفیق صبر نہ عطا فرمائے تو معلوم نہیں انسان کیا کر ڈالے لیکن آپ سنت نبویہ اور اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہے۔

یہی پے در پے صدمات کم نہیں تھے کہ محترم حاجی غلام محمد خاں صاحب شیروانی متولی مدرسہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور ان کی جگہ دوسرے رئیس اعظم مدرسہ کے متولی بن گئے۔ یہاں سے مدرسہ کے نظم و نسق میں تغیر شروع ہو گیا۔ علم و علماء کی قدر و منزلت کم ہونے لگی۔ کاسہ لیسی و درباری کا دور شروع ہو گیا۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے صدر الشریعہ نے استعفیٰ دے دیا اور وطن مالوف گھوسی (مدینۃ العلماء) تشریف لے گئے۔

مدرسہ مظہر العلوم' بنارس تشریف آوری

کچھ عرصہ بعد حضرت صدر الشریعہ نے مدرسہ مظہر العلوم' کچی باغ' بنارس کی دعوت 1363ھ/ 1944ء میں منظور فرمائی اور صدر المدرسین کی مسند پر جلوہ افروز ہو گئے۔ مولانا مظہر ربانی' مولانا لطف اللہ جلالی اور ان کے ہمراہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے تقریباً سترہ طلبہ بنارس پہنچ گئے اور حضرت کے حکم پر سب کا داخلہ ہو گیا انہی کے ساتھ ماریشس' افریقہ سے آئے ہوئے طالب علم مولوی محبوب خدا بخش افریقی صاحب بھی حاضر خدمت ہو گئے (۱)۔ حضرت کی جلالت علمی اور تلامذہ کی استعداد کے باعث چند روز میں مظہر العلوم کے درس و تدریس کا نقشہ بدل گیا۔ یہاں حضرت نے تقریباً ایک سال ہی تدریس فرمائی تھی کہ آپ کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا۔ آنکھوں کے آپریشن کی وجہ سے آپ نے کچھ تلامذہ کو بریلی اور کچھ کو دار العلوم اشرفیہ مبارکپور بھیج دیا۔ اس کے بعد جب مفتی اعظم ہند اور حضرت محدث اعظم پاکستان (علیہما الرحمۃ) حج کے لیے

---

(۱) سید مظہر ربانی' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات و خدمات' ص 363

تشریف لے گئے تو ان کی جگہ کچھ عرصہ کے لیے آپ دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔ محدث اعظم پاکستان کی بریلی واپسی پر مدینۃ العلماء گھوسی لوٹ آئے۔ اس کے بعد کسی مدرسہ میں تدریسی ذمہ داری قبول نہیں کی۔

تدریسی خصوصیات

تدریس ایک اہم اور مشکل کام ہے۔ خود کتاب کے مضامین کو کما حقہ سمجھنا' پھر طالب علم کو اس طرح سمجھا دینا کہ وہ واقعی سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ بتانا ممکن نہیں۔ پھر طالب علم اگر ذہین ہے تو اس کے شبہات کو اس طرح دور کرنا کہ وہ مطمئن ہو جائے صرف خداداد استعداد ہی سے ہو سکتا ہے۔ طالب علم جو شبہ بیان کر رہا ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ وہ ابھی قادر الکلام نہیں اپنی بات کما حقہ نہیں کہہ پاتا۔ ایک ماہر استاد کا کام یہ ہے کہ وہ طالب علم کے غیر مرتب جملوں سے یہ جان لے کہ اس کو کھٹک کیا ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔ جس مدرس میں یہ کمال نہ ہو وہ حقیقت میں مدرس نہیں۔

1. طلبہ کی نفسیات سمجھنا

حضرت صدر الشریعہ اس خصوص میں ایسے ماہر تھے کہ طالب علم کے سامنے مشکل سے مشکل مسئلے کی تقریر مختصر الفاظ میں اس طرح کر دیتے کہ طلبہ کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا اور طلبہ کے شبہات کو ان کے چند الفاظ سے کما حقہ سمجھ لیتے اور نپے تلے جملوں میں ایسا جواب ارشاد فرماتے جسے سن کر طالب علم باغ باغ ہو جاتا۔

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''ایک ماہر مدرس متوسط ذہن رکھنے والے طالب علم کو بھی کندن بنا دیتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ طلبہ کے ذہن میں مضامین کو نقش کالحجر فرما دیتے تھے۔ صرف پڑھاتے ہی نہیں تھے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ گھول کر پلاتے تھے۔ میں اگرچہ اس سے محروم رہا کہ حضرت صدر الشریعہ سے درسِ نظامی کی کوئی کتاب پڑھتا مگر یہ مجھ پر اللہ عزوجل کا بہت بڑا فضل ہے کہ مجھے سال بھر تک اس طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا کہ میں ہوتا اور حضرت ہوتے۔ تیسرا کوئی نہ ہوتا۔ کتب حدیث وفقہ وتفاسیر کے ہزاروں صفحات فتویٰ نویسی کے وقت میں پڑھ کر سناتا تا۔ ادنیٰ سی غلطی پر ٹوکتے پھر جلد بتاتے نہیں' بلکہ پوچھتے صحیح کیا ہے؟ گرتے پڑتے صحیح بتا دیتا تو چہرے پر بشاشت

ظاہر ہو جاتی اور اگر نہ بتا پاتا تو کبھی مسکرا کر کبھی پیار سے بتاتے اور کبھی اتنے زور سے ڈانٹتے کہ حجرۂ مبارک گونج جاتا میں چونکہ مزاج آشنا تھا اس لئے سخت سے سخت ڈانٹ پر میرے اوسان خطا نہ ہوتے کبھی کبھی تو یہ ہوتا کہ حضرت ڈانٹتے اور میں مسکراتا رہتا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی باتیں اب ذہن میں نہیں البتہ ایک بات یاد رہ گئی جو اگرچہ کتب سے متعلق تو نہیں مگر طرزِ تعلیم کی نشاندہی کرتی ہے:

میں حضرت کو اخبار سنا رہا تھا۔ بغداد کے متعلق کوئی خبر تھی میں نے اس کو بُغداد پڑھا فوراً ٹوک دیا' کیا پڑھا؟ میں فوراً سنبھل گیا اور عرض کیا بَغداد فرمایا بغداد کیسے؟ میں نے عرض کیا اصل میں باغ داد تھا یہ سنتے ہی مسکرا پڑے اور بہت خوش ہوئے[1]۔

2. بدھ کو سبق کا آغاز

خلیل العلماء مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں:

''جہاں تک اس فقیر بے مایہ کی یادداشت کا تعلق ہے یہ فقیر کہہ سکتا ہے کہ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز فرماتے تھے اور یہی معمول رہا ہے علمائے کرام کا اور اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ ''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من شئی بدی فی یوم الاربعاد و الاء قدتم'' بلکہ رسالہ تعلیم المتعلم میں فرمایا'' وھکذا کان یفعل ابی حنیفہ ''پھر روایات میں آتا ہے کہ ''یوم الاربعا یوم خلق فیہ النور'' تو اس اعتبار سے یہ دن اہل ایمان کے لئے مبارک ہے اس دن سبق کا آغاز ہو تو ان شاء اللہ نورِ علم میں زیادتی ہوگی اور وہ علم برکاتِ دارین کا موجب ہوگا۔

3. سبق کی مقدار

مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ''دورانِ درس اس بات کا خاص اہتمام بلکہ التزام فرماتے کہ سبق کی مقدار اتنی ہی رہے جو اقرب الی الفہم ہو اور بتدریج اس میں اضافہ فرماتے تاکہ طلبہ پر بار نہ ہو اور اس کی طبیعت میں تکدر وملال پیدا نہ ہو۔ اور ضیاع وقت کا باعث نہ ہو۔

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 44

4. خود اعتمادی

مدرس کو درس دیتے وقت اگر خود اپنے پر اعتماد نہ ہو دوسروں کو کیا اعتماد سے پڑھا سکتا ہے اور دوسرے اس سے پڑھ کر کیا فیضیاب ہو سکتے ہیں اور یہ وصف جسے خود اعتمادی کہتے ہیں حضرت صدر الشریعہ کی ذاتِ والا صفات میں نہ صرف درس و تدریس کے وقت بلکہ ہر محفل میں نمایاں نظر آتا تھا لیکن نہ اس قدر کے غرور و تکبر سے تعبیر کیا جا سکے۔

5. صدر الشریعہ کی خصوصیت خاصہ

حضرت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> حضرت صدر الشریعہ کے درس و تدریس میں جو خصوصیت اس فقیر نے ہمیشہ دیکھی وہ یہ کہ طالب علم کیسا ہی لائق و فائق ہو جب وہ سبق کی عبارت پڑھتا تو اس پر لازم تھا کہ وہ عربی عبارت کا با محاورہ نہیں بلکہ لفظی اور بامعنی ترجمہ کرے۔ با محاورہ ترجمہ تو ذہین طالب علم بلکہ متوسط فہم و صلاحیت رکھنے والا طالب علم بھی بآسانی کر سکتا ہے لیکن لفظی ترجمہ جو بامعنی ہو بے معنی اور مہمل نہ ہو پوری توجہ اور انہماک کے بغیر محال نہیں تو مشکل تر ضرور ہے۔ لفظی ترجمہ سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ طالب علم نے بغور کتاب کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں۔ حضرت کو اس سلسلے میں کسی طالب علم کی لاپرواہی گوارا نہ تھی۔ اسی لئے کسی طالب علم میں یہ مجال نہ تھی کہ مطالعہ کیے بغیر حضرت کے روبرو قراءت کر سکے۔ حضرت والا کا یہ انداز طالب علم کو طالب علم بنانے کا اعلیٰ ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس کے تلامذہ میں واعظ و مقرر کم' مدرس و مفکر بکثرت پائے جاتے ہیں اور برصغیر ہندو پاک کے مشہور مدارس میں غالباً معدودے چند ہی ایسے مدارس ہوں گے جہاں حضرت کے فیض یافتہ بالواسطہ یا بلاواسطہ موجود نہ ہوں۔

قرأت و لفظی ترجمہ کے بعد باری آتی ہے کتاب کے مضمون کی تقریر اور طالب علم کے ذہن نشین اس مضمون کو کرانے کا مرحلہ۔ یہ مرحلہ حقیقت یہ ہے کہ بڑا جانکاہ مرحلہ ہے۔ طلبہ سبھی ذہین نہیں ہوتے۔ غبی اور کودن بھی ہوتے ہیں لیکن کتاب کے مضامین کی ایسی دلنشین تقریر کہ ہر ذہن مطمئن ہو جائے۔ حضرت کی خصوصیت خاصہ ہی کہی جا سکتی ہے[1]۔

---

(1) خلیل خان برکاتی "مفتی" حضرت صدر الشریعہ کا انداز تدریس (قلمی)، نبیرۂ خلیل العلماء مولانا حماد رضا خان نوری کی وساطت سے یہ قلمی مضمون ملا۔ اس عنایت پر راقم ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

4. طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق درس

شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری علیہ الرحمۃ اپنے مخصوص انداز میں اپنا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''علامہ ابن حاجب کی کتاب ''کافیہ'' پڑھنے کا جب وقت آیا تو ہم لوگوں کی ''کافیہ'' ایک مولوی صاحب کو پڑھانے کے لیے دے گئی انہوں نے ''رب یسر ولا تعسر'' کے بعد ''الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد'' کی تشریح شروع کر دی۔ مولوی صاحب نے اس جملے پر اتنی تیز اور زبردست روشنی ڈالی کہ ہم لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں اور ہمارے ساتوں طبق روشن ہو گئے کبھی کہتے الکلمۃ میں الف لام کیسا ہے؟ کبھی پوچھتے الکلمۃ میں ''ت'' کیسی ہے؟ کبھی سوال ہوتا کہ کلمہ کس سے مشتق ہے؟ غرض وہ خود ہی اعتراض کرتے اور خود ہی جواب دیتے جاتے اور ہم لوگ ہونق کی طرح منہ کھولے مولانا صاحب کے رخ زیبا کی زیارت کرتے رہتے ہمارے دل میں خیال آتا یا اللہ! مولانا صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟ خدا نہ کرے کہیں کچھ آسیبی اثر تو نہیں یا ذہنی توازن تو نہیں بگڑ گیا خدا خدا کرے گھنٹی (پیریڈ) ختم ہوئی تو فرمایا کہ باقی تشریح کل کروں گا' غرض تین دن تک لگا تار ''الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفردِ'' کا بخیہ ادھیڑتے رہے اور ہم لوگ نزع کی حالت میں دم توڑتے رہے۔ اس کے بعد میں نے ابا جی یعنی حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا کہ ''کافیہ'' سمجھ میں نہیں آتی نہ جانے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ انہوں نے فرمایا اچھا ''کافیہ'' پڑھا دوں گا انہوں نے ایسے آسان انداز میں ''کافیہ'' پڑھائی کہ ساری کتاب سمجھ میں آ گئی۔ حضرت نے فرمایا مولانا جو تمہیں پڑھا رہے تھے وہ سب شرح جامی میں پڑھ لو گے۔ یہاں اس کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر (1)

7. درس میں انہماک

درس نہایت توجہ اور انہماک سے دیتے یہاں تک کہ اس دوران کوئی آ جاتا تو آپ کو مطلق

---

(1) فداء المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات' ص 269

خبر نہ ہوتی چنانچہ مولانا ظہیر احمد زیدی بیان کرتے ہیں:

''درسِ حدیث اس درجہ انہماک و استغراق کے ساتھ ہوتا کہ آپ کو کسی آنے اور جانے والے کی مطلق خبر نہ ہوتی۔ اس استغراق میں علم حدیث کے ساتھ مولانا کے ادب و احترام کو بڑا دخل تھا۔ ایک بار متولی مدرسہ (حافظیہ سعیدیہ) جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب مرحوم کسی بد باطن کی حاسدانہ شکایت پر برائے تحقیق و معائنہ کلاس میں تشریف لائے۔ درسِ حدیث پاک کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ متولی صاحب قریب ہی دروازہ پر کھڑے تھے لیکن آپ کو اس طرف قطعاً توجہ نہیں ہوئی۔ وہ خاموش واپس تشریف لے گئے اور مولانا کے خلوص' استغراق' للّٰہیت اور روحانیت سے بے حد متاثر ہوئے[1]۔

8. فرائض منصبی کا احساس

حضرت صدر الشریعہ اپنے فرائض منصبی میں اتنے مخلص اور محنتی تھے کہ آج ایسا مدرس پوری دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ وقت سے پہلے مدرسہ پہنچتے اور چھٹی ہونے کے بعد تک درس جاری رکھتے۔ چاہے طبیعت کتنی ہی خراب ہوتی کبھی درس کا ناغہ گوارا نہ کرتے۔ طلبہ آپ کی طبیعت کی ناسازی دیکھ کر نہ پڑھانے کی درخواست کرتے مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ ناغہ کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن بھی صبح سے گیارہ بجے تک گھر پر درس دیا کرتے تھے۔[2]

9. تعلیم کے ساتھ تربیت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ' تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اور ان کی اصلاح کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ داڑھی مبارک' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی پیاری سنت ہے۔ اس سنت مبارکہ کو اپنانے کے لیے حضرت صدر الشریعہ نے اپنے تلمیذ ارشد' مولانا ظہیر احمد زیدی کو کس انداز سے تاکید فرمائی' انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے' فرماتے ہیں:

---

(1) ظہیر احمد زیدی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 86

(2) فداء المصطفیٰ قادری' مولانا حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات، ص 269

''علی گڑھ کا ماحول مغرب زدہ تھا' اور میں خود بھی اس ماحول سے متاثر تھا' سبزۂ خط کا آغاز ہوا تو میں نے مغربی تہذیب کے اثر میں اس کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ ابتداءً تو مولانا کو اس کا علم نہ ہوا کیونکہ میں اس قدر احتیاط رکھتا کہ مولانا کی نگاہ کے سامنے ہی نہ آتا لیکن تا بکے آخر ایک بار حضرت کو شبہ ہو ہی گیا اور بالآخر یہ بات آپ کے علم میں آ گئی۔ اب میرے خوف اور پریشانی کی انتہا نہ تھی۔ لیکن چونکہ میرا سلسلہ نسب سادات سے ہے اور حضرت مولانا سادات کا پاس و ادب ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اس لئے اگرچہ میری یہ حرکت آپ کی صد ہزار ناراضگی کا باعث تھی تاہم آلِ رسول ہونے کی نسبت سے میرے لیے ڈھال بن گئی۔ لیکن حضرت اس سے غافل قطعاً نہ تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بار بہریا مہتر (جھاڑو دینے والا) بیمار ہونے کی وجہ سے کئی دن نہ آیا جس کی وجہ سے کمرہ گندہ اور غلیظ ہو گیا۔ جھاڑو تلاش کی تو کہیں نہ مل سکی مجبوراً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کمرے پر حاضر ہوا۔ آپ نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے سامنے سے ایک طرف چھپتے ہوئے عرض کیا ''حضور صفائی کے لیے جھاڑو کی ضرورت ہے'' بڑے پیار بھرے لہجے میں فرمایا اگر کمرہ میں جھاڑو دینا ہے تو ''بہریا'' کو بلا لے اور اگر منہ پر جھاڑو دینا ہے تو امیر بخش (حجام کا نام) کو بلا لے' معلوم نہیں کیا وقت تھا اور حضرت کا کیا انداز تھا کہ آپ کے اس سادہ سے (طنزیہ) جملے نے قلب پر گہرا وار کیا اور اس قدر ندامت ہوئی کہ اس دن کے بعد سے آج تک داڑھی نہیں منڈوائی[1]۔

10. تمام علوم وفنون پر یکساں مہارت

حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر علم و فن کو یکساں پڑھاتے کسی بھی فن کے کسی سبق میں کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کو اس فن میں مہارت نہیں۔ حدیث ہو یا تفسیر' فقہ و اصولِ فقہ ہو یا معانی بیان و بدیع' منطق و فلسفہ ہو یا نحو و صرف' ہیئت' ریاضی' ہندسہ' حساب ہو یا طب و حکمت غرض کہ درسِ نظامی کے تمام علوم و فنون میں یکساں مہارت تھی اور ہر فن کی کتابیں یکساں شان و شوکت کے ساتھ پڑھاتے اندازِ تدریس نہایت عمدہ ہوتا' مغلق اور نہایت

(1) ظہیر احمد زیدی 'مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 89

پیچیدہ مسائل کو انتہائی خوش اسلوبی اور آسان طریقے سے طلبہ کو سمجھاتے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سمجھ جاتا۔ علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں:

''ہر مقام پر ایک مختصر سی جامع و مانع، وافی و شافی، تقریر فرماتے، شکوک وشبہات کے بادل خود بخود چھٹ جاتے اور علم و یقین کا سورج مشرقِ قلب و دماغ پر جلوہ گر ہو جاتا[1]۔

مولانا مبارک حسین مصباحی نہایت جامع انداز میں صدر الشریعہ کی تدریسی خصوصیات کو یوں بیان کرتے ہیں:

''کیا کبھی آپ نے اس پہلو پر غور کیا کہ درسِ نظامی کے پڑھانے والوں کی تو عہد صدر الشریعہ میں ایک لمبی فہرست نظر آتی ہے مگر درسگاہ صدر الشریعہ کی وہ کونسی نمایاں خصوصیات ہیں کہ اس کا فیض سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اپنی کوتاہ علمی بساط کے اعتراف کے ساتھ جہاں تک میں نے سمجھا وہ نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

ا) اخلاص وتقوی

ب) علم وعمل میں ہم آہنگی

ج) تدریسی یکسوئی اور محنت ولگن

د) علوم وفنون پر مکمل دسترس

ہ) پوری ذمہ داری کے ساتھ اسباق کی پابندی

و) جوہر شناسی اور شخصیت سازی

ز) علمی فروغ اور اشاعت اسلام کا وافر جذبہ [2]

11. طریقہ تدریس

بعض اساتذہ تفہیم کتاب بصورت سوال وجواب فرماتے ہیں اور بعض کتاب کی تقریر ایسے انداز سے فرماتے ہیں جس سے اعتراض وارد ہونے ہی نہ پائیں، آپ بروقت تدریس طریقہ دوم اختیار فرماتے تھے اور گاہے گاہے طریقہ اول جبکہ مقام دقیق مضامین پر مشتمل ہوتا تھا[3]۔

---

(1) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص 20

(2) مبارک حسین مصباحی، مولانا، حضور ﷺ حیات وخدمات، ص 276

(3) سید غلام جیلانی، میرٹھی، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 22

12. تبحرِ علمی

تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ پورا درسِ نظامی مستحضر تھا' جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے' کما حقہ پڑھاتے' ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات اور شکوک وشبہات رفع ہو جاتے اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا۔ علاوہ درسیات کے جو بھی کتاب لائی گئی' کما حقہ پڑھایا۔ ایک افغانی طالب علم' سن رسیدہ جو دوسرے مدارس میں کئی بار درسِ نظامی کی تکمیل کر چکا تھا' حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا' اس نے ''تتمہ خانقاهی'' پڑھنے کی درخواست کی' حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی ''تتمہ خانقاهی'' اصولِ فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے' ہندوستان میں رائج نہیں' اس لئے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیونکہ یہ اردو کم سمجھتا تھا۔ [1]

اجمیر شریف قیام کے دوران شروع میں زیادہ تر تفسیر وحدیث کے اسباق پڑھاتے۔ پھر جب وہاں کے مدرسین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ دینیات میں تو ان کی بالغ نظری مسلمہ ہے لیکن منطق وفلسفہ میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے تو آپ منطق وفلسفہ کی بھی منتہی کتب پڑھانے لگے [2]۔

مولانا ظہیر احمد زیدی بیان فرماتے ہیں:

''درحقیقت مولانا ایک بحرِ بے ناپیدا کنار تھے جملہ علوم منقول پر حاوی' درسیات و فقہیات پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور درس و تدریس پر عبورِ کامل حاصل تھا۔ طالب علم نے عبارت پڑھی اور مولانا نے معانی ومطالب پر جامع ومدلل اور پر مغز تقریر فرما دی۔ انداز ایسا تھا کہ ہر مشکل سے مشکل مسئلہ آسانی کے ساتھ دل نشین ہو جائے۔ اور یہ بھی مولانا کا عظیم روحانی کرشمہ تھا کہ طالب علم کا ذہن درس سے غیر حاضر نہ ہونے پاتا تھا۔ ہر مضمون اور ہر علم کو اس طرح پڑھاتے گویا اسی علم میں آپ کو خصوصی مہارت ہے۔ پانچ سال کی لمبی مدت میں ہم قطعاً یہ امتیاز نہ کر سکے کہ مولانا علوم منقول ومعقول میں سے کس علم پر زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ ہر علم کی تدریس مساوی تھی [3]۔

---

(1) عبدالعزیز مبارک پوری' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ' صدرالشریعہ نمبر' ص 12

(2) عبدالحکیم شرف قادری' مولانا' عظمتوں کے پاسباں' ص 66

(3) سید ظہیر احمد زیدی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ' صدرالشریعہ نمبر' 85

ایک مرتبہ بریلی شریف میں دارالعلوم منظر اسلام میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی درس دے رہے تھے اور دروازے کی اوٹ سے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سماعت فرمار ہے تھے وہاں سے واپس آ کر آپ نے لوگوں میں اپنا یہ تاثر بیان کیا'' مولانا امجد علی صاحب جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے[1]۔''

مسلم یونیورسٹی کے نصابی بورڈ میں شرکت

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا جائے مگر بوجوہ ایسا ممکن نہ ہوا۔آخر کار فروری 1926ء میں عوام کے پرزور اصرار پر نصاب میں دینیات کا مضمون شامل کیا گیا۔اب مسئلہ نصاب مرتب کرنے کا تھا اس مقصد کے لیے ملک کے مختلف حصوں سے ارباب حل وعقد کو دعوت دی گئی۔حضرت صدر الشریعہ کو بھی ان کے طویل تدریسی تجربے،تبحر علمی اور طلبہ کی نفسیات سے آگاہی کی بنیاد پر تشریف آوری کے لیے عرض کیا گیا چنانچہ آپ نصاب تعلیم مرتب کرنے والے اس اہم اجتماع میں شریک ہوئے۔سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

''مسلم یونیورسٹی کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کا بھی صیغہ قائم ہو کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لیے جب روپیہ فراہم کیا جارہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی۔اس لئے اب وعدہ وفا کرنے کے دن آ گئے ہیں چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصاب ہائے تعلیم اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے،علی گڑھ میں جمع ہوئے۔اور متواتر سات اجلاسوں میں جو 11 فروری سے 17 فروری تک منعقد ہوتے رہے مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لیے ایک نقشہ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے

(2) محمد عطاء الرحمٰن قادری،ماہنامہ معارف رضا،منظر اسلام نمبر،ص 142

ایم۔اے تک کا یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا اس مجلس کے ارکان حسب ذیل حضرات تھے۔نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی' مولانا سلیمان اشرف صاحب صدر علوم مشرقیہ مسلم یونیورسٹی' مولانا مناظر احسن صاحب استاد دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد و مولانا امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر اور خاکسار اور مولانا عبدالعزیز صاحب میمن راجکوئی استاذ ادبیات عربی مسلم یونیورسٹی نے بھی خاص خاص موقعوں پر شرکت کی۔ (1)

(1) مبارک حسین مصباحی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ ص 26 اپریل 2001ء

تقریر و تبلیغ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمتہ کے عہد میں برصغیر کا مذہبی و سیاسی ماحول نہایت مخدوش تھا۔ سیاسی ماحول تو یوں کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں کانٹے دار مقابلہ جاری تھا اور مذہبی یوں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے شدھی اور سنگھٹن کے نام سے تحریکیں چلا رکھی تھیں۔ مولانا امجد علی اعظمی نے ان تحریکوں کے سدباب کے لیے اولاً تو تدریس و تصنیف کا میدان سنبھالا۔ ہزاروں تلامذہ اور ضخیم تصانیف اس میدان میں آپ کی کامیابی کی شاہد عادل ہیں ثانیاً آپ نے وہ عوام جو کتابیں نہیں پڑھ سکتے ان کی اصلاح کے لیے اپنے تلامذہ کے ہمراہ تبلیغی جلسوں کا اہتمام کیا۔ سطور ذیل میں حضرت صدر الشریعہ کی تبلیغی خدمات کو بیان کیا جا رہا ہے:

نومسلموں میں تبلیغ

اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی' جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ مولانا امجد علی کے ایماء پر آپ کے تلامذہ (حضرت محدثِ اعظم پاکستان و حافظ ملت وغیرہما) نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ بیدار ہوا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں ''اجمیر کے زمانہ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے[1]۔

مدلل تقریر

عام واعظین و مقررین کے برعکس حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ مدلل' معلوماتی' علمی اور اصلاحی تقریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی آپ کی تقریر کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایسی تقریریں جو خالصتاً علمی ہوں اور سیدھے سادے عام فہم الفاظ میں ہوں' عوام پسند نہیں کرتے۔ عوام اب تقریروں میں بھی ہنسی مذاق' لطیفے' بذلہ سنجی ڈھونڈتے ہیں اور عوام میں وہی مقرر مقبول ہوتے ہیں جو الفاظ کے الٹ پھیر' گل و بلبل' غنچہ و بہار اور

---

1) اقبال احمد اختر القادری' ڈاکٹر' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 199

مترادفات کی کثرت سے زیادہ سے زیادہ کریں۔ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر میں ایسی لایعنی باتیں کبھی بھی نہیں ہوتی تھیں بلکہ خالص معلوماتی ہوتی تھیں۔ چوٹی کے بڑے واعظین کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ''صدر الشریعہ کی ایک تقریر سے میں تین تقریریں تیار کرتا ہوں[1]۔''

تقریر پر تاثیر

گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت' امام اہل سنت' مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان جو کسی کی تقریر کم ہی سنتے تھے' حضرت صدر الشریعہ کی تقریر نہ صرف سنتے بلکہ پسند بھی فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں بعض اوقات اپنی جگہ تقریر کرنے کا حکم بھی ارشاد فرماتے تھے۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ مجدد اعظم جس کی تقریر کو پسند کرے اور داد و تحسین سے نوازے اس کی تقریر کس قدر مدلل' اور تاثیر کے زیور سے مزین ہوگی؟ چنانچہ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ آپ کی ایک متاثر کن تقریر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ '' جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ اجلاس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ سارا مجمع محو حیرت تھا' حضرت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ[2] صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ''مولانا! آپ اس تقریر کو قلمبند کریں تو میں اسے چھپوا کر شائع کرادوں[3]۔

اجمیر شریف میں آپ کی تقریر اس قدر مقبول ہوتی تھی کہ علماء و مشائخ اور سب خاص و عام دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے' اول سے اخیر تک ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرتے ایک روز حضرت دیوان سید آلِ رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ درگاہ معلیٰ کے مکان پر آپ کی تقریر تھی۔ آدھا مجمع مکان کے اندر' آدھا مجمع مکان کے باہر تھا' دورانِ تقریر بارش ہونے لگی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا' سامعین بارش میں بھیگتے رہے اور اخیر تک برابر سنتے رہے[4]۔

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 53

(2) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ ماہنامہ انوار الصوفیہ' انجمن خدام الصوفیہ کے بانی تھے۔ ستائیس علوم و فنون پر عبور تھا' دس ہزار احادیث مع اسناد یاد تھیں۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات کے توڑ کے لیے پورے برصغیر کا دورہ فرمایا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت فرمائی' تحریک پاکستان کی پرزور تائید کی۔ 1370ھ/ 1951ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک علی پور سیداں میں مرجع خلائق ہے۔

(3) محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی' ماہنامہ رضائے مصطفیٰ' جنوری 2002ء' ص 11

(4) عبد العزیز محدث مبارکپوری' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 13

تین گھنٹے مسلسل تقریر

ایک بار جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ جلسے میں شریک ہونے والے علماء نے درخواست پیش کی کہ آج حضور ''امتناع نظیر (1)'' پر تقریر فرمائیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے حسب عادت معذرت کی کہ ''میں مقرر بھی نہیں اور مسئلہ بہت دقیق ہے اسے بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔'' حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے یہ سن کر فرمایا کہ مسئلہ دقیق سہی مگر آپ جب بیان فرمائیں گے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ خاموش ہو گئے۔ علماء نے سمجھا کہ قبول فرمالیا۔ جلسہ میں حضرت صدر الشریعہ کے تعارف کے وقت صدر الافاضل نے اعلان فرمادیا کہ آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کا عنوان ''امتناع نظیر'' ہے۔ مسئلہ اگر چہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنے والا عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط مرکب وجود رابطی' مثناہ بالتکریر جیسے اہم ودقیق منطقی وفلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے۔ فلسفہ اور علم کلام اور الہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے۔ حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب تشریف فرما تھے۔ یہ سنتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث' محدث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں سے دامن بھرا جائے گا۔

صدر الشریعہ نے آیہ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کو اپنی تقریر کا عنوان قرار دیا۔ اور حسب عادت انکساری اور تواضع کے چند کلمات کہنے کے بعد ہنس کر فرمایا۔ مگر جب ان نائبانِ رسول واساطین ملت کا حکم ہے تو اس کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے کہ میں اس کا اہل ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ان جلیل القدر علماء کا حسن ظن غلط نہیں ہونے دے گا۔

اصل موضوع پر آیہ کریمہ ''خاتم النبیین'' اور آٹھ دس احادیث کریمہ سے بطور قیاس شرعی ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل ماننے سے ان نصوص کے انکار کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا............ ایک گھنٹہ تک بڑی سلاست و روانی کے ساتھ اس مضمون کو بیان

---

(1) یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کا ہونا ناممکن ہے۔ 12 منہ رضوی

فرمایا علمائے کرام محوحیرت اور مجمع دم بخود معلوم ہوتا تھا کہ ایک انسان نہیں بول رہا ہے بلکہ عالم قدس کا کوئی ملک مقرب الہام ربانی کی تلاوت کررہا ہے۔ ایک گھنٹہ وقت دیا گیا تھا۔ ایک گھنٹہ پورا ہونے پر جیب سے گھڑی نکالی' دیکھ کر فرمایا: میرا وقت ختم ہوگیا میں رخصت ہو رہا ہوں اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کا وقت تھا۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا'' میں نے اپنا وقت آپ کو نذر کیا آپ تقریر جاری رکھیں''۔ حضرت صدرالشریعہ کا علم بھی اس وقت جوش مار رہا تھا اور مائل بفیض بھی تھے ... درود شریف پڑھوا کر پھر تقریر شروع کردی آیۂ کریمہ ''خاتم النبیین'' کی ایک نئے رنگ سے تفسیر فرمائی ... پہلے بہ طریق معروف بیان فرمایا کہ ''خاتم'' اسم آلہ ہے اس کا مادہ ''ختم'' ہے جس کے معنی مہر کرنے کے ہیں مگر اس کا استعمال معنی اسمی میں ہے۔ پھر اس کے لغوی' عرفی' شرعی تین معنی تفصیل سے بتائے۔ جب معنی شرعی بتاتے وقت مسلسل احادیث بیان کرنی شروع کیں تو معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاری احادیث سنا رہے ہیں ... پھر ثابت فرمایا کہ خاتم کے کوئی بھی معنی لئے جائیں ہر معنی کے لحاظ سے اس سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات ہے ... اتنے میں یہ گھنٹہ بھی ختم ہوگیا ... یہ فرما کر کہ حضرت محدث اعظم کا عطا کیا ہوا وقت بھی ختم ہوگیا اب میں رخصت ہوتا ہوں ... اس کے بعد غالباً حضرت ابوالحسنات یا حضرت ابوالبرکات لاہوری بانی حزب الاحناف لاہور کا وقت تھا۔ اب انہوں نے فرمایا کہ ''حضرت میں بھی اپنا وقت نذر کرتا ہوں آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔'' اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات کیوں ہے۔ اگر اس کو محال بالغیر مانا جائے اور ممکن بالذات تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ اسے واضح فرمادیں۔ یہ سن کر پھر تبسم فرمایا اور ''امتناع نظیر'' کے محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے پر دس پندرہ استحالے قائم فرمانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی کے رد کی طرف رخ موڑا۔ وہ اس کا قائل تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ اور چھ مثل زمین کے زیریں طبقات میں ہو چکے ہیں۔ (معاذ اللہ) پھر تو صدرالشریعہ کے بیان کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عوام وخواص سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں سب ساکت وجامد، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ عام سامعین نے ان مضامین کو سمجھا ہوگا مگر سب بغور سنتے رہے نہ کوئی اٹھا نہ کوئی اونگھا معلوم ہوتا تھا کہ سب پر پر سحر حلاحل کردیا گیا ہے۔ حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمتہ جو وہاں موجود تھے' فرماتے ہیں: ''اس وقت حضرت صدرالشریعہ کی روحانی قوت کا لوہا

سب نے مان لیا اور علم وفضل کا اعتراف تو پہلے ہی سے تھا۔ تیسرا گھنٹہ بھی پورا ہونے پر صدر الشریعہ نے یہ فرما کر کہ اب بہت دیر ہوگئی' آپ حضرات بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے' سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے اس لئے اب میں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتخو لنا للموعظۃ پر عمل کرتے ہوئے بس کرتا ہوں.......... صدر الشریعہ کرسی سے اتر آئے۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے کھڑے ہو کر اس تقریر پر ایسا شاندار تبصرہ فرمایا کہ زندگی میں کسی کی بھی تقریر پر ایسا تبصرہ نہ فرمایا تھا.... اس کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ دوسرے دن پورے شہر میں اس تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی[1]۔

پالی میں سالانہ محفل میں خطاب

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تقریر سے زیادہ تدریس پر توجہ دیتے تھے۔ اس لئے عوام میں مقرر کی حیثیت سے مشہور نہیں ہوئے۔ اس کے باوجود جس کسی نے حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سن لی وہ بس آپ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا۔ اسی ضمن میں حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔ ''اجمیر شریف کے قیام کے زمانے میں راجستھان کے مشہور صنعتی قصبے پالی جانے کا گیارہویں کے موقع پر اتفاق ہوا۔ وہاں کی چھیپا برادری' جماعتی سطح پر باپ دادا کے زمانے سے بہت شان وشوکت سے گیارہویں شریف مناتے ہیں۔ اسی میں حضرت صدر الشریعہ کو انہوں نے مدعو کیا اور پھر ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت صدر الشریعہ کی حیات بھر کسی دوسرے واعظ کو مدعو نہیں کیا.......... مجھے خود وہاں کے بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کے بعد کسی کی تقریر میں وہ لذت نہیں ملی[2]۔

عظمت ذکر مصطفیٰ کے موضوع پر یادگار خطاب

اس یادگار خطاب کی روداد حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے: ''مبارک پور دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں ابتداء ہی سے حضرت صدر الشریعہ اور حضرت محدثِ اعظم ہند[3] ضرور شریک ہوتے تھے۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات اشرفیہ کے سرپرست تھے۔ حضرت صدر الشریعہ سالانہ امتحانات بھی لیتے تھے۔ امتحان کے لیے حضرت صدر

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 53-51

(2) ایضاً' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 53

(3) محدث اعظم ہند ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی قدس سرہ 1311ھ/ 1893ء جائس ضلع رائے بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے تربیت اپنے نانا شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے زیر سایہ پائی مختلف

الشریعہ ایک دن پہلے آجاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت محدث اعظم ہند شام کو ساڑھے پانچ بجے تشریف لائے اور کہیں بہت دور سے آرہے تھے۔ اس لئے یہ تھکے ہوئے تھے۔ بعد عشاء کھانے پر حضرت صدر الشریعہ سے فرمایا کہ حضرت میں بہت تھکا ماندہ ہوں' تقریر نہیں کر سکتا۔ آج آپ بھرپور تقریر فرمائیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔ یہاں کے لوگ آپ کی تقریر کے مشتاق ہیں' آپ خطیب ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیان کر دوں گا پھر آپ کو تقریر کرنی ہوگی۔ حضرت محدث اعظم نے اپنی تھکان کا عذر پھر دہرایا اور ارشاد فرمایا۔ حضرت! دل کھول کر تقریر فرمادیں پھر کسی کو ہوش ہی نہ رہے گا جو میری تقریر کا نام لے حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا............ خیر دیکھا جائے گا۔

جلسہ کے وقت حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ میں اگرچہ بہت تھکا ہوا ہوں' سونے کے لیے مضطر ہوں' مگر جلسے میں ضرور چلوں گا' آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سننا ہے............ دونوں اکابر ساتھ ساتھ جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ دو کرسیاں رکھ دی گئیں اور پھر حضرت صدر الشریعہ نے تقریر شروع فرمائی۔ تمہید میں فرمایا کہ میں نے دن بھر طلبہ کا امتحان لیا ہے طلبہ چونکہ بہت ذہین اور ذی استعداد ہیں اس لئے ان کا امتحان لینے میں خوب جی لگ گیا۔ دوپہر میں سو بھی نہ سکا جس سے دماغ تھکا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی تقریر کے لیے بیٹھ گیا ہوں۔ چونکہ تقریر میں اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کرنی ہے جو میری روحانی غذا اور میرے ہر دکھ درد کی دوا ہے۔ یہ ان کا کرم ہے کہ مجھ سے اپنی مدح وثنا کروا لیتے ہیں ورنہ میں کہاں اور میرا علم کہاں۔ یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے جسے کوئی طے نہیں کر سکتا اللہ عزوجل فرماتا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا[1]۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ "کلمات ربی" سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا ہے............ بات یہ ہے کہ اگر حدود مملکت میں کوئی انمول ہیرے کی کان

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر 38 اساتذہ سے تحصیل علم کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر افتاء کی تربیت لی۔ خلافت واجازت بھی یہیں سے ملی۔ آپ بیک وقت عالم' فاضل' ادیب' خطیب' بے مثال صوفی' شاعر' پیر طریقت' اور محدث تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں صدر منتخب ہوئے۔ 1383ھ/1961ء میں وصال فرمایا۔

(1) تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ (کنزالایمان)

مل جاتی ہے تو حکومت اسے اپنا لیتی ہے.......... پھر میری بساط کیا کہ کماحقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کر سکوں..........

مجھے وہ منظر اچھی طرح ذہن نشین ہے اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی ...... ہزاروں کا مجمع ہمہ تن گوش تھا اور خود حضرت محدث اعظم ہند اس محویت سے سن رہے تھے کہ پہلو بھی نہ بدلا اور ٹکٹکی باندھے حضرت صدر الشریعہ کو دیکھتے رہے۔ اس وقت نہ واہ واہ کا رواج تھا نہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے کا اور نعرۂ تکبیر ورسالت کا.......... وقار واطمینان کے ساتھ لوگ علماء کی تقریریں سنتے تھے۔ پھر بھی حضرت محدث اعظم ہند بار بار ہلکی آواز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے تھے.......... اگر چہ ان کی ہلکی آواز پورے مجمع میں گونج اٹھتی تھی۔ (1)

سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق تقریر

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ جیسے ایک ماہر مدرس کی حیثیت سے طلبہ کی ذہنی سطح کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سبق پڑھاتے تھے یوں ہی ایک کہنہ مشق مقرر کی حیثیت سے سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق کلام کرتے تھے۔ حضرت کے شاگرد جناب مولانا سید مظہر ربانی بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک نواب صاحب نے اپنے یہاں بڑے پیمانے پر جلسہ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعقد کیا جس میں بہت سے نواب وجاگیردار اور روساء شریک ہوئے۔ علمائے کرام بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ صدر الشریعہ کی تقریر کا پروگرام تھا۔ حسب معمول حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی طلبہ کی جماعت میں شامل تھا۔ سب نے باہمی مشورہ سے قاری محبوب رضا کو نمائندہ بنا کر حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضور آج ''انما انا بشرٌ مثلکم'' والی تقریر فرمائیں جو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر فرمائی تھی۔ اس تقریر سے بریلی کی فضا تحسین ومرحبا کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ حضرت نے درخواست مسترد کر دی اور فرمایا بریلی اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے۔ بریلی کا بچہ بچہ اصل مابہ النزاع سے واقف ہے اس کے برعکس یہاں بہت سے لوگ طواغیت اربعہ کے ناموں تک سے واقف نہیں۔ ہمارے بیان سے گستاخانِ رسول کا تعارف ہوگا۔ ان کی کفری عبارتیں

---

(1) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 49

پیش کرتے وقت ان کی کتابوں کے نام بھی بتائے جائیں گے۔ بہت سے ناپختہ کاران کی کتابیں پڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ **کلموا الناس علی قدر عقولھم** یہاں تو عشق رسول، تعظیم اولیاء اور مسلک اعلیٰ حضرت کو دل میں اتارنے کی ضرورت ہے۔ جب دل نورِ ایمان سے منور ہو جائے گا تو پھر کبھی بھی، کہیں بھی، کوئی بھی اس کے خلاف نظر آئے گا تو مومن لاحول سے اس کا مقابلہ کرے گا[1]۔

اصلاحِ معاشرہ

حضرت صدر الشریعہ کہیں بھی کوئی کام شریعت وسنت کے خلاف ہوتا دیکھتے تو فوراً ٹوکتے اور اصلاح کرتے چنانچہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی بیان کرتے ہیں: ''ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ مغرب کے وقت کچھ تاخیر سے پہنچے۔ ایک حافظ صاحب کو ہم لوگ حافظ جنتی کہتے تھے، نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے ''وجاء بقلب'' کو بکلب پڑھا قلب معنی ''دل'' اور کلب معنی ''کتا''.......... اس مسجد میں مغرب کے وقت بہت بڑی جماعت ہوتی تھی۔ حضرت نے امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی انہیں ٹوکا اور فرمایا............ نماز نہیں ہوئی............ پھر کوئی صحیح خواں پڑھائیں۔ حافظ جنتی صاحب نے عرض کیا حضور ہی آکر پڑھا دیں۔ پھر حضرت نے نماز پڑھائی[2]۔

تحریک پاکستان کے حق میں یادگار تقریر

حضرت صدر الشریعہ جہاں جید عالم ومفتی اور قاضی شرع تھے وہیں نباض قوم اور ہمدرد ملت تھے۔ درس و تدریس کی مصروفیات کے باعث وہ باقاعدہ عملی سیاست میں تو نہ آئے لیکن اپنے فتاویٰ اور تقاریر کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی ضرور فرمائی۔ آپ نے مسلمانوں کو واشگاف الفاظ میں کانگرس سے بچنے اور مسلم لیگ کا ساتھ دینے کی تلقین کی۔ چنانچہ 1365ھ/ 1946ء کے پچیسویں عرسِ اعلیٰ حضرت میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ''کانگریس فتنہ عظیمہ ہے، وہ ہندوستان سے مسلمان کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے.......... علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس جال میں پھنستا ہوا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم مدت سے

---

(1) سید مظہر ربانی، مولانا، حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، ص 262

(2) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 55

اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں' کانگرس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (نومبر 1945ء مرکزی الیکشن) میں ان کانفرنسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت (فروری 1946ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لیے ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں[1]۔

حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کے بعد حضرت صدر الافاضل نے ان کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔''الیکشن کے معاملے میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگرس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انجام دیتے ہیں...... اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلے پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصے میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔ مسلمان یہ عزم کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم کرنے سے انہیں روک نہیں سکتی۔ اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جایئے اور اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہوگا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہے کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادقہ آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ جب آپ کا اس جوشِ صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کو کوئی روکنے والا نہیں[2]۔

دبدبۂ سکندری 15 فروری 1946ء کی اشاعت میں ہے کہ اس اجتماع عام کے موقع پر ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھا۔ علمائے اہل سنت کی اس زبردست حمایت اور پرزور تائید کی وجہ سے صوبائی انتخاب میں بھی مسلم لیگ سیاسی سطح پر مکمل طور پر فاتح ہو کر سامنے آئی[3]۔

---

(1) عبدالحکیم شرف قادری' مولانا' البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ' ص 295-294

(2) صابر حسین شاہ بخاری' سید' خلفائے امام احمد رضا اور تحریک پاکستان' ص 45

(3) ارشاد احمد رضوی' مولانا' ماہنامہ جہانِ رضا ص 54' ستمبر اکتوبر 1997ء

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت

آل انڈیا سنی کانفرنس جو برصغیر کے اہل سنت کی ملک گیر تنظیم تھی' کا ایک چار روزہ فقید المثال' تاریخی اجلاس 27 تا 30 اپریل 1946ء کو بنارس میں منعقد ہوا۔ اس میں پانچ سو مشائخ عظام' سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد سنیوں نے شرکت کی(1)۔

اس کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت' اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو(2)۔ اس کانفرنس میں صدر الشریعہ نے اپنے تلامذہ کے ہمراہ شرکت فرمائی اور آئین سازی کے لیے بنائی گئی کمیٹی جسے ''کمیٹی برائے اصول پاکستان'' کا نام دیا گیا تھا' میں بھی شامل ہوئے(3)۔

صدر الشریعہ کی تقریر کی خصوصیات

حضرت صدر الشریعہ' بدر الطریقہ کی تقریر نہایت ٹھوس مضامین اور تفسیر قرآن و حدیث پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ طریقہ تقریر یہ تھا کہ پہلے کسی آیت کی تلاوت فرماتے اس کے بعد اس کا ترجمہ فرما کر پھر آیت کی تفسیر اور اس کے متعلقات نہایت بسط سے بیان فرماتے۔ تقریر میں وہابیہ کا رد اور اہل سنت کے عقائد کا اثبات ہوا کرتا تھا۔ لیکن انداز بیان ایسا نرالا اور ادِلہ (دلائل) اتنے قوی اور واضح ہوتے کہ مخالف و موافق سب کو ان باتوں کو تسلیم کرنا پڑتا۔ عموماً مقررین کی خاص تقریریں ہوتی ہیں جو انہوں نے یاد کی ہوتی ہیں۔ اس کے اشارے' کنائے بلکہ اٹھنا' بیٹھنا تک انہوں نے مشق کے ذریعہ سے ٹھیک کیا ہوتا ہے لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے حضرت صدر الشریعہ کی کوئی تقریر رٹی ہوئی نہ تھی بلکہ تقریر بھی ایک مستند دینی درس اور باوقار خطبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہو

---

(1) صابر حسین شاہ بخاری' سید امام احمد رضا اور تحریک پاکستان' ص 70

(2) جلال الدین قادری' مولانا' تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس' ص 250

(3) مجید اللہ قادری' ڈاکٹر' محمد صادق قصوری' خلفائے اعلیٰ حضرت' ص 207

لگتا ہے کہ ابتدائے جوانی میں ایک یا چند تقریریں یاد کی ہوں' لیکن جہاں تک میرے سننے اور عام احباب کے سننے کا تعلق ہے سب لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خطبے ہمیشہ نئے اور نہیں عموماً نرالی ہوتی تھیں البتہ درمیان میں احادیث مشہورہ اور تاریخی واقعات کی طرف اشارہ بھی ہوا کرتا تھا۔ میں نے بعض مرتبہ دیکھا ہے کہ حضرت کو اگر رات میں تقریر کرنی ہے تو دن کو دوپہر کے وقت بعد غذا یا کسی اور وقت نہایت گہری سوچ میں مشغول رہتے تھے اور کبھی کبھی کچھ آہستہ آہستہ زبان سے بھی فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد تقریر ہوتی اور سماں بندھ جاتا[1]۔

اشاعتِ کتب

تحریر و تصنیف کی اہمیت سے کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ آج وہی قومیں زندہ ہیں جن کا لٹریچر عام ہے۔ جس قوم نے تصنیف و تالیف سے غفلت برتی وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ لٹریچر کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اسی لئے آپ نے تعلیم و تدریس' افتاء و تبلیغ اور دیگر اہم مصروفیات کے باوجود اشاعت کتب کا بھی اہتمام کیا۔ آپ نے بہت سے ایسے دینی و علمی رسائل شائع کئے جو عوام و خواص کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔ خصوصاً مجددِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے کتب و رسائل کی اشاعت کا آپ کے اندر غیر معمولی جذبہ و ولولہ تھا۔ بتیس (32) ایسے کتب و رسائل نظر سے گذرے ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ نے اپنے اہتمام سے شائع کیا۔ جن میں فتاویٰ رضویہ' ج اول اور جامع الفتاویٰ (مصنفہ مفتی ریاست علی خاں شاہ جہاں پوری) جیسی ضخیم اور اہم کتابیں شامل ہیں۔ کتابوں کے سرورق پر یہ جملہ درج ہے "مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب اعظمی قادری رضوی نے اپنے اہتمام سے مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھاپا[2]۔"

مطبع اہل سنت کا تمام کام آپ کے سپرد تھا۔ از کتابت تا تصحیح تمام کام کی آپ نگرانی فرماتے۔ کاپیوں کی تصحیح اور پروف کی تصحیح خود ایک بہت وقت طلب کام ہے۔ ذہین سے ذہین آدمی

---

(1) پاسبان الہ آباد' امام احمد رضا نمبر' ص 149

(2) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 95

کی نظر چوک جاتی ہے لیکن حضرت صدر الشریعہ کی نظر ایسی بارک بیں، صحیح بیں، صحیح خواں تھی کہ
آپ کی تصحیح سے کئی ہزار صفحات چھپے مگر کسی ایک میں کہیں ایک نقطے کی غلطی آج تک نہیں مل سکی۔
خیال کیجئے فتاویٰ جلد اول جو جہازی سائز کے 880 صفحات ہیں جس کے ہر صفحہ پر باریک خط
سے 23 سطریں ہیں اور حاشیہ پر فوائد کی تفصیل اور بھی باریک خط سے ہے۔ اور فہرست میں 37
سطریں ہیں۔ پھر یہ فہرست 32 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے...... مگر آج تک کوئی غلطی نہیں مل
سکی[1]۔ مطبع کی آمدنی بہت قلیل تھی اور اخراجات آمدنی کے لحاظ سے بہت زائد لیکن حضرت صدر
الشریعہ چونکہ اس کام کا ذمہ لے چکے تھے اس لئے اپنی تنخواہ کا ایک جز ہمیشہ پریس کی نظر کرتے
رہے(2)۔

(1) شریف الحق امجدی، مفتی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 46
(2) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 30

ردّ و مناظرہ

حضرت صدر الشریعہ نے درس و تدریس کی جاں گسل مصروفیات کے باوجود بہت سے مناظروں میں شرکت کی اور اپنی ذہانت و حاضر دماغی اور زورِ علم و وسعت مطالعہ سے منکرین و معاندین اہل سنت کے پرخچے اڑائے۔ حضرت صدر الشریعہ کے علمی مقام کا پورے برصغیر میں چرچا تھا۔ اسی لئے اکثر مناظر آپ کے سامنے آنا تو کجا نام سن کر ہی راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک مناظرہ کا احوال جس میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

''جنوری 1917ء بمطابق 1336ھ رنگون سے ایک تار آیا جو چوہدری عبد الباری کا بھیجا ہوا تھا' مضمون یہ تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا آپ ان سے مناظرہ کے لیے یہاں آسکتے ہیں۔ ان کو اطلاع دی گئی کہ تین اشخاص کے لیے سفر خرچ روانہ کر دیں کہ ان کو ہم یہاں سے روانہ کر دیں گے۔ اس وقت مولوی عبد العلیم صاحب میرٹھی(1) بھی بریلی تھے۔ انہوں نے بھی جانے کے لیے آمادگی ظاہر کی میں' مولانا عبد العلیم میرٹھی' مولانا عبد الکریم چتوڑی (یہ اس وقت میرے پاس پڑھنے کے لیے اپنے وطن سے آئے تھے اور مشغول تدریس تھے) تینوں بریلی سے کلکتہ ہوتے ہوئے رنگون جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے چوہدری عبد الباری کے نام ایک تار روانہ فرمایا کہ فلاں فلاں شخص کو روانہ کرتا ہوں' اگر میرے آنے کی ضرورت ہو تو وقت پر میں بھی پہنچوں گا اور ایک تار کلکتہ بنام حاجی لعل محمد خان صاحب روانہ کیا کہ یہ لوگ فلاں ٹرین سے جا رہے ہیں۔

''ہوڑہ'' میں گاڑی سے اترنے کے بعد استقبال والی جماعت میں سے بعض نے یہ کہا کہ

(1) مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی' میرٹھی' عظیم عالم و عارف اور عالمی مبلغ اسلام تھے۔ 35 سے زائد ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ ہزاروں غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے خلافت و اجازت حاصل تھی' لاکھوں مسلمانوں کو مرید کر کے ان کی روحانی اصلاح کی۔ انگلش' عربی اور اردو میں کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ 63 برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا شاہ احمد نورانی آپ کے فرزند ارجمند اور ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری داماد ہیں۔

آپ لوگ جن سے مناظرہ کے لیے رنگون جانا چاہتے ہیں' سنا ہے کہ وہ کل خود کلکتہ آنے والے ہیں (یعنی تھانوی صاحب) اور بیان کنندہ نے یہ بھی بتایا کہ ان کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا ہے کہ وہ کل آئیں گے اور پرسوں ان کا فلاں جگہ وعظ ہے تلاش کرنے پر نہ تو اشتہار ملا اور نہ تھانوی صاحب کے آنے کی محقق اطلاع ملی۔

جس شام کو کلکتہ اترے اس کی صبح کو رنگون جہاز جانے والا تھا۔ اگر اس سے جاتے ہیں اور تھانوی صاحب کلکتہ آجاتے ہیں تو جانا بیکار اور اگر نہیں جاتے اور فرض کیجئے کہ تھانوی صاحب بھی نہیں آئے تو ہمارے اس تین چار روز کی تاخیر سے اہل رنگون کو پریشانی اور مخالفین کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے لہذا یہ رائے طے پائی کہ مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑی کو صبح کے جہاز سے رنگون روانہ کر دیا جائے اور ہم یہاں کلکتہ رہ کر تھانوی صاحب کا انتظار کریں۔

مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ کہہ دیا کہ اہل رنگون کو اس تقدیر پر کہ تھانوی صاحب وہاں موجود ہوں یہ سمجھا دیں کہ وہ گھبرائیں نہیں دوسرے جہاز سے فلاں اور فلاں آرہے ہیں اور اسی مضمون سے کلکتہ سے ایک تار بھی دے دیا۔ ''چونکہ آج مولوی تھانوی صاحب کے یہاں آنے کی خبر ہے اس لئے ہم اپنا سفر ملتوی کرتے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب کو روانہ کرتے ہیں۔''

رنگون کا جہاز آیا اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کلکتہ وارد ہوئے ہیں۔ فلاں جگہ ان کا قیام ہوگا اور فلاں جگہ ان کی تقریر' یہ اطلاع پا کر میں نے تھانوی صاحب کے پاس ایک تحریر لکھی کہ رنگون سے یہ تار دیا گیا ہے کہ آپ مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کی دعوت ہے۔ کلکتہ آنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہوا کہ آپ آج یہاں وارد ہونا چاہتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کو سن کر سخت تعجب ہوا۔ اگر آپ مناظرہ کے لیے تیار تھے تو رنگون سے واپس کیوں آئے؟ اور نہیں تھے تو سمندر پار مناظرہ کے اعلان کی کیا ضرورت تھی۔ بہرحال آپ کی آمد کی اطلاع پا کر میں یہاں رک گیا ہوں۔ اگر آپ واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں اور اگر آپ ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں تو شوق سے آئیے۔ آپ کی حفاظت اور نقص امن کے ہم ذمہ دار ہیں۔

یہ تحریر ان تک پہنچا دی گئی' انہوں نے پڑھنے کے بعد مناظرہ سے انکار کر دیا اور حسب عادت تحریری جواب نہ دیا۔ یہ تمام واقعات مفصل طور پر لکھ کر ایک اشتہار کی صورت میں' اسی روز

شائع کیا گیا۔

علیٰ رؤس الاشہاد اعلانِ حق

اور اسی سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ ایک بڑے جلسے میں تھانوی صاحب کا مناظرے کا اقرار، پھر مقابلے کا نام سنتے ہی فرار، عام مسلمانوں کے سامنے بیان کر دیا جائے اور علی الاعلان ان کو دعوتِ مناظرہ بھرے جلسے میں دی جائے کہ ان میں کچھ بھی دم ہو تو علمائے حق کے سامنے منہ کھولیں۔ اور علی رؤس الاشہاد ان کی گمراہی ظاہر ہو گی اور حق کا آفتاب نصف النہار پر چمکے گا اور ان کی ضلالت و بطالت خود ان کی زبان سے عالم آشکارا ہو جائے گی۔ سننے میں آیا تھا کہ رنگون سے واپسی کے بعد تھانوی صاحب تقریباً ایک ہفتہ تک کلکتہ میں قیام کریں گے۔ مگر جس ڈر سے رنگون سے وہ بھاگے۔ اسی کا کلکتہ میں پھر سامنا کرنا پڑا۔ اگر قیام کرتے ہیں تو اپنے مریدین و معتقدین میں رسوائی ہوتی ہے لہٰذا فرار کی ٹھہری اور اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ میل ٹرین یا ایکسپریس سے روانہ ہوں، مارے ڈر کے پسنجر ٹرین سے روانہ ہو گئے۔

جلسے کا چونکہ اعلان ہو چکا تھا اس لئے بڑی دھوم دھام سے اور شان و شوکت کے ساتھ جلسے کا انعقاد ہوا۔ تقریباً آٹھ نو ہزار کا مجمع ہو گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر تقریر کی گئی اور اسی سلسلے میں وہابیہ نے شانِ اقدس میں جو کچھ توہین کی ان کا اور خود تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان وغیرہ کا مکمل ردّ کیا گیا۔

چوہدری عبدالباری صاحب کو رنگون اطلاع دی گئی کہ تھانوی صاحب نہ صرف رنگون بلکہ کلکتہ سے بھی بھاگ چکے ہیں۔ اب رنگون آنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہم ایک روز کلکتہ قیام کر کے بریلی واپس جائیں گے۔

ورودِ رنگون

وہاں سے تار آیا کہ آپ کا رنگون پہنچنا بہت ضروری ہے، فوراً یہاں تشریف لائیے۔ اس تار کے آنے سے کلکتہ سے رنگون روانہ ہوئے اور اپنی روانگی کی اہل رنگون کو اطلاع دی۔ رنگون روانہ ہونے کے وقت الوداع کہنے والوں کا کافی مجمع تھا۔ ہمارا جہاز جب رنگون کی گودی کے قریب پہنچا تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم اور جہاز سے اترنے کا نظارہ ایک قابل دید منظر تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں اس وقت مسلمانوں کا مجمع گودی میں حاضر تھا۔ جو اپنے ان مہمانوں کے لیے

اپنی آنکھیں فرشِ راہ کرنا چاہتے تھے۔ جہاز سے اترے تو استقبال کرنے والوں نے ملاقاتیں کیں' دیر تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر موٹر پر سوار ہو کر کئی موٹروں کے ساتھ یہ جلوس شہر کا دورہ کرتے ہوئے چوہدری عبدالباری کے مکان پر پہنچا۔ اصل مقصد یعنی مناظرہ جس کے لیے ہم گئے تھے' اگرچہ فوت ہو گیا تھا مگر چونکہ اسی سلسلہ میں جانا ہوا تھا' اس لئے سارے رنگون کی فضا اختلافی مسائل پر گفتگو چاہتی تھی۔ ہر جگہ اس کا تذکرہ، یہی چھیڑ چھاڑ' یہی گفتگو نظر آتی تھی۔

رنگون میں اہل سنت کے جلسے

بفضلہٖ تعالیٰ شہر رنگون میں بڑی دھوم دھام' بڑی آب و تاب' بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت کامیاب جلسے ہوتے رہے۔ جلسے میں کئی کئی ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاؤڈ سپیکر کا نام بھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ کئی کئی ہزار کے مجمع میں اس طرح تقریر کرنا کہ سارے مجمع کو آواز پہنچے' کتنا دشوار امر تھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ جلسہ ہمہ تن گوش بنا رہتا تھا۔ اول سے اخیر تک پوری تقریر سنتا تھا۔ اور ان تقریروں کا کافی طور پر اثر ہوتا تھا۔ (اس دوران اہل سنت کی کامیابیاں دیکھ کر بد مذہبوں نے علمائے حق کو رنگون سے نکلوانے کی بہت کوششیں کیں لیکن سب ناکام ہو گئیں فالحمد للہ علی ذالک)

الحمد للہ اہل سنت کے جلسوں میں آدمیوں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ جلسے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ مصافحہ میں صرف ہوتا تھا۔ جب وہاں کی فضا بحمدہٖ تعالیٰ بالکل درست ہو گئی اور گلی گلی میں اہل سنت کی حقانیت پر اظہار خیال ہونے لگا اور یہاں کی ضرورتوں نے واپسی پر مجبور کیا۔ مقتدر حضرات سے وہاں سے روانگی کے لیے کہا گیا اور یہ طے پایا کہ فلاں روز روانگی ہو گی۔ بلکہ سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ بھی ان علماء کے لیے خرید لیے گئے۔

باسی کڑھی میں اُبال

جب وہابیوں کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ روانہ ہونیوالے ہیں' ٹکٹ خرید لیے گئے ہیں۔ اب کسی طرح نہ رکیں گے تو اس وقت جب کہ یہ سب حضرات سیٹھ عثمان عبدالغنی کے دفتر ہی میں موجود تھے۔ مولوی ابراہیم سورتی کی طرف سے ایک آدمی آتا ہے اور مناظرہ کا پیغام دیتا ہے کیونکہ انہوں نے یہ جانا تھا کہ اب تو یہ لوگ جا ہی رہے ہیں کہنے کو ہو جائے گا کہ میں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تھا مگر منظور نہیں کیا۔ لیکن اہل حق بفضلہٖ تعالیٰ شیطان کے مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی شخص سے فوراً یہ اطلاع بھیجی جاتی ہے کہ ہم مناظرہ کے لیے موجود ہیں۔ اگرچہ آپ اس قابل نہیں کہ آپ کو منہ

لگایا جائے مگر ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے اگر آپ خود مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ جگہ اور وقت وغیرہ آج طے کرلیا جائے گا اور ہم اپنی روانگی کو ملتوی کرتے ہیں اور آپ کے جواب آنے پر ہم ٹکٹوں کو بیکار کیے دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ نے محض ہمارے ٹکٹ کے روپے برباد کرنے کا ارادہ کیا ہے اور مناظرہ کا نام صرف دھوکہ دینے کے لیے لیا ہے اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آپ تو کیا آپ کے اکابر میں بھی ہمت وجرأت نہیں ہے۔ ہم نے ٹکٹ خراب کر دیا اور آپ نے مناظرہ نہ کیا تو ہمارے ٹکٹ کی قیمت آپ کو دینی ہوگی اور یہ نقصان آپ کے ذمہ رہے گا۔ آپ کا جواب آنے کے بعد ہم ٹکٹ ضائع وبیکار کردیں گے۔ اور تین گھنٹے تک ہم اس کا انتظار کریں گے اگر یہ وقت گزر گیا اور آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ یہ آپ کی طرف سے فریب تھا جو ہمیشہ آپ کے ہم مذہبوں کا شیوہ رہا ہے۔

بھلا ان کی ہمت کیا ہوتی کہ شیرانِ حق کے مقابلے میں آتے؟ دوسرے دن تک بھی اس کا جواب نہ آسکا۔ تین گھنٹہ کیا معنی؟

رنگون سے واپسی

جہاز کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ جہاز تین بجے کے بعد رات میں روانہ ہوگا مگر مسافر دن ہی دن میں نمازِ مغرب سے قبل سوار کردیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حسب دستور پھاٹک وغیرہ بند کردیئے جائیں گے اور کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ رہے گی۔ چنانچہ علمائے کرام کا سامان وغیرہ بھی بعد نمازِ عصر جہاز پر روانہ کردیئے گئے اور ان کے کمروں میں لگا دیئے گئے اور خود ان کے لیے اجازت لے لی گئی کہ بارہ بجے رات کے بعد جلسے سے فارغ ہوکر یہ حضرات جہاز پر تشریف لائیں گے۔ اس شب میں بھی ایک بڑا عظیم الشان جلسہ تھا جس میں کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ حسب دستور مسائل' عقائد پر تقریریں ہونے کے بعد رنگون کا اتنے دنوں تک کا قیام اور ان میں جو کچھ بڑے چھوٹے واقعات پیش آئے ان کو بیان کرنے کے بعد حسب دستور جلسہ صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا اور حاضرین نے بڑے ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ علماء سے مصافحے کیے تقریباً دو ہزار آدمی جہاز تک رخصت کرنے کے لیے گے۔ جس وقت گودی کا پھاٹک کھولا گیا اور اتنے بڑے عظیم الشان مجمع کا داخلہ ہوا تو اہل شہر نے اپنے معزز مہمانوں کو رخصت کیا اور جہاز پر سوار کیا'

جدائی سے لوگوں کے دل بے تاب اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ مجمع کی ایک دلچسپ کیفیت تھی جو دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ مجمع وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی طرح کہہ سن کر روانہ کیا گیا[1]۔

نجیب آباد

یونہی نجیب آباد میں بھی مولوی اشرف علی تھانوی سامنے نہ آ سکے۔ ہوا یوں کہ نجیب آباد سے جناب احمد حسن صاحب رضوی نے سیدنا اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تار بھیجا کہ یہاں مولوی اشرف علی تھانوی آیا ہوا ہے اور ہم نے مناظرہ کی دعوت دے دی ہے فوراً مناظر بھیجئے۔ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت نے فوراً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو حکم فرمایا کہ مناظرہ کے لیے فوراً نجیب آباد پہنچو۔ نجیب آباد پہنچ کر آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی کو خط لکھا اس نے جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے فرار ہو۔ وہاں فتح کا جلسہ کر کے حضرت صدر الشریعہ واپس لوٹے[2]۔

بھاگلپور

بھاگلپور میں مولوی عبد الشکور کاکوروی ایڈیٹر ''النجم'' نے وہابی دیوبندی افکار و عقائد کی ترویج کے لیے تقریر کی اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ وہاں کے لوگوں نے مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو اطلاع بھیجی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اطلاع دی۔ اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کو مناظرے کے لیے بھاگلپور بھیجا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ بھی تشریف لا چکے تھے۔ ان دونوں حضرات کی آمد کی خبر سن کر کاکوروی صاحب تلملا گئے اور ان کی ساری گیدڑ بھبکیاں ختم ہو گئیں۔ کاکوروی صاحب نے مولوی محمد علی مونگیری کا نام بحیثیت مناظر پیش کیا۔ جس میں راز یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کو عربی زبان میں مہارت تھی۔ دیوبندی مناظر نے کہا مناظرہ عربی میں ہوگا۔ سنی مناظر نے کہا مناظرہ تو عربی میں ہوگا لیکن غیر منقوط عربی میں اور عربی نظم میں مناظرہ ہوگا نثر میں نہیں۔ یہ سن کر دیوبندی مناظر کی حالت غیر ہو گئی اور مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوا۔ پھر سنی مکتب فکر کے علماء نے وہاں فتح کے جلسے کیے[3]۔

---

(1) عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 53 تا 66 باختصار

(2) محمد حسن علی رضوی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 117

(3) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 83

شردھانند کا فرار

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی مناظرانہ مہارت صرف بدمذہبوں کے رد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ ہندوؤں کا رد بھی نہایت احسن انداز میں فرماتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپ نے ایک مرتبہ ہندوؤں کے بہت بڑے لیڈر شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج کیا لیکن اس کو مقابلے کی ہمت نہ ہو سکی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ کلکتہ میں پیر ابوبکر پھرپھرا والے نے تار دے کر بلوایا کہ یہاں آریوں نے سر اٹھایا ہوا ہے اور سراج گنج میں شردھانند آیا ہوا ہے' اس سے مناظرے کے لیے یہاں آجاؤ ان کے تار پر فوراً کلکتہ پہنچے اور مولوی عبدالعزیز خان صاحب کے ہاں قیام کیا۔ وہاں سے سراج گنج روانہ ہوئے مگر شردھانند کو جب اطلاع ملی کہ یہاں مقابلے کی ٹھہرے گی اور مسلمانوں سے مناظرہ کرنا پڑے گا فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جب صدر الشریعہ سراج گنج پہنچے تو معلوم ہوا کہ شردھانند جی کل یہاں سے روانہ ہو گئے اور یہ کہہ گئے کہ ہم مناظر نہیں ہیں (1)۔

جو کرتا بڑھ کے پنجہ آزمائی کس میں ہمت تھی
صف باطل کو اندازہ تھا اس بازو کی قوت کا

رام چندر کی شکست

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اخیر دور تھا کہ آریوں نے بہت سر اٹھایا۔ مسلمانوں کی کم نصیبی سے امرتسر میں ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا آریوں سے چار دن تک مناظرہ رہا۔ اس مناظرے میں دیوبندیوں کے چوٹی کے مولوی اپنے برادر کلاں کے پشت پناہ تھے لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس مناظرہ میں دیوبندی اور غیر مقلد سخت ناکام رہے جس کی وجہ سے آریوں کی ہمت بڑھ گئی تھی ان کا ایک پنڈت رام چندر بریلی شریف آیا۔ یہ اپنے آپ کو پندرہ پارے کا حافظ بتاتا تھا بہت چوب زبان بے حیا تھا۔ اس کے مقابلے پر حضرت صدر الشریعہ کی مسلسل تقریریں بریلی شریف میں ہوتی رہیں بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت صدر الشریعہ' حضرت صدر الافاضل حضرت مولانا رحم الٰہی وغیرہ نے جا کر اس کے جلسے میں اس کو لاجواب اور مبہوت کیا اور وہ منہ کی کھا کر بریلی سے بھاگا (2)۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیات صدر الشریعہ' ص73
(2) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص47

زمانۂ طالب علمی کا ایک مناظرہ

حضرت صدر الشریعہ ابتدا ہی سے احقاقِ حق اور ابطال باطل کا وافر جذبہ رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں طالب علمی کے زمانے میں' بخار کے عالم میں آپ نے مخالف کو لاجواب کر دیا۔ تفصیلات حضرت صدر الشریعہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے: ''طالب علمی کے زمانے میں مسئلہ قیام میلاد شریف ایک نزاعی مسئلہ بن گیا تھا' اس مسئلہ میں بعض لوگ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور میلاد شریف پڑھواتے اور پڑھتے تھے مگر قیام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میلاد شریف کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر تقریر کی یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ دینیات سے اچھی طرح واقفیت تھی اور نہ تقریر کرنے کا طریقہ تھا صرف اتنا معلوم تھا کہ محققین اہل سنت کا مسلک یہ ہے اتنا معلوم ہونے کے بعد کچھ عقلی دلائل' کچھ ادھر ادھر کے رسائل سے دیکھی ہوئی باتیں بیان کر کے مسئلے کو اچھی طرح واضح اور ثابت کر دیا' جو لوگ اس مسئلے کے مخالف تھے انہوں نے دوسرے روز مکان کے قریب ہی میلاد شریف کیا اور اس میں ایک مولوی صاحب کو جو قیام کے مخالف تھے' تقریر کے لیے بلایا۔ انہوں نے کچھ ادھر ادھر کی الم غلم باتیں بیان کرنے کے بعد قیام کے متعلق یہ کہنا شروع کیا کہ بدعت ہے اور ناجائز ہے۔ میں اپنی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا' ان دنوں سردی کے ساتھ مجھے بخار آتا تھا اور عین اس وقت جب مولوی صاحب نے تقریر کی مجھے سخت لرزہ آ گیا تھا۔ لحاف اوڑھے ہوئے پڑا ہوا تھا کہ قیام کے بدعت ہونے کی آواز میرے کان میں آئی۔ پھر کیا تھا ضبط نہ ہوا' اسی حالت میں لحاف پھینک کر جلسہ گاہ میں پہنچ گیا اور مولوی صاحب سے قیام کے بدعت ہونے پر گفتگو شروع کر دی' چونکہ میری نوعمری کا زمانہ تھا اور میں ایک طالب علم تھا اور وہ مولوی صاحب' انہوں نے چاہا کہ مولویت کے رعب ہی سے خاموش کر دوں۔ وہ چلا چلا کر بلند آواز سے بولنے لگے میں نے ان سے کہا کہ چلانے سے کوئی فائدہ نہیں آپ اگر نہ چلائیں گے تو بھی لوگ آپ کی بات سنیں گے' مسئلہ پر گفتگو کیجئے اور ان بے ہودہ باتوں سے باز آیئے۔ مگر ان مولوی صاحب کے پاس بلکہ اس ساری جماعت کے پاس کوئی بھی ایسی دلیل نہیں جس سے قیام یا ان دیگر چیزوں کو بدعت وضلالت ثابت کر سکیں۔ مولوی صاحب کو ذلت کے ساتھ خاموشی اختیار کرنا پڑی اور قیام کا عدم جواز ثابت نہ کر سکے[1]۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 75

صدر الشریعہ کے مناظرے کی خصوصیات

حضرت صدر الشریعہ کے مناظرے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1) حاضر جوابی
2) مخالف پر علمی گرفت
3) تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ الزامی جواب دینا
4) اصولِ مناظرہ کی پابندی
5) اپنے دعویٰ پر مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کرنا
6) مجادلہ اور مکابرہ سے گریز

عموماً مناظرہ گاہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مخالفین راہِ فرار اختیار کرتے۔ لیکن اگر کوئی بیٹھا رہتا تو اسے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا جیسا کہ آنولہ ضلع بریلی میں چکڑالویوں سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرے میں چکڑالویوں کو زبردست شکست ہوئی[1]۔

---

(1) آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص83

حج و زیارت

حج وزیارت

بیت اللہ شریف کا حج اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہر مسلمان کی قلبی تمناؤں میں سے اوّلین تمنا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ عرصۂ دراز تک مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے بے قرار رہے۔ آخر 1337ھ/ 1919ء کا سال نوید حج وزیارت لایا[1]۔ اور آپ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر بذریعہ بحری جہاز سوئے مکہ و مدینہ روانہ ہوئے۔ آپ نے اس سفر مقدس میں کیا دیکھا' کیا پایا انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے: ''مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں بہت سے عمرے کیے' چاندنی راتیں تھیں' رات ہی میں تنعیم جاتا وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر نمازِ فجر کے وقت مسجد حرام شریف میں واپس آ جاتا۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد عمرہ کے ارکان ادا کر کے احرام سے فراغت حاصل کرتا۔ مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں علماء کی خدمت میں حاضری کا بھی اتفاق ہوا' ان کی صحبتیں بہت پرلطف تھیں۔

مولانا احمد شمس الدین مدنی

مولانا احمد شمس الدین مدنی جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر تھے' حج کے لیے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ باب السلام کے قریب اقامت پذیر تھے' ان کی خدمت میں حاضر ہوا' بڑے مقدس بزرگ تھے' چہرہ ان کا کپڑے سے چھپا ہوتا' صرف آنکھیں کھلی رہتیں' نہایت خوش اخلاق بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا ضرور کچھ کھانے کو پیش کرتے۔ عموماً مدینہ طیبہ کی اعلیٰ قسم کی کھجوریں جو ان کے ساتھ تھیں پیش فرماتے تھے۔ انہوں نے مجھے جب یہ دیکھا کہ اسے علم سے کچھ تعلق ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرات کے خدام میں سے ہے تو بہت زیادہ احترام کرتے۔ ان کی نسبت یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ایک بکری کے دودھ پر اکتفا کرتے ہیں' حج کو آتے ہیں تو اپنی بکری بھی ساتھ لاتے ہیں۔

علمائے حرم میں اعلیٰ حضرت کا چرچا

اور بھی بہت سے علماء' مولانا عابد' مولانا عبداللہ مرداد وغیرہم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور کبھی کبھی کچھ علمی تذکرے بھی رہے' جو سنتا کہ اس کو اعلیٰ حضرت سے تعلق ہے' نہایت عزت و

---

(1) مبارک حسین مصباحی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ ص26 اپریل 2001ء' اکثر سیرت نگاروں نے 1337ھ کے ساتھ عیسوی سن 1922 تحریر کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

احترام کرتا' مولانا عبداللہ سراج جو قاضی القضاۃ تھے اور شریف حسین صاحب کے یہاں سب سے بڑا مرتبہ انہیں کا تھا' یہ مولانا کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے اور شریف صاحب کو سیدنا کہا جاتا تھا۔ ان کی خدمت میں بھی کئی مرتبہ جانا ہوا۔ پہلی مرتبہ ''حمیدیہ'' وہاں کا دارالحکومت تھا' وہاں پہنچا اور مولانا کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ ایک ہندی شخص جو فلاں نام اور فلاں جگہ کا رہنے والا ہے' آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔ خادم نے دروازے پر کرسی رکھ دی' اس پر بیٹھا رہا' کچھ دیر کے بعد اندر بلا لیا گیا مولانا عبداللہ سراج ایک اچھے اور قابل عالم تھے بہ ظاہر بڑے سیاستدان بھی معلوم ہوتے تھے' اخلاق نہایت پاکیزہ تھا' یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ متبع شرع ہیں' مکہ معظمہ میں وہ ایک خاندانی عالم تھے' حضرت مولانا عبدالرحمٰن سراج، عبداللہ سراج کے فرزند تھے۔ ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کا نام ان کے سامنے لیا اور اپنا تعلق بیان کیا تو وہ بہت زیادہ مسرور اور خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے غائبانہ نہایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس سال اعلیٰ حضرت شیخ امام احمد رضا خان یہاں تشریف لائے تھے میں موجود نہ تھا' اس زمانہ میں ملک شام میں تھا مگر میں ان کے فضل و کمال سے واقف ہوں' ان کی بعض تصانیف بھی میں نے دیکھی ہیں' جن کی وجہ سے میں ان کی قابلیت کا معترف ہوں اور مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ اور حضرت مولانا شیخ سعید بابصیل مفتی شافعیہ سے ان کی تعریفیں سن چکا ہوں۔

مقامِ ولادتِ نبوی کے انوار

حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے مقاماتِ متبرکہ کی زیارتیں بھی کرتا رہا۔ وہ جگہ جہاں ولادت شریف ہوئی ہے' اس کی زیارت میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انوار کی بارش ہو رہی ہے' دل و دماغ پر انوار اتر رہے ہیں۔ جو کیف یہاں حاصل ہوا' اتنا دوسری جگہ محسوس نہ ہوا۔ یہاں کی زیارتوں سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ طیبہ روانگی کا وقت آیا۔ آخر میں مکہ معظمہ سے جدہ اور جدے سے مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا۔

صبحِ امید

اب وہ رات آئی جس کی صبح مدینہ طیبہ حاضری ہوگی۔ شام ہی سے کچھ دل پر عجیب کیف

ہے۔ ذوق وشوق کا وہ عالم کہ دل قابو سے باہر' قافلہ روانہ ہوا۔ اس دیارِ پاک کی ٹھنڈی ہوائیں دل کی مرجھائی ہوئی کلیوں کو شگفتہ کر رہی ہیں۔ ہوا کے ایسے خوشگوار جھونکے کے کبھی ایسی پرلطف ہوائیں نہیں ملی تھیں۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب ہوتا جاتا ہے' وارفتگی کا عالم بڑھتا جاتا ہے۔ چاندنی رات ہے' دور تک میدان آنکھوں کے سامنے ہے' کبھی سراب سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے' کہیں کھجوروں کے باغات اور درخت رات میں عجیب خوشنما منظر پیش کر رہے ہیں۔ دل کھنچ رہا ہے' جی چاہتا ہے کہ جلد ہی چار قدم میں یہ تمام راستہ طے ہو جاتا، جلد سے جلد حاضر آستانہ ہو کر دل کی آرزوؤں کو پورا کرتے۔

سبز گنبد کا کلس

صبح صادق کا وقت آیا اور اس صحرا میں بہت دور سے گنبد خضریٰ کا کلس چمکا' وہ روح پرور نظارہ کبھی دل سے محو نہیں ہو سکتا۔ زباں پر درود وسلام' ہاتھ ناف سے نیچے بندھے ہوئے' اور سر جھکے ہوئے' ادب کے ساتھ اس راستے کو طے کیا جا رہا ہے' کبھی آنکھیں بند ہوتی ہیں' کبھی دل میں ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور کبھی کھلتی ہیں تو گنبد خضریٰ پر پڑ کر دل میں کچھ عجیب ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درود وسلام کا تحفہ نچھاور کرتے ہوئے پا پیادہ تمام حجاج عشق و محبت میں متوالے بنے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ وقت زیادہ ہو چکا تھا' اتنا موقع نہ تھا کہ مسجد نبوی میں حاضر ہو کر نمازِ فجر ادا کی جائے۔ پڑاؤ پر ہی نمازِ فجر ادا کی گئی اور خیال یہ ہے کہ غسل کر کے کپڑے بدل کر حاضر دربار ہونا چاہئے۔

حاضریٔ دربار

مدینہ طیبہ کے مجاور صاحب نے ایک مکان میں ٹھہرایا جو باب جبریل کے قریب تھا۔ فوراً وہاں غسل کیا' کپڑے بدلے' اور خوشبو وغیرہ لگا کر دربارِ بے کس پناہ' سرکارِ دو جہاں' مالک کون و مکاں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ نہ آنکھ بتا سکتی ہے کہ کیا دیکھا؟ وہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کا دیکھنا نصیب کرے' اور ہر مومن وہاں کی حاضری سے بہرہ مند ہو۔ آمین۔ آنکھیں بند ہیں' ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں' دل میں تمناؤں کا ہجوم ہے' سراپا سوال بن کر اس

دربار عالی میں حاضر ہیں اور ان سے ہر قسم کی عطا کی امید رکھتے ہیں[1]۔ وہ زمانہ شیاطین نجد کا تو تھا نہیں کہ اگر ہاتھ اٹھائے جائیں تو نیچے کر دیئے جائیں اور ان کے دربار میں کچھ عرض کیا جائے تو مار کر نکال دیئے جائیں۔ جتنی دیر تک جس نے چاہا درود و سلام پڑھتا رہا اور اپنی التجائیں پیش کرتا رہا۔

علمائے مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ کی حاضری کے زمانے میں یہاں کے علماء کی زیارتوں اور ملاقاتوں کا موقع نصیب ہوا۔ مولانا شیخ احمد شمس الدین جن کا تذکرہ اوپر کر چکا ہوں وہ مدینہ طیبہ آ چکے ہیں' ان کے یہاں بھی گیا' بہت اخلاق سے پیش آئے' شیخ الدلائل سید رضوان صاحب کے پاس بھی جانا ہوا اور ان سے مسجد مقدس میں کبھی کبھی نیاز حاصل ہوتا۔ وہاں کے تمام علماء میں سب سے بہتر ایک عالم مغربی کو پایا جن کو غالباً احمد شنقیطی کہتے ہیں ان کے یہاں علمی مذاکرے بھی ہوئی۔ بحمدہٖ تعالیٰ بہت قابلیت رکھتے تھے۔ چونکہ وہ زمانہ بہت فتنے کا زمانہ تھا' اس لیے مدینہ میں حجاج کو بہت تھوڑی اقامت کا موقع ملتا تھا' اس قلیل زمانے میں کچھ بھی نہ ہو سکا' نہ وہاں کے حالات کے پورے طور پر معلوم کرنے کا موقع مل سکا۔ قبا شریف اور احد شریف جانے کی خواہش ظاہر کی' معلوم ہوا کہ وہاں جانا اس وقت بہت پر خطر ہے اور جانا اپنے خیال میں ضروری تھا۔ ایک گھوڑا گاڑی کرایہ کی لی گئی کہ گاڑی پر خطرہ کم ہوتا ہے اور ایک بدو کو اپنے ساتھ شناخت کے لیے اجرت پر رکھا اس طرح پر وہاں حاضر ہو کر زیارتیں کر سکے۔

حجاز میں بدامنی کا دورہ

ترکیوں کا دورِ حکومت حجازِ مقدس سے ختم ہو چکا تھا۔ حجازیوں کی وہ آمدنیاں جو ترکی سے وابستہ تھیں۔ معدوم ہو چکی تھیں اور جنگ عظیم کے بعد گرانی بھی سخت تھی۔ تین پاؤ یا سیر بھر آٹا چاول ملتا تھا جو اس زمانے کے لحاظ سے اتنی شدید گرانی تھی کہ گویا گرانی کیا تھی موت کا پیغام تھی۔ میں نے وہاں یہ بھی روایتیں سنیں کہ مدینہ طیبہ کے بہت سے معزز گھرانے کے علماء اور سادات اسی دور میں فاقہ کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے' جن کی خشک لاشیں ان کے مکانوں میں پائی گئیں

---

(1) لب واہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں　　کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

اور انہوں نے اپنے فاقے کا اظہار لوگوں کے سامنے کرنا پسند نہ کیا۔

مولانا ضیاء الدین مدنی 'خلیفہ اعلیٰ حضرت

مولوی ضیاء الدین مدنی صاحب [1] جو پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اور انہوں نے ترکِ وطن کیا اور مدینہ طیبہ میں بحیثیت مہاجر سکونت پذیر ہوئے ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان کے وابستگان سے محبت۔ جب انہیں میرے مکہ معظمہ آنے کی خبر ہوئی تو برابر دہ میری مدینہ طیبہ حاضری کا انتظار کر رہے تھے' وہاں حاضر ہوتے ہی ان سے ملاقات ہوئی' اس وقت یہ موجود تھے' اور رباط عجمی میں ان کا قیام تھا۔ جس حجرے میں رہتے تھے وہ ایسے بہترین موقع پر واقع تھا کہ گنبد خضریٰ بالکل سامنے تھا' گویا مسجد سے باہر رہتے ہوئے ہر وقت روضہ اقدس کا نظارہ نصیب تھا۔ جب میں ان کے ہاں جاتا' اس پاکیزہ منظر کو دیکھ کر وہاں سے آنے کو جی نہ چاہتا تھا۔

حرمِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک رات

ایک روز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مولوی ضیاء الدین صاحب میرے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ آپ یہ رات مسجد نبوی میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ میں گذارنا چاہتے ہیں' یہ مژدہ جانفزا سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ اپنے غلاموں کو اس طرح نوازا جاتا ہے اور سرفراز کیا جاتا ہے' ایسی عظیم الشان دولت مجھ گناہگار کو بے طلب عطا فرمائی' میرے تو خیال میں یہ بات نہ تھی کہ یہ چیز ممکن ہو گی۔ میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ سارے دروازے حرمِ نبوی کے بند ہو جاتے ہیں اور سوا خدام کے یہاں کوئی بھی رہنے نہیں پاتا اور تھا بھی ایسا ہی' مگر مولانا نے جب یہ خبر سنائی تو میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے عرض کیا اس سے بہتر میرے لیے کیا چیز ہو سکتی ہے؟ کہ رات کی تنہائی میں مجھے مواجہ اقدس میں حاضری نصیب ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ جب نماز عشاء کے بعد

---

(1) قطب مدینہ' مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ 1294ھ/1877ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا محمد حسین نقشبندی سے حاصل کی۔ حضرت علامہ وصی احمد سورتی سے درس حدیث لیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔ نو سال بغداد شریف میں گزار کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تقریباً ستتر 77 برس مدینہ طیبہ میں گزارے۔ 4 ذی الحجہ 1401ھ/1981ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جنازہ مفتی محمد علی مراد شامی نے پڑھایا۔ جنت البقیع میں سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار شریف سے دو گز کے فاصلے پر دفن ہونے کی سعادت پائی۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

یہاں سے لوگ چلے جاتے ہیں تو آپ ''مکبر یہ'' کے نیچے بیٹھ رہیں، میں جنت کی کیاریوں میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ جب نمازیوں کا مجمع میں نے دیکھا بہت زیادہ نکل چکا ہے اور کچھ لوگ باقی رہ چکے ہیں تو ''مکبر یہ'' کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ خدامِ حرمِ نبوی روشنی لیے ہر طرف دیکھ رہے تھے جو کوئی انہیں ملتا ہے' مسجد سے باہر جانے کا حکم دیتے ہیں' غرض ساری مسجد خالی ہوگئی اور دروازے بند ہو چکے تو ایک صاحب میرے پاس آتے ہیں اور انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم یہاں رہو گے؟ میں نے کہا ہاں' تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گئے جہاں مسجد نبوی کا وضو خانہ ہے اور ان لوگوں کا پیشاب خانہ وطہارت خانہ ہے' مجھ سے انہوں نے یہ کہا کہ اگر پیشاب کی ضرورت ہو تو یہ جگہ ہے اور وضو ٹوٹ جائے تو وضو کا یہ مقام ہے۔ یہ بتا کر مجھے انہوں نے چھوڑ دیا کہ اب جاؤ' جو چاہو کرو۔ غرض یہ کہ رات بھر بحمدہٖ تعالیٰ اس مسجد اقدس میں گزاری' جس جس وقت میں جو کچھ سمجھ میں آیا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ الحمد لله علیٰ انعامہٖ[1]

دردِ فراق

یہ مختصر زمانہ مدینہ طیبہ کی اقامت کا ایسا جلد ختم ہوا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کب آیا اور کب گیا؟ فراق کی گھڑی سامنے اور حکومت کی جانب سے روانگی کا حکم ملا' جو صدمہ اور رنج اس وقت دل پر گزر رہا تھا وہ کیا بیان کیا جائے' ہر ایک شخص خود اپنے دل سے اندازہ کر سکتا ہے۔ کچھ دور پیدل روانہ ہوئے اور پھر پھر کر گنبد پاک کو دیکھتے رہے۔ جب وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور بہت دور نکل آئے تو اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو کر جدہ پہنچے اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی روانہ ہو گئے۔ شیخ امام علی صاحب رضوی جاتے وقت بمبئی میں موجود نہ تھے' اس وقت وہ مکان سے واپس آ چکے تھے' جہازوں کی آمد کے تجسس میں رہتے تھے' جب کسی جہاز کے آنے کی خبر پاتے ہیں تو کبھی گودی میں خود جاتے ہیں' کبھی اور لوگوں کو بھیجتے ہیں کہ وہ مجھے اتار کر مکان پر لائیں' اتفاق سے جب جہاز بمبئی پر پہنچا اس وقت بھی مجھے لینے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے' جہاز سے سامان اترا' ان لوگوں

---

(1) مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: کہ حضرت صدر الشریعہ کے مجھلے بھائی حکیم احمد علی نے آپ سے پوچھا کہ ان راتوں کی خلوت کی حاضریوں میں کیا ہوا مسکرا کر فرمایا یہ مت پوچھئے' بتانے کی بات نہیں۔'' ناظرین خود سوچیں جنم جنم کا ہجراں نصیب عاشق صادق جب اپنے محبوب کی عنایت خاصہ سے محبوب کیساتھ ایسی خلوت میں جگہ پائے جہاں وہ ہو اور محبوب۔ ہو اور تیسرا کوئی نہ ہو تو محبوب نے کیا کیا نوازشیں کی ہوں گی اسے کون جانے اور کون بتائے۔ ملا خسرو نے فرمایا ہے

نمی دانم چہ محفل بود شب جائے من بودم ہزاراں رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 60)

نے دیکھا کہ ابھی مال کی نکاسی میں دیر لگے گی' سامان وہیں چھوڑا اور ایک آدمی کو متعین کیا اور مجھے مکان لے گئے۔ اب میں شیخ امام علی صاحب کا مہمان ہوں وہ خاطر مدارت میں مشغول ہیں۔

جے پور سے روانگی کے وقت حاجی عبدالجبار صاحب نے وعدہ لے لیا تھا کہ جب آپ بمبئی آئیں مجھے فوراً تار دیجئے' میں بمبئی آپ کو لینے آؤں گا' ان کو بھی تار دیا وہ فوراً جے پور سے بمبئی پہنچے' بریلی اور مکان پر بھی اپنے واپس آنے کی اطلاع دے چکا ہوں دو تین دن سفر کی تکان اتاری' اب میں نے بریلی روانگی کا ارادہ کیا تو امام علی صاحب نے اجازت نہیں دی اور کہا کہ میں کچھ علیل ہوں جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تو میلاد شریف ہوگا اور جلسہ' اس کے بعد آپ جا سکیں گے۔ اور یہ سب ترکیبیں مجھے روکنے کی تھیں تقریباً پندرہ روز تک بمبئی ٹھہرنا پڑا جب میرا اصرار زیادہ ہوا تو امام علی صاحب نے ایک شاندار جلسہ کیا جس میں کافی اجتماع ہوا' اس میں مجھے تقریر کرنی پڑی۔ کئی گھنٹہ مسلسل تقریر کے بعد سلام و قیام پر جلسہ ختم کیا گیا۔ جملہ حاضرین کو کافی مقدار میں آئس کریم کھلائی گئی اور بڑی بڑی نان خطائیاں جن کا بمبئی میں رواج ہے تقسیم کی گئیں' میں وہاں سے حاجی عبدالجبار صاحب کی معیت میں اجمیر شریف حاضر ہوا یہاں زیارت سے فارغ ہو کر جے پور پہنچا' تقریباً ایک ہفتہ جے پور میں قیام کیا وہاں سے پھر حاجی عبدالجبار صاحب اور بعض دیگر احباب کے ساتھ بریلی روانہ ہوا۔

بریلی مراجعت

بریلی آمد کے وقت کی اطلاع دے چکا تھا' جنکشن اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا کافی مجمع تھا اور انہوں نے مجھے وہاں سے اترنے سے روک دیا کہ سٹی اترنا ہوگا وہاں بہت سے لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت قبلہ سٹی پر تشریف فرما ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ہی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ سٹی پر اترنے کے لیے ان سے کہہ دیا جائے۔ گاڑی سٹی پر آئی اعلیٰ حضرت قبلہ سے نیاز حاصل کیا اور قدم بوسی کی۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ جس انداز سے پیش آئے میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

استقبال کرنے والوں کی جماعت مجھے اعلیٰ حضرت کے دولت خانے پر لے آئی۔ سارے

مجمع کو کھجوریں تقسیم کیں اور زمزم شریف پلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مزاج ناساز تھا' کمزوری بہت بڑھ گئی تھی باوجود اس کے اسٹیشن تشریف لے جانے کی زحمت گوارا فرمائی[1]۔

مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمان خان صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے　　　کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی جس کو سن کر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا[2]۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص90 تا 100 باختصار

(2) ظفر الدین بہاری' مولانا' حیاتِ اعلیٰ حضرت' ص209

اخلاق و عادات

اخلاق وعادات

عالم اگر اپنے حاصل کردہ علم پر عامل نہ ہو تو علم بجائے نعمت کے زحمت بن جاتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ایک باعمل عالم تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات قرآن وحدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔ آپ شریعت کی مخالفت سے بچنے اور سنت کی پابندی کرنے کی ہمہ وقت کوشش فرماتے تھے آپ کے مقدس معمولات وعادات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

نمازِ باجماعت پر مداومت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نمازِ باجماعت کے سختی سے پابند تھے بلکہ اگر کسی وجہ سے مؤذن وقت مقررہ پر نہ پہنچتا تو خود اذان دیتے' قدیم دولت خانہ سے مسجد بالکل قریب تھی وہاں تو کوئی دقت نہیں تھی لیکن جب نئے دولت خانہ' قادری منزل میں رہنے لگے تو آس پاس میں دو مسجدیں تھیں۔ ایک بازار کی مسجد' دوسرے بڑے بھائی کے مکان کے پاس جو' نوا کی مسجد' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دونوں مسجدیں فاصلے پر تھیں اس وقت بینائی کمزور ہو چکی تھی' بازار والی مسجد نسبتاً قریب تھی مگر راستے میں بے تکی نالیاں تھیں اس لئے نوا کی مسجد نماز پڑھنے آتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی نماز کے لیے جا رہے تھے راستے میں ایک کنواں پڑتا ہے' ابھی کچھ اندھیرا تھا اور راستہ بھی برابر نہ تھا' اونچا نیچا تھا' اندازے سے کنویں کی منڈیر پر چڑھ گئے۔ قریب تھا کہ کنویں میں گر پڑتے کہ کسی کے آواز دینے پر قدم روک لیے اور پھر کنویں سے اتر کر مسجد گئے۔ سفر میں بھی یہی کوشش فرماتے کہ نمازِ باجماعت پڑھیں۔ مبارک پور کبھی امتحان اور سالانہ جلسے میں تشریف لاتے تو گولہ بازار کی مسجد میں جا کر نمازِ باجماعت پڑھتے[1]۔

ذوقِ عبادت

ذوقِ عبادت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ علیل ہو گئے' شدت کا بخار تھا' بیہوشی وغنودگی طاری تھی میں (حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری) بھی حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کیا وقت ہے۔ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ فوراً آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے آہ میری نمازِ ظہر قضا ہو گئی۔ میں نے عرض کیا

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 55

حضور! شریعت کی رو سے غشی کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی فرمایا غم اس کا ہے کہ ایک بار کی حاضری سے محروم رہ گیا[1]۔

فیض العارفین مولانا صوفی شاہ منور حسین داتا گنجوی قدس سرہ کا کہنا ہے کہ میرا عینی مشاہدہ ہے کہ جب ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حاضر ہوا تو اختتام جلسہ پر حضرت صدر الشریعہ کے ارشاد فرمانے پر میں اپنی جگہ اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔ (صدر الشریعہ مجھ پر بڑے مہربان تھے اور میری بڑی قدر فرماتے تھے) اور آپ اپنی چارپائی پر محو استراحت ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپ نمازِ تہجد میں مشغول ہیں۔ نمازِ تہجد سے فراغت پا کر آپ نمازِ فجر کے لیے مسجد روانہ ہو گئے۔ آپ نے نمازِ فجر پڑھائی۔ میں نے بھی آپ کی اقتداء میں نمازِ فجر ادا کی تو ایسا لطف آیا اور ایسی روحانیت نصیب ہوئی جس کی حلاوت اب بھی پاتا ہوں[2]۔

بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ فرماتے ہیں:

''رمضانِ مقدس کے مہینے میں اکثر و بیشتر مجھے ہی خدمت اقدس کی حاضری کا شرف حاصل رہا کرتا تھا۔ عام لوگوں کی طرح میرا معمول یہ تھا کہ سحری کھانے کے بعد عموماً سو جاتا' پھر نماز فجر کے لیے بیدار ہوتا۔ اس بابرکت مہینہ کی ایک شب تھی۔ میں معمول کے مطابق سحری کھا کر سو گیا کہ اچانک فجر سے پہلے میری آنکھ کھل گئی..... کیا دیکھتا ہوں کہ سیدی صدر الشریعہ قدس سرہ یونہی مصلی پر بیٹھے مراقبہ کی حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف ہیں.......... اور اسم جلالت کی ضرب سے پورا کمرہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سے گونج رہا ہے.......... در و دیوار انوار و تجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرت پر بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی........ یہ آپ کے ذکر سری کی محسوس تجلیات تھیں.......... مجھ پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری تھی۔ . .

اللہ اکبر جسے ہم اس دور کا فقیہ اعظم سمجھتے ہیں وہ اپنے وقت کا بے مثال عارفِ کامل' مرد حق آگاہ' ذکر الٰہی سے سرشار قلب لطیف کا حامل' اللہ کا مقرب بندہ بھی ہے...... .

(1) فیضان المصطفیٰ قادری' حضور صدر الشریعہ' حیات و خدمات' ص19

(2) مظفر احمد صدیقی' بدایونی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص124

اس وقت مجھے آپ کے قرب الٰہی اور روحانیت کے بلند مراتب کا اندازہ ہوا[1]۔

حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے
نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا

عشق مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء)

اس پر پوری امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایمان کی اصل عشق رسول ہے اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں:

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس لیے جس کا ایمان جتنا قوی اور مضبوط ہوگا اس کے اندر اسی تناسب سے عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لاوا دھک رہا تھا جس نے ماسوا کو پھونک کر، خاکستر کر کے حضرت صدر الشریعہ کو فانی فالرسول، باقی بالرسول کے مقام رفیع پر پہنچا دیا تھا۔ وسعت ظرف کا عالم یہ تھا کہ سوز دروں سے اگرچہ قلب وجگر کباب تھے مگر کسی کو ان کی مہک بھی نہیں لگی۔ لیکن کبھی کبھی جب کوئی نعت خواں نعت پڑھتا تو راز اندروں کی غمازی چشم آبدار کے موتی کر دیتے۔ ..... انسان اگر وسیع الظرف ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ سکتا ہے مگر چشم تر پر کسی کا کوئی قابو نہیں

نہیں قابو کسی کا کچھ ہماری دیدۂ تر پر

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: میں نے بارہا دیکھا کہ جب نعت شروع ہوتی تو آنکھیں بند کر لیتے تھے، مؤدب بیٹھ جاتے دونوں ہاتھ باندھ لیتے۔ انتہائی وقار و تمکنت کے ساتھ اس طرح پر سکون ہو جاتے کہ معلوم ہوتا کوئی پتھر کا مجسمہ ہے۔ نہ واہ واہ کرتے نہ سبحان اللہ پورے انہماک و توجہ سنتے......... پھر کچھ ہی دیر کے بعد آنکھوں سے سیل اشک اس

---

(1) ارشاد احمد رضوی، مصباحی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 163

طرح جاری ہو جاتا کہ آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے۔ نعت پڑھنے والا نعت پڑھ کر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک خود فراموشی طاری رہتی۔

حبِ رسول ہی کی تڑپ تھی کہ مدت العمر سفر حضر' کہیں بھی ہوں' کتنی ہی مصروفیت ہو نمازِ فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے اور پھر ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے' اس میں کبھی ناغہ نہ ہوتا' اور جمعہ کو بعد نمازِ جمعہ بلا ناغہ سو بار درودِ رضویہ پڑھتے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی نماز ظہر کے بعد درودِ رضویہ نہ چھوڑتے۔ چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ ٹرین میں جو ہندو یا ترقی یافتہ مسلمان بننے والے ہوتے' اس دیوانگی پر حیرت زدہ ہوتے انہیں کیا معلوم

دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیوانگی ہے کہ جس پر سارے جہاں کی فرزانگی قربان

رسولِ پاک کے عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے

جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا

نعتیہ مشاعرے کا انعقاد

یہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا ثمرہ تھا کہ ہر سال قادری منزل کی چھت پر نعتیہ مشاعرے کا بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے۔ رمضان المبارک میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحب صاحبزادہ اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی وغیرہ کو بلا کر خود مصرعہ طرح منتخب فرماتے جو یا تو اعلیٰ حضرت کا کوئی مصرعہ ہوتا یا مولانا حسن رضا خاں صاحب کا کوئی مصرعہ۔ ...... مثلاً ...... ایک سال مصرعۂ طرح یہ تھا

تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا

اور ایک سال مولانا حسن رضا خان صاحب کا یہ مصرعہ

جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

پھر ازہری صاحب کو بٹھا کر تمام شعراء کی لسٹ بنواتے اور حکم دیتے کہ سب کو دعوت نامہ بھیجنا ...... سارے اخراجات اپنی جیب سے کرتے عموماً یہ مشاعرہ 4 شوال کو ہوتا تھا بلکہ غالباً ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوتا تھا۔ مشاعرہ کی رات عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ہی فرش وغیرہ بچھوا کر سب سے پہلے خود آ کر بیٹھ جاتے اور اخیر وقت تک جب تک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے۔

شاعروں کا حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ہوش گم رہتا لیکن اس وقت سراپا جمال ہی جمال' کرم ہی کرم نظر آتے۔ مشاعرے کے اصول کے مطابق کبھی کبھی شاعر کے مصرعہ کو دہراتے اور اچھے اشعار پر دل کھول کر داد دیتے۔ اس وقت استغراق بالکل نہ ہوتا اور اچھے سامع کی طرح پورا مشاعرہ سنتے۔ مشاعرہ ختم ہونے پر دعا فرماتے[1]۔

آخر میں صدر الشریعہ خود محاکمہ فرماتے اگر مشکل زمین ہوتی اور اچھے اچھے شعراء جبکہ پھسل جاتے تو حضرت علیہ الرحمۃ بغرض اصلاح اظہار فرماتے اور جملہ شعراء تسلیم کرتے[2]۔

اتباعِ سنت

''إن المحب لمن يحب يطيع ''یعنی محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ایک سچے عاشق رسول تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کا کوئی فعل خلافِ سنت ہو۔ آپ روزمرہ کے تمام امور یہاں تک کہ چلنے میں بھی سنت کی پیروی کرتے۔ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بیان کرتے ہیں:

> ''حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ چلتے تو رفتار سے عظمت و وقار کا ظہور ہوتا' دائیں بائیں نگاہ نہ فرماتے ہر قدم قوت کے ساتھ اٹھاتے' چلتے وقت جسم مبارک آگے کی طرف قدرے جھکا ہوتا' ایسا لگتا گویا اونچائی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔
> ہمارے استاذ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سنت کے مطابق راستہ چلتے تھے ان سے ہم نے علم بھی سیکھا اور عمل بھی[3]۔''

یہی فرماتے ہیں''میں دس سال حضرت کی کفش برداری میں رہا' پوری مدت میں آپ کو متبع سنت پایا[4]۔''

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ
ایسے صدرِ شریعت پہ لاکھوں سلام

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے پختہ نمازی دورانِ سفر یا بخار کی حالت میں نماز چھوڑ

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص62
(2) غلام یٰسین امجدی' مفتی' وقارِ شریعت' ص24
(3) اختر حسین فیضی' مصباحی' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات' ص153
(4) عبدالعزیز مبارکپوری' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص12

دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ دوران سفر اور صحت کی خرابی کے باوجود بھی فرائض و واجبات تو کجا مستحبات کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ چنانچہ مفتی مجیب الاسلام صاحب بیان فرماتے ہیں: ''میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا' اس وقت آپ بہت سخت بیمار تھے...... بخار کی شدت سے آپ کا پورا وجود لرز رہا تھا...... ایسی حالت میں آپ کو استنجا کی ضرورت درپیش ہوئی ...... آپ کے قریب اس وقت کوئی نہ تھا...... آپ خود ہی بمشکل کسی طرح اٹھ کر تشریف لے گئے مگر جب بیت الخلاء کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ سر پر ٹوپی نہیں ہے۔ بخار کی شدت کی وجہ سے لوٹنا دشوار تھا وہیں سے مجھے آواز دی مجیب! مجیب! میں نے کہا جی حضور! میں دوڑتا ہوا آیا آپ نے فرمایا ذرا ٹوپی لانا میں نے جلدی سے ٹوپی لا کر دی تب آپ استنجا خانے میں تشریف لے گئے۔

میں دم بخود تھا کہ یا اللہ بخار کی شدت سے اٹھا نہیں جا رہا دماغ جل رہا ہے مگر اس کے باوجود انہیں ٹوپی کا خیال آیا تو کیسے؟ ہمیں تو فرائض و واجبات کا مستحب وقت میں ہوش نہیں رہتا' تاخیر سے ادا کرتے ہیں' مگر آپ نے شرعی ادب کو بھی اس ناگفتہ بہ حالت میں ملحوظ رکھا؟ مگر پھر میں نے سوچا کہ یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں جن کے دم قدم سے امت کا بھرم قائم ہے۔ انہیں اوروں پر قیاس کرنا درست نہیں[1]۔

گھر کا کام

گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار نہ تھا' گھر میں ترکاریاں چھیلتے' کاٹتے اور دوسرے کام بھی کر دیا کرتے تھے' حدیث شریف میں ہے ''کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مہنۃ اہلہ'' (بخاری جلد ثانی ص 808) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے بلکہ سنت پر عمل کرنے کی نیت سے بخوشی انجام دیتے[2]۔

آپ کی ایک دعا

علامہ غلام جیلانی اعظمی لکھتے ہیں کہ نماز عصر و نمازِ فجر کے بعد میں نے بارہا مندرجہ ذیل دعا کو آپ کی زبان فیض ترجمان پر رقت' خشوع اور خضوع کے ساتھ جاری ہوتے ہوئے سنا:

اللھم اعطنی حبک وحب من یحبک وحب عملٍ یقر بنی الیک

---

(1) ارشاد احمد رضوی مصباحی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 162

(2) شریف الحق امجدی' مفتی' ایضاً ص 54

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اپنے محبین کی محبت اور اپنی طرف قریب کرنے والے عمل کی محبت عطا فرما[1]۔ آمین

سادات کا احترام

جس سے محبت ہوتی ہے اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے پیار ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرت صدر الشریعۃ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے سچے عاشق تھے۔ اسی لیے سادات کا' جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت و تعلق کا اعزاز حاصل ہے' نہایت درجہ ادب و احترام کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بیان کرتے ہیں: ''حضرت سادات کا بے حد احترام فرماتے تھے' حالانکہ میں ایک ادنیٰ خادم تھا اور میری بھی دوسرے طلبہ کی طرح یہ کوشش رہتی کہ میں بھی حضرت کی خدمت کیا کروں لیکن آپ ہمیشہ احتیاط فرماتے' ہاتھ پیر دبانے کا موقع مجھے کبھی نہ دیتے[2]۔''

ہمدردی

اجمیر شریف میں جن دنوں آپ جامعہ معینیہ عثمانیہ میں پڑھاتے تھے' آپ کے چھوٹے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا' طلبہ' مولانا محترم کی رہائش گاہ سے ایک میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ بہت دیر بعد معلوم ہوا۔ جب پہنچے تو صاحبزادہ صاحب دفن ہو چکے تھے۔ مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی فرمایا خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی لہٰذا دفن کر دیا[3]۔

کمالِ صبر

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت اس وقت نماز تراویح ادا کر رہے تھے' اطلاع دی گئی تشریف لائے' انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں' پھر نماز میں مصروف ہو گئے[4]۔

یونہی صاحبزادی کے انتقال پر بہت صبر کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ''بنو مرحومہ'' سے قبل کوئی

---

(1) غلام جیلانی اعظمی' علامہ' ایضاً ص 19

(2) سید ظہیر احمد زیدی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 8913

(3) عبدالعزیز مبارکپوری، مولانا، ایضاً ص 13

(4) ایضاً ص 13

صاحبزادی نہ تھی۔ اس لئے آپ کو اپنی اس بچی کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ یہ صاحبزادی بیمار ہوئیں، مرض نے طوالت اختیار کی، متعدد حکماء سے علاج ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ صحت وافاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ایک دن بعد نمازِ فجر حضرت مولانا نے قرآن خوانی کے لیے طلبہ وحاضرین کو روکا۔ بعد ختم قرآن مجید آپ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ ''بنو'' کی علالت طویل ہوگئی، کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اور فائدہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے آج شب میں نے خواب دیکھا کہ سرورِ کونین، رحمت عالم روحی فداہ گھر میں تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ بنو کو لینے آئے ہیں۔ سید الانام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں بلاشبہ آپ ہی کو دیکھنا ہے۔ اس لئے یہ یقین ہے کہ بنو کی دنیاوی زندگی اب پوری ہو چکی ہے۔ مگر وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے کہ اسے آقا ومولیٰ، رحمت عالم، محبوب رب العالمین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لینے کے لیے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے سپرد کیا دعائے خیر کے بعد مجلس قرآن خوانی، ختم ہوگئی، غالباً اسی دن یا دوسرے دن بنو کا انتقال ہوگیا[1]۔

حکیم مولوی شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہوا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچے چھوڑے جن کی کفالت کی ذمہ داری بھی حضرت کے کاندھوں پر آئی۔ مرحوم حضرت کے قوتِ بازو تھے۔ وطن مالوف میں آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے جملہ معاملات کا انتظام وانصرام ان کی ذمہ داری میں رہتا تھا اور ان کی وجہ سے حضرت کو بے فکری تھی۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولوی یحییٰ عارضہ یرقان میں مبتلا ہوئے اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا انہوں نے بھی اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچہ چھوڑا۔ ان دونوں کے انتقال سے جو قلبی صدمات حضرت کو پہنچے وہ تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ایک بڑی دشواری یہ سامنے آئی کہ گھر کا سارا نظام درہم برہم ہوگیا۔ اللہ اکبر صبر ہو تو ایسا کہ اتنے عظیم اور پہاڑ جیسے صدمات، ان کے پیچھے عظیم مسائل مگر زبان مبارک پر بجز صبر وشکر کوئی دوسرا لفظ نہ آیا بے شک اللہ جل وعلا اپنے نیک بندوں کا شرحِ صدر فرمادیتا ہے، ان کا حوصلہ بلند فرمادیتا ہے۔ پھر ہر مصیبت ان کے لیے سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔ ایک جوان بیٹی اور دو مددگار جوان بیٹوں کے انتقال کے بعد آپ کے تیسرے جوان العمر صاحبزادے مولوی عطاء المصطفیٰ کا انتقال ہوا جو اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ہی فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ اس طرح تین چار سال کی قلیل مدت میں

---

(1) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 90

آپ کے تین جوان صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی نے مفارقت کی لیکن تسلیم و رضا کی منزل سے آپ کے قدم استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ ایسے عظیم و شدید صدمات کو برداشت کر لینا آسان کام نہیں اگر وہ ارحم الراحمین توفیق صبر عطا نہ فرمائے تو معلوم نہیں انسان کیا کر ڈالے لیکن آپ سنت نبویہ و اسوۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت قدم رہے۔ میں نے دیکھا کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی وفات کے بعد سے آپ کمر پکڑ کر اٹھنے لگے اور دھیرے دھیرے آنکھوں کی بینائی میں ضعف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے آخر میں آپ نے تدریس چھوڑ دی اور ذکر اللہ میں استغراق رہنے لگا[1]۔

خوش اخلاقی

مفتی خلیل خان برکاتی بیان فرماتے ہیں: ''تقریباً نو سال کی مدت تک حضرت کی جوتیاں سیدھی کیں لیکن اس عرصہ میں بد اخلاقی کی ایک بھی مثال اس فقیر گناہ گار کی نظروں میں نہ گذری حتیٰ کہ دورانِ درس طلبہ غلطیاں کرتے' اصلاح فرمادی جاتی' ضرورت ہوتی تو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی جاتی مگر بد اخلاقی یا بد مزاجی کا شائبہ بھی نہ ہوتا[2]۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی لکھتے ہیں'' مجھے سات سال کے عرصہ میں ان گنت بار مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا لیکن میں نے آپ کی مجلسوں کو ان عیوب سے پاک پایا جو عام طور پر بلا امتیاز عوام و خواص ہمارے معاشرے کا جزو بن گئے ہیں مثلاً غیبت' چغلی' دوسروں کی بدخواہی' عیب جوئی وغیرہ۔ آپ کی زندگی نہایت پاک وصاف اور مقدس تھی۔ جہاں تک میرا علم ہے آپ کے معمولات قرآن وسنت کے مطابق تھے۔ گفتگو بھی نہایت صاف ستھری اور مہذب ہوتی کوئی ناشائستہ اور غیر مہذب لفظ استعمال نہ فرماتے[3]۔

خطوط کے جوابات نہایت پابندی سے دیتے اگر کوئی شخص خط کا جواب نہ دیتا تو بہت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور کہتے'' اگر تم کسی سے بات کرو اور وہ تمہیں جواب نہ دے تو یہ بات تم کو کتنی ناگوار ہوگی۔ اس طرح اگر کسی کے خط کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا بھی یہی اثر ہوتا ہے[4]۔

---

(1) ایضاً ص 92
(2) خلیل خان برکاتی' مفتی' حضرت صدر الشریعہ کا اندازِ تدریس (قلمی) ص 3
(3) سید ظہیر احمد زیدی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 86
(4) مشتاق احمد نظامی' علامہ' پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر ص 152

مہمان نوازی

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بے حد مہمان نواز تھے۔ آپ کے ہاں عموماً مہمان آتے رہتے۔ سب کے شایانِ شان کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' آرام کا اہتمام فرماتے۔ مہمانوں کے لیے خصوصیت سے ان کی ضروریات کی چیزیں ہر وقت گھر میں رکھتے۔ اگر کبھی مطلوبہ سامان نہ ہوتا پھر بھی ہر ممکن اہتمام کرتے چنانچہ مفتی شریف الحق امجدی بیان کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری بعد مغرب دو مدرس اور چھ طالب علموں کو لے کر پہنچ گئے اس وقت ہمارے یہاں کا بازار مغرب کے وقت بند ہو جاتا تھا اور اب بھی بعد مغرب ترکاری وغیرہ نہیں ملتی۔ حضرت کے یہاں مغرب کے وقت تک کھانا تیار ہو جاتا تھا۔ عشاء اور مغرب کے درمیان حضرت اور گھر کے سب لوگ کھانا کھا لیتے تھے ازہری صاحب بعد مغرب جو مہمانوں کی فوج لے کر پہنچے آپ خود سوچئے' آپ اگر ہوتے تو کیا ہوتا...... مہمانوں کے سامنے کچھ نہیں فرمایا' اندر لے جا کر (علامہ ازہری) کو کافی تنبیہ فرمائی' تم کو پہلے سے اطلاع کرنی چاہئے تھی اب بولو اس وقت کیا ہو سکتا ہے........ دال روٹی پکانے میں بھی کتنی دیر ہو گی۔ اور پھر مہمانوں کے سامنے صرف دال روٹی لے جائیں گے تو وہ کیا کہیں گے۔ ان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ پھر حکم دیا جو کھانا پکا ہوا ہے وہ مہمانوں کو کھلا دو' اب جو کھانا پکے گا ہم کھالیں گے[1]۔

وقت کی قدر

وقت کی قدر و قیمت کا اس قدر احساس تھا کہ حتی الامکان طلبہ کے اسباق کا ناغہ پسند نہ فرماتے' ناسازیٔ طبع کے باوجود درس میں مصروفیت کو اپنا بہترین مشغلہ جانتے۔ طلبہ آپ کی طبیعت کی ناسازی کو دیکھ کر نہ پڑھنے کی درخواست کرتے مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے آپ کہا کرتے تھے کہ ناغہ کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن بھی صبح گیارہ بجے تک گھر میں درس دیا کرتے[2]۔

ہر ادا' ایک حکمت

مولانا محمد نعیم الدین صاحب صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف بیان

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر ص 56

(2) فداء المصطفیٰ قادری' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 269

کرتے ہیں کہ میرے بڑے والد صدر الشریعہ سے ملاقات کے لیے گھوسی گئے۔ اس وقت حضرت کی بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی گھڑی بھی نہیں دیکھ پاتے کہ کتنا بجا ہے۔ مگر گھڑی لگاتے تھے۔ اس پر بڑے والد نے عرض کیا جب حضور وقت نہیں دیکھ سکتے تو پھر گھڑی رکھنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا اگرچہ میں نہیں دیکھ سکتا مگر کسی جاننے والے سے دکھا کر نماز کا وقت تو معلوم کر سکتا ہوں (اس وقت گھڑی رکھنے کا عام چلن نہیں تھا)(1)

دیگر کوائف

مزاج میں حد درجہ لطافت تھی' صاف ستھرا عمدہ لباس زیب تن فرماتے' اعلی کپڑوں کی شیروانی یا جبہ بنواتے' قیمتی کامدار عمامہ باندھتے' زمانہ دراز تک حضرت صدر الشریعہ کو انتہائی قیمتی لباس میں دیکھا گیا مگر اخیر عمر مبارک میں یک بیک رنگ بدل گیا اور کھدر پسند آ گیا اسی کی بنیان' اسی کا کرتہ' اسی کا چوڑی مہری کا پاجامہ' اسی کی گول ٹوپی' اسی کا عمامہ باندھتے۔

یہی حال کھانے کا تھا' عام طور پر متوسط کھانا تناول فرماتے لیکن کبھی کبھار نہایت اعلیٰ کھانے گھر پکوا کر خود بھی کھاتے اور سب بچوں کو کھلاتے۔ پانی ہمیشہ بہت ٹھنڈا پیتے حتیٰ کہ جاڑوں میں رات کو گھڑوں میں پانی بھروا دیتے اور وہی دن بھر پیتے۔ بھنا ہوا گوشت' روٹی' اور تلے ہوئے کریلے آپ کی پسندیدہ خوراک تھے۔ عمدہ اور گرم چائے پیتے۔ میٹھی چیزوں میں ہلکا میٹھا پسند کرتے، عصر کے بعد عموماً ٹہلنے لگتے۔

آواز بہت بارعب' گرجدار اور بلند تھی ..... مبارک پور مدرسہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک میں تقریر فرما رہے تھے۔ ہم لوگ پرانے مدرسہ' پرانی بستی میں تھے وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا۔ فطری طور پر بہت رحم دل' شفیق' مہربان' بردبار' حلیم الطبع' سنجیدہ و متین تھے۔ البتہ اگر اپنے صاحبزادگان یا تلامذہ سے کوئی غلطی ہوتی تو اس زور سے ڈانٹتے کہ لوگوں کے اوسان خطا ہو جاتے۔

رشتہ داروں کا بہت خیال کرتے۔ منجھلے بھائی حکیم احمد علی صاحب دکاندار' بڑے بھائی حکیم

---

(1) بہار المصطفی قادری' مولانا ایضاً ص 109

محمد علی صاحب سے ملنے ان کے گھروں پر جاتے' ان کا پورا احترام کرتے۔ اگر خاندان میں شکر رنجی ہوتی تو ملا دیا کرتے[1]۔

حلیہ مبارکہ

کشادہ پیشانی' فراخ چہرہ جس سے نورانیت عیاں' گندمی رنگ' متوسط قد' صحتمند بدن' زادہ' بسطۃً فی العلم والجسم کی تصویر' گھنی ڈاڑھی' بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک' چال سے تواضع' عاجزی نمایاں' نشست و برخاست سنت نبوی کی آئینہ دار' گفتگو مختصر مگر معنویت سے لبریز خوش مزاج اور ملنسار[2]۔

(1) (ا) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 54 باختصار

(ب) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 120

(2) فیضان المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 12

تصنیفات

تصنیفات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اسی لیے آپ نے درس و تدریس کی جاں گسل مصروفیات کے باوجود اس اہم و عظیم کام کی جانب توجہ دی اور سات 7 گراں قدر تصانیف کا بیش بہا تحفہ قوم کو پیش کیا۔ ان کتب کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔

1. بہار شریعت

اردو زبان میں سترہ حصوں پر مشتمل حضرت صدر الشریعہ کی یہ وہ عظیم کتاب ہے جسے فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یوں تو فقہی مسائل پر بیسیوں کتب' کتابچے اور رسائل موجود ہیں جن میں احکامِ شریعت کو اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر رسالہ کسی خاص موضوع سے متعلق ہے مثلاً کسی میں صرف عقائد' کسی میں فرائض' کسی میں فقط نماز و روزہ کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے لیکن بہارِ شریعت کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں زندگی سے لے کر موت تک کے تمام مسائل شرعی کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے تو یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ اس نظامِ حیات کی ترجمان بہارِ شریعت ہے۔

مقصد تصنیف

بہارِ شریعت کی تصنیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

''ایک وہ زمانہ تھا کہ ہر مسلمان اتنا علم رکھتا تھا جو اس کی ضروریات کو کافی ہو بفضلہ تعالیٰ علماء بکثرت موجود تھے جو نہ معلوم ہوتا تھا ان سے بآسانی دریافت کر لیتے حتیٰ کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمادیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید و فروخت کریں گے جو دین میں فقیہ ہوں (رواہ الترمذی عن العلاء بن عبد الرحمان بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ) پھر جس قدر عہد نبوت سے بُعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی رہی اب وہ زمانہ آگیا کہ عوام تو عوام بہت سے وہ جو علماء کہلاتے ہیں روزمرہ کی ضروری جزئیات حتیٰ کہ فرائض و واجبات سے ناواقف اور جتنا جانتے ہیں اس پر بھی عمل سے منحرف کہ ان کو دیکھ کر عوام کو سیکھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا اسی قلتِ علم و بے

پروائی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے ایسے مسائل کا جن سے واقف نہیں انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ نہ خود علم رکھتے ہیں کہ جان سکیں نہ سیکھنے کا شوق کہ جاننے والوں سے دریافت کریں' نہ علماء کی خدمت میں حاضر رہتے کہ ان کی صحبت باعث برکت بھی ہے اور مسائل جاننے کا ذریعہ بھی اور اردو میں کوئی ایسی کتاب کہ سلیس' عام فہم' قابل اعتماد ہو اب تک شائع نہ ہوئی۔ بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں اغلاط کی کثرت' لاجرم ایک ایسی کتاب کی بے حد ضرورت ہے کہ کم پڑھے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا فقیر بہ نظر خیر خواہی مسلماناں اور بمقتضائے ''الدین النصح لکل مسلم'' مولیٰ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس امر اہم واعظم کی طرف متوجہ ہوا۔''

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: اس کتاب میں مسائل کی دلیلیں نہ لکھی جائیں گی کہ اول تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں دوسرے دلیلوں کی وجہ سے ایسی الجھن پڑ جاتی ہے کہ نفس مسئلہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مسئلے میں خالص منقح حکم کا بیان ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں: اس کتاب میں حتی الوسع یہ کوشش ہوگی کہ عبارت بہت آسان ہو کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور کم علم اور عورتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں پھر بھی علم بہت مشکل چیز ہے یہ ممکن نہیں کہ علمی دشواریاں بالکل جاتی رہیں ضرور بہت سے مواقع ایسے بھی رہیں گے کہ اہل علم سے سمجھنے کی حاجت ہوگی کم از کم اتنا نفع ضرور ہوگا کہ اس کا بیان انہیں متنبہ کرے گا اور نہ سمجھنے سمجھ والوں کی طرف رجوع کی توجہ دلائے گا[1]۔''

بہارِ شریعت کی خصوصیات

بہارِ شریعت بہت سی ایسی خوبیوں کی جامع ہے جو بیک وقت کسی کتاب فقہ میں موجود نہیں۔ یہاں ان تمام خوبیوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں صرف چند اہم اور بنیادی خصائص اور امتیازات درج ذیل ہیں:

1) یہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب میں زندگی کے خطوط ونقوش اور تمام لوازمات کا شرعی احاطہ کر لیا گیا ہے اور شب وروز میں پیش آنے والے تمام مسائل اس میں جمع کر

(1) امجد علی اعظمی' مولانا' بہار شریعت حصہ دوم ص 4-3

دیے گئے ہیں۔

2) ہر باب کے ذیل میں تائیدی آیات واحادیث طیبہ کے بعد مسائل فقیہ کا بیان ہے۔

3) اس کتاب میں ماخذ کے مکمل حوالہ جات کا التزام کیا گیا ہے۔

4) بحث کی پیچیدگیوں میں الجھے بغیر بات دلنشیں انداز میں کہی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے۔

5) عبارت نہایت' جامع' سادہ اور سلیس ہے جس کو ہر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے۔ جزئیات سے پہلے کلیات کی نشاندہی کر دی گئی ہے تاکہ نئے مسائل کے اخذ کرنے میں قاری کو سہولت فراہم ہو جائے۔

6) جملہ ابواب فقہ میں مسائل ضروریہ کا استقصاء ہے۔

7) مفتی بہ اور صحیح ورجیح مسائل کا التزام ہے۔

8) ترتیب مسائل اور حسن بیان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے[1]۔

''بہار شریعت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا سید ظہیر احمد زیدی لکھتے ہیں: ''اس کتاب کے مطالعے سے دین سے لگاؤ' اور عمل کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور پڑھنے والے کے اندر دین وایمان کا استحکام اور عقائد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور اس یقین کو قوت حاصل ہوتی ہے کہ دین اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے جس میں انسانی معاشرے کی جملہ ضروریات کا تسلی بخش حل موجود ہے اور جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: اس کتاب کو آپ جتنی بار بھی پڑھیں گے آپ کی نگاہ میں اس کی عظمت اور اہمیت وافادیت بڑھتی ہی چلی جائے گی اور یہاں تک کہ مسائل شریعت کو معلوم کرنے کے لیے یہ ایک ناگزیر ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔ عقائد وعبادات سے لے کر معاملات تک اور معاملات میں بھی پیدائش سے لے کر موت تک ہر قسم کے معاملہ کے متعلق فقہی وشرعی احکامات کو اردو میں مرتب کر دیا ہے۔ ان معاملات سے متعلق احادیث شریفہ اور آیات قرآنی بھی ترجمہ کے ساتھ لکھ دی گئی ہیں اور مسائل میں ہر مسئلہ اور ہر فقہی جزئیہ کو حوالہ کتاب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ نماز' روزہ' زکوۃ اور حج سے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو بہت سی کتابیں اردو زبان میں مل جائیں گی لیکن اگر آپ خرید وفروخت' رہن' ہبہ' عاریت' اجارہ (کرایہ داری) وقف' شرکت

---

(1) غلام یحیٰی انجم مصباحی' ڈاکٹر' فقہ اسلامی اور بہار شریعت مشمولہ معارف رضا کراچی ص185

(ساجھا دکمپنیز) نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح، ایلاء، ظہار، لعان، نان ونفقہ، حضانت حق مہر قضا (فیصلہ) قانون شہادت، حقِ شفعہ، قرض و استقراض، زراعت، بٹائی پر کاشت، لگان داری، قواعد آب پاشی، حدود شرعیہ زنا، سرقہ، اتہام زنا، قتل، قطع اعضاء وغیرہ کی شرعی سزائیں اور دیگر معاملات سے متعلق احکامِ شریعت وفرامین الٰہی معلوم کرنا چاہیں تو آپ کو ان کے تفصیلی احکام، اردو زبان کے اندر صرف بہارِ شریعت میں ملیں گے۔ اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی جامع کتاب احکام شریعت پر نہ ملے گی کہ ان معاملات واحکام کے علاوہ اس کتاب میں اخلاق حسنہ، اخلاق سئیہ، آداب تلاوتِ قرآن، فضائل تلاوت، فضائل علم دین واحکام جہاد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں بعنوان خطر واباحت کا بیان، حرام وحلال کا بیان اور جائز و ناجائز چیزیں بھی بیان کی گئی ہیں جس میں جزئیات بھی ہیں اور اصول بھی (1)

اعلیٰ حضرت کی تصدیق ودعا

مندرجہ بالا خصائص وامتیازات کے ساتھ ساتھ بہارِ شریعت کی مقبولیت ومحبوبیت اور شہرت کی ایک اہم وجہ اسے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی تائید وتصدیق اور دعا کا حاصل ہونا بھی ہے۔ امام اہل سنت تحریر فرماتے ہیں: ”فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہارِ شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولانا ابو العلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ رزقہ اللہ تعالی فی الدارین الحسنیٰ مطالعہ کیا، الحمد للہ مسائل صحیحہ، رجیحہ، محققہ، منقحہ پر مشتمل پایا۔ آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعمل و فیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی و شافی ووافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں اہل سنت میں شائع ومعمول اور دنیا و آخرت میں نافع ومقبول فرمائے۔ آمین (2)۔

---

(1) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 82

(2) امجد علی اعظمی، مولانا، بہارِ شریعت، حصہ دوم ص 60

مرشد صدرِ شریعت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی مندرجہ بالا جامعیت اور فصاحت و بلاغت سے لبریز تقریظ مبارکہ میں صدر الشریعہ کے نام کے ساتھ اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ تحریر ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر ہیں اور غوث اعظم حضرت سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب میں داخل ہیں اور اعظم گڑھ سکونت رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ (ماخوذ از پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر ص 154)

بہارِ شریعت کا ماخذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے بہارِ شریعت میں ہر مسئلہ کا حوالہ باالتزام نقل کیا ہے اور یوں نہیں کہ ایک ہی کتاب کے حوالے نقل کرتے چلے جائیں بلکہ بیسوں کتب تفسیر و حدیث و فقہ کے حوالے آپ نے درج کیے ہیں۔ مولانا قمر الحسن مصباحی صاحب نے نہایت محنت سے بہارِ شریعت کے مآخذ کا جائزہ تحریر کیا ہے لکھتے ہیں: سترہ 17 حصوں پر مشتمل بہارِ شریعت کے مآخذ چند طرح کے ہیں کچھ تو عقائد سے متعلق بحثوں کے مآخذ ہیں جن میں چند فرقہ ہائے باطلہ کے رد وابطال پر ان کی کتابوں کے حوالوں کو شواہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ اعمال سے متعلق مآخذ میں قرآن مقدس، احادیث کریمہ اور فقہ حنفی کی مستند امہات کتب ہیں۔ ایسا نہیں کہ مصنف نے کسی ایک ہی کتاب کا حوالہ ہر جگہ اور بار بار دہرایا ہو بلکہ جب جیسی ضرورت ہوئی اسی کے لحاظ سے مراجع کا حصول ہوا ہے مآخذ کی یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ا: قرآن مقدس

ب: احادیث مبارکہ

ج: کتب فقہ

د: رد فرقہ ہائے باطلہ

کتب احادیث مبارکہ

الف:	1. ابن ماجہ شریف		22. دعوات کبیر
	2. ابوداؤد شریف	ر:	23. رزین
	3. امام احمد بن حنبل	س:	24. سنن اربعہ
	4. اصحاب السنن	ش:	25. شرح معانی الآثار
	5. اصبہانی		26. شرح السنہ
	6. امام مالک	ص:	27. صحیح ابن خزیمہ
	7. ابن عساکر		28. صحیح ابن حبان
ب:	8. بخاری شریف	ض:	29. ضیا
	9. بزار	ط:	30. طبرانی صغیر

10. بیہقی

ت: 11. ترمذی شریف

12. تاریخ حاکم

13. تاریخ بخاری

14. ترغیب

ح: 15. حصن حصین

16. حاکم

17. حلیہ

خ: 18. خطیب

د: 19. دار قطنی

20. دارمی

21. دیلمی

31. طبرانی کبیر

32. طبرانی اوسط

ک: 33. کتاب الآثار

34. کنز العمال

م: 35. مسلم شریف

36. مشکوٰۃ شریف

37. مسند ابویعلیٰ

38. موطا امام احمد

39. مستدرک

40. معرفہ

41. مصنف عبدالرزاق

ن: 42. نسائی شریف

حدیث کے ان مراجع پر نظر ڈالنے سے جہاں ایک طرف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا محدثانہ منصب اجاگر ہوتا ہے اور ثقاہت پر مہر یقین ثبت ہوتی ہے وہیں بہارِ شریعت کی فقہی جزئیات اور اس کے مستنبط کا معیار وقیع سے وقیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور فقہ حنفی کا حدیث وقرآن سے ارتباطی عمل بھی واشگاف ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد ذرا فقہ حنفی کی ان کتب پر نظر ڈالیے کہ مصنف نے کتنی ساری کتابیں نظروں میں رکھ کر بہارِ شریعت کو ترتیب دیا ہے وہ بھی فقہ حنفی کی شاہکار امہات کتب جن پر فقہ حنفی کا انحصار ہے گویا اس منظرنامے میں بہارِ شریعت ایک ایسا بنیادی کارنامہ ہے جس پر جتنا بھی زیادہ ناز کیا جائے کم ہے۔ اس تعداد کو دیکھ کر امام اہل سنت کے اس قول کی مزید وضاحت ہوتی ہے جو آپ نے تفقہ سے متعلق حضرتِ صدر الشریعہ کے لیے ارشاد فرمایا تھا:

''آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔''

کتب فقہ حنفی

1. بحرالرائق
2. بزازیہ
3. بحر
4. بدائع
5. تنویرالابصار
6. تبیین
7. جوہرہ نیرہ
8. حلیہ
9. خیریہ
10. خلاصۃ الفتاویٰ
11. درمختار
12. ذخیرہ
13. ردالمحتار
14. زیلعی
15. شرح وقایہ
16. شرنبلالی
17. شرح ملتقیٰ
18. شلبیہ
19. صغیری
20. طحطاوی علیٰ المراقی الفلاح
21. عالمگیری
22. عنایہ
23. غنیۃ
24. غایۃ البیان
25. غرر
26. فتاویٰ رضویہ
27. فتح القدیر
28. قاضی خان
29. قاری الھدایہ
30. کشف الغطاء
31. کنزالدقائق
32. لباب
33. مراقی الفلاح
34. منیہ
35. منتقیٰ
36. محیط
37. منسک
38. مسلک
39. مبسوط
40. مجمع الانہر
41. منحۃ الخالق
42. نظم زندویسی
43. نتائج
44. وشاح الجید
45. ہدایہ

مذکورہ بالا دونوں مراجع حصہ دوم سے لے کر سترہویں حصہ تک بکھرے ہوئے بے شمار ابواب پر مشتمل ان ابحاث کے مراجع وماٰخذ ہیں جن میں ایک مسلمان کے داخلی اور عائلی قوانین کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔قرآن وحدیث اور کتب فقہ کے یہ ذخائر حضرت علیہ الرحمۃ کی شان تفقہ کے غماز ہیں۔جس میں ایک فقیہ کی اعلیٰ ژرف نگاہی زورِ مطالعہ اور جزئیاتِ فقہ پر عبور رکھنے کی مکمل نشاندہی ہے۔

حصہ اول جو صرف معتقدات پر مشتمل ہے اس کے مراجع اور ہیں

چونکہ عصر حاضر میں حشرات الارض کی طرح بہت سارے فرقے جنم لے چکے ہیں جن کا مقصد مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنا ہے اس لئے ان کی خصوصاً نشاندہی کی گئی ہے۔ان باطل فرقوں کے ردوابطال میں جن کتابوں کو استشہاد میں پیش کیا گیا ہے وہ کچھ اس طرح ہیں:

قادیانی

1. ازالۂ اوھام
2. انجام آتھم
3. دافع البلاء
4. اربعین
5. معیار
6. کشتی نوح
7. اعجاز احمدی
8. دافع الوسواس
9. ضمیمہ انجام آتھم

وہابی

10. تقویۃ الایمان
11. ایضاح الحق
12. صراط مستقیم
13. تحذیر الناس
14. براہین قاطعہ

حصہ اوّل ودوم کی ترتیب

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ بہارِ شریعت کا حصہ دوم پہلے تصنیف کیا گیا اور حصہ اول بعد میں، چونکہ دوسرے حصے میں اعمال سے متعلق بحث ہے جس میں خصوصاً طہارت کا ذکر ہے۔مگر اعمال بغیر عقیدہ کی صحت کے ضائع وبے کار ہوتے ہیں اس لئے عقیدہ کی بحث کو تقدم لازم آیا۔

اسی لئے حصہ دوم تصنیف میں اگر چہ مقدم تھا مگر رتبۃً مؤخر ہو گیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

فقیر بارگاہِ قادری ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی رضوی عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لیے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے جس میں ضروری روزمرہ کے مسائل ہوں۔ باوجود بے فرصتی اور بے مائیگی کے توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کیا' ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستگی' عقائد کی صحت پر متفرع ہے اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اصولِ مذہب سے آگاہ نہیں ایسوں کے لیے سچے عقائد ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے۔ خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جوفروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ عالم کہلاتے ہیں اور حقیقتاً ان کو اسلام سے کچھ علاقہ نہیں عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آ کر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ لہٰذا اس حصہ یعنی کتاب الطہارۃ کو اس سلسلہ کا حصہ دوم کیا اور ان بھائیوں کے لیے اس سے پہلے حصہ میں سچے اسلامی عقائد بیان کیے امید کہ برادرانِ اسلام ان کے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں اور اس فقیر کے لیے عفو و عافیت دارین اور ایمان و مذہب اہل سنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں[1]۔

بہارِ شریعت کے وہ سترہ حصے جو حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے قلم فیض رقم سے معرضِ وجود میں آئے ان میں آیاتِ قرآنیہ' احادیث مبارکہ' اور مسائل وغیرہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

کل آیاتِ قرآنیہ	395
کتب احادیث مبارکہ	42
کل احادیث مبارکہ	2224
کتب فقہ	50 سے زائد
کل مسائل فقہیہ	9993
کتب عقیدہ ورد	14
کل عقیدہ	136

یاد رہے کہ یہ ساری ابحاث 381 اہم اور اصل عنوانات کے تحت قائم کی گئی ہیں۔ جن میں اصل عنوان کے تحت ضمنی عنوانات بھی ہیں جن کو یہاں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ان عناوین کا بھی

---

(1) امجد علی اعظمی' مولانا' بہارِ شریعت حصہ اول ص 3

ذکر کیا گیا ہوتا تو تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوتی۔ یوں ہی جن آیاتِ کریمہ کی تعداد یہاں پیش کی گئی ہے وہ ایسی آیات ہیں جن سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے وگرنہ تمثیل کے طور پر جن آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس شمار سے خارج ہیں[1]۔

فتاویٰ عالمگیری پانچ سو منتخب اور اجلہ علمائے کرام نے مل کر مرتب کیا تھا پھر بھی اس میں بہت سے جزئیات میں راجح اور مفتی بہ کی تعیین نہیں۔ ان علمائے کرام کی عظمت یہ تھی کہ دربار میں تشریف لاتے تو عالمگیر کھڑے ہو جاتے' بہارِ شریعت حضور صدر الشریعہ نے تنہا لکھی' راجح اور مفتی بہ کی تعیین بھی کی' نئے مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی' عربی کتابوں میں مدون مسائل کو سلیس اور عام فہم اردو زبان میں منتقل کرنے کی مہم بھی سر کی...... اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ پانچ سو علمائے کرام کی مشارکت سے ترتیب پانے والی کتاب فتاویٰ عالمگیری (ہندیہ) سے اہم خدمت ہے اس لئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے تھے' اگر اورنگزیب علیہ الرحمۃ زندہ ہوتے اور میری یہ خدمت دیکھ پاتے تو مجھے سونے سے تولتے[2]۔

زمانہ تصنیف

یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتدا کب اور انتہا کب ہوئی تاہم بعض قرائن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف چودھویں صدی ہجری کے چوتھے دہے سے شروع ہوا کیونکہ ابتداء کے چند حصے جو امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کو دکھائے گئے اور آپ نے اس کی تصدیق فرمائی تو اس میں جلد دوم کے تصدیق نامے میں 12 ربیع الآخر شریف 35ھ مرقوم ہے۔ جس سے اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ اس حصہ دوم کا زمانہ تصنیف یقیناً اس تصدیق سے دو ایک سال قبل ہے۔

بہارِ شریعت کے اختتام کا علم سترھویں حصے کے آخر میں حضرت صدر الشریعہ کے تحریر کردہ عرضِ حال سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کی تعطیل میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا۔ یہاں تک کہ جب 1939ء میں جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہو گیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آ گئیں تو اس کی

(1) قمر الحسن مصباحی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 234 تا 237 باختصار

(2) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ ص 44

تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا اور یہ کتاب اس حد تک پوری نہ ہو سکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔ چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے در پیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا۔

7 شعبان 1358ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور 25 ربیع الاوّل 1359ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا شب دہم رمضان المبارک 1359ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم نے رحلت کی۔ 20 رمضان المبارک 1362ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ مرحوم کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا۔ ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جبکہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے بالکل معذور ہوں۔ ایسی حالت میں "بہارِ شریعت" کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی تصنیف کو اس حد پر ختم کر دیا۔ گویا اب اس کتاب کو کامل و اکمل بھی کہا جا سکتا ہے مگر ابھی اس کا آخری تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیق الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آ جاتے تو جمیع ابواب فقہ پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہو جاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے[1]۔

حضرت صدر الشریعہ کی درج بالا تحریر 1362ھ سے معلوم ہوا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کا زمانہ چودھویں صدی ہجری کے چوتھے عشرے میں غالباً 1334ھ سے شروع ہو کر ساتویں عشرے کی ابتداء پر ختم ہوتا ہے۔ گویا اس عظیم تصنیف کا مکمل عرصہ تقریباً 28 برس پر مشتمل ہے۔ یاد رہے کہ

---

(1) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، بہارِ شریعت، حصہ 17 ص 51

اٹھائیس برس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ آپ ان برسوں میں ہمہ وقت تصنیف میں مگن رہے بلکہ تدریس سے جو وقت بچتا یا تعطیلات میں آپ نے تحریر کا کام کیا۔

بہارِ شریعت کی تکمیل

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ' بہارِ شریعت کو بیس حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ہجوم حوادث کی بناء پر ایسا نہ کر پائے اور اپنے تلامذہ کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے شاگردوں اور اولاد نے اس جانب بھرپور توجہ دی اور بہارِ شریعت کے مزید تین حصے لکھ کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی عین خوشی کا سامان فراہم کر دیا۔ آخری تین حصوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اٹھارہواں حصہ: علامہ عبد المصطفیٰ الازہری
مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہم الرحمۃ
مولانا قاری محبوب رضا خاں بریلوی

انیسواں حصہ: مولانا سید ظہیر احمد زیدی

بیسواں حصہ: مولانا مفتی وقار الدین قادری

یہ تینوں حصے شاہزادۂ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب کے اہتمام سے مکتبہ رضویہ کراچی نے شائع کر دیئے ہیں۔ اور یوں بہارِ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ یقیناً اس نیک کام پر حضرت صدر الشریعہ کی روح پرفتوح اپنی قبر مبارک میں نہایت خوش ہوگی اور ان مصنفین کے لیے دعا گو بھی۔

حضرت حجۃ الاسلام کا پیغام

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ' مسلمانوں کی صلاح وفلاح کے لیے بہارِ شریعت کو نہایت اہم خیال فرماتے تھے اور متعلقین ومتوسلین کو اس کے درس کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد 1343ھ/1925ء میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ابتداء میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی) یا کوئی اور قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کیا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لیے بہارِ شریعت پڑھائی جائے'' مزید فرماتے ہیں:

''بوڑھے' جوان' کاشتکار' مزدور' محنتی مزدور لوگ جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے بہارِ شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کریں[1]۔''

یقیناً بہارِ شریعت سے استفادہ کا حق یونہی ادا ہو سکتا ہے کہ اسے خود پڑھیں' احباب کو پڑھائیں' قریبی مساجد یا اہم پبلک مقامات پر اس کا روزانہ یا ہفتہ وار درس جاری کریں۔ مولیٰ تعالیٰ اس کارِ خیر کی سب مسلمانوں کو توفیق دے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے مزارِ پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

2. فتاویٰ امجدیہ

چار جلدوں پر مشتمل یہ کتاب حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اکثر فتاوی اردو میں ہیں جبکہ بعض فتاویٰ عربی اور فارسی میں بھی ہیں۔

یاد رہے کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ صرف ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ نے تحریر فرمائے۔ چنانچہ شہزادۂ صدر الشریعہ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی لکھتے ہیں: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے؟ کسی کو نہیں معلوم زیادہ تر آپ کی فرصت کے اوقات بھی سوال و جواب اور دینی تربیت ہی میں صرف ہوتے' روزانہ زبانی طور پر بیجاسوں مسائل آپ سے عوام و خواص معلوم کرتے تھے لیکن کسی نے ان کو قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی ورنہ ہمارے پاس دینی معلومات کا ایک شاندار ذخیرہ ہوتا۔

تحریری فتاویٰ کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے فتاویٰ کی جو نقول ہیں وہ 7 ربیع الاول 1340ھ سے شروع ہوتی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتاء پر جو کچھ کارنامے انجام دیئے ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بناء پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار نہ ہو سکیں۔ یعنی ہمارے پاس فتاویٰ امجدیہ کی جو نقول ہیں انہیں حضرت

---

(1) محمد جلال الدین قادری' مولانا' خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس' ص148

صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن جو ہے وہ بھی ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے۔[1]

اس دور کے رسائل و جرائد میں بھی حضرت صدر الشریعہ کے بعض فتاویٰ شائع ہوتے رہے چنانچہ دبدبہ سکندری رام پور کے درج ذیل شماروں میں آپ کے چند محققانہ فتاویٰ شائع ہوئے۔

24 ربیع الانور 1367ھ/6 فروری 1948ء ص 1

5 ربیع الاخر 1367ھ/17 فروری 1948ء ص 2

5 جمادی الاولی 1367ھ/17 مارچ 1948ء ص 1

17 جمادی الاولی 1367ھ/29 مارچ 1948ء ص 2

19 جمادی الاخری 1367ھ/30 اپریل 1948ء ص 1

3 رجب المرجب 1367ھ/12 مئی 1948ء ص 1

29 رمضان المبارک 1367ھ/6 اگست 1948ء ص 2[2]

مرجع علماء

جب ہم حضرت صدر الشریعہ سے فتویٰ پوچھنے والوں کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑے بڑے علماء بھی مستفتیوں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت' فقاہت اور عزیمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت کی انہی صلاحیتوں کے باعث اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے آپ کو ہندوستان بھر کے لیے قاضی شرع مقرر کیا تھا۔ نیز اس میں یہ بھی اشارہ پنہاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد قضاء واقعی کے امام حضرت صدر الشریعہ ہیں۔ اسی بناء پر برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام مشکل مسائل میں آپ ہی کی جانب رجوع کرتے تھے۔ حیدر آباد دکن کے مولانا اسرار الرحمٰن صاحب نے 18 رجب 1367ھ چند مسائل کے حل کے لیے آپ کی خدمت میں استفتاء بھیجا' استفتاء کے شروع میں وہ لکھتے ہیں:

"یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک شخص سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے۔ خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و ایمان و فیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے

---

(1) نسیم مصطفیٰ مصباحی' مقدمہ فتاویٰ امجدیہ' ج اول ص ز

(2) ... مدین قادری' مولانا' محدث اعظم پاکستان' ص 135-134

آمین ثم آمین۔"

اسی طرح حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ نے مالِ وقف سے متعلق ایک استفتاء حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجا۔ جواب کے تقاضے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

"جامع ہر علم وفن، مفتی اعظم اہل سنن، ماحی شرور وفتن، حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لازالت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بے شک کارِ اہم تدریس وتعلیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اس کی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی ہوگی، مگر اس، ہیچمدان نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے۔ میں سعی کر کے تھک گیا مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علمائے کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جس کی تحریر سے میرے قلب کی تسکین ہو بجز آپ کی ذاتِ گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی۔ یہ وجہ تکلیف دینے کی ہوئی۔ اگرچہ آں مکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضروری ہے معرض التواء میں ہے۔ مگر اس شدید ضرورت پر آپ کا جواب اشد سمجھا گیا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا گذرتا ہو کہ ڈاک کے وقت آپ کے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو۔ یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زبردستی وقت نکال کر جواب مرحمت فرمایئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور کوئی جزئیہ مل جائے گا۔ اگر خدانخواستہ کئی جزئیہ نہ ملا تو آپ کا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی کلیہ کے تحت داخل کر کے (مثلاً الضرورات تبیح المحظورات) حکم تحریر فرمادیں۔ چونکہ کسی وقت میں شے موقوف اضاعت کا ظن غالب ہے لہٰذا ضرور فقہ میں کوئی صورت ایسی ہوگی جو اضاعت سے بچائے اور باوجود ورق گردانی کے کتاب الوقف کی وہ صورت مجھے نہ سوجھی پس آپ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آئی۔ مکرما! بہت دن ہو گئے جلد توجہ فرمایئے خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ تاتو بمن میرسی من بخدامی رسم۔"

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کو جب بھی کسی مسئلہ میں دشواری ہوتی آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ ایک بار چند لاینحل مسائل کا حل دریافت کیا اور عریضہ کے آخر میں تحریر فرمایا "بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بارِ خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں اپنی حاجات

پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازہ پر جائیں۔"

تیرے ٹکڑے سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

ماہر معقولات' خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی گھوسوی علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال تھا' جب انہیں کسی مسئلہ میں الجھن ہوتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے چنانچہ انہوں نے "بابِ نکاح" سے متعلق دو پیچیدہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجے' صدر الشریعہ نے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ جواب کی وصولیابی کے بعد خیر الاذکیاء نے یہ عریضہ لکھا:

"مخدومنا المکرم' واستاذنا المعظم ذوالکرم زاد لطفک وفضلک الحکم السلام علیکم ورحمته الله وبرکاته۔ کرم نامہ صادر ہوا' بعد مطالعہ کاشف اسرار ہوا۔ حضور نے ہر دو مسئلہ کا نہایت وضاحت سے جواب تحریر فرمایا فقیر کو بخوبی سمجھ میں آ گیا۔" شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی پیلی بھیتی' حضور محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی' سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب مکھنپوری علیہم الرحمۃ وغیرہ نے بھی فتاویٰ حاصل کئے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم بھی آپ کی فقہی معلومات پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعے سے ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفرِ حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج اسٹیشن سے بخار ہو گیا اور بریلی شریف پہنچتے پہنچتے بخار نے اتنی شدت پکڑ لی کہ اکثر بے ہوشی کا سا عالم ہوتا اس وقت بریلی میں مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب اوروہی خدمات وعیادت میں مصروف تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انہیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چند مسائل پیش کئے گئے۔ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے اور سفرِ حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی بھی فرصت نہیں۔ یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے۔ آپ نے اسی شدتِ مرض کے عالم میں بستر پر لیٹے لیٹے تمام سوالات حل فرما دیئے۔ فقہ میں آپ کی اسی مہارت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے (1)۔"

---

(1) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ ص 36 تا 39

اعلیٰ حضرت کی روحانی توجہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے انتقال کے بعد صدر الشریعہ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ اب فتاوی کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا چنانچہ اسی فکر میں آپ سو گئے اور خواب میں اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی' اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے ہاتھوں میں فتاویٰ دیتے ہوئے فرمایا'' ہم اسی طرح آتے رہیں گے''۔ اس خواب کے تذکرہ کے بعد صدر الشریعہ نے بریلی شریف کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا'' مجھے یقین ہوا کہ میرے فتاویٰ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی باطنی نظر برابر رہے گی اور جب بھی میں نے کوئی فتویٰ ترتیب دیا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا خاص کرم شامل حال رہا تو یقین ہے کہ میرا کوئی فتویٰ غلط نہیں بلکہ ہر فتویٰ شریعت کے عین مطابق ہے[1]۔ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی نے درست فرمایا'' ندرتِ استدلال وحسن استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ فتاویٰ امجدیہ یقیناً فتاویٰ رضویہ کا ایک تتمہ ہے[2]۔

ڈیڑھ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل یہ فتاویٰ جو آیات قرآنیہ' احادیث کریمہ' فقہی جزئیات اور نظائر و شواہد سے بھرپور ہے' کراچی سے مکتبہ رضویہ نے شائع کر دیا ہے۔ اہل علم زیارت کر کے ایمان کو تازگی بخشیں۔

3. حاشیہ طحاوی شریف

طحاوی شریف دراصل امام ابوجعفر طحاوی کی معرکۃ الآراء تصنیف شرح معانی الآثار کا دوسرا نام ہے۔ امام طحاوی 237ھ میں پیدا ہوئے' ثقہ' مثبت' فقیہ' عاقل تھے' اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے[3] آپ کے تعارف میں علامہ عبدالعزیز فرہاروی رقم طراز ہیں:

'' حضرت امام طحاوی مذہب حنفی کے عظیم مجتہدوں سے ہو گئے۔ ہمیں ائمہ ثلاثہ امام اعظم' امام ابو یوسف' امام محمد کے بعد احناف میں امام طحاوی اور امام ابن الہمام جیسے نہیں ملتے کیونکہ ان دونوں نے علم حدیث کا احاطہ کرلیا۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے امام طحاوی کی اس عظیم الشان کی کتاب پر حاشیہ کیوں اور کیسے تحریر کیا؟ اس سوال کا جواب آپ کے شاگرد علامہ مبین الدین محدث امروھوی یوں دیتے

---

(1) ایضاً ص 49

(2) ضیاء المصطفیٰ مصباحی' مولانا' مقدمہ فتاویٰ امجدیہ' ج اول ص س

(3) غلام علی اوکاڑوی' مولانا' مجموعہ رسائل اشرفیہ' ص 267

ہیں۔ ''شوال 61ھ میں دادوں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں حضرت نے دورہ (حدیث) شروع کر دیا۔ اس میں 5 متعلم شریک تھے۔ اکثر اوقات حضرت اقدس کی جامعیت وکمالات کا ذکر ہوتا رہتا۔ ایک دن اثنائے گفتگو میں یہ بات نکلی کہ کلام پاک کا ترجمہ کنز الایمان لوگوں نے اصرار کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے لکھوایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ املا کراتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ لکھتے جاتے۔ اس طرح وہ دولت امت کو ملی اس پر خیال ہوا کہ ہم لوگ اپنے حضرت سے کچھ لکھوائیں۔ مناسب وقت کے ہم لوگ منتظر رہے۔ آخر ایک دن موقع پا کر عرض کیا کہ حضور درسی تین کتابیں بالکل معریٰ ہیں۔ پڑھنے پڑھانے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ شرح هداية الحكمة للخير آبادی' مدارک التنزیل' طحاوی شریف' یہ تینوں کتابیں اس مدرسہ کے مجوزہ نصاب میں داخل تھیں۔ ان کی شرح تحریر فرمادی جائے۔ اس وقت منظوری کا پروانہ ملتوی رہا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ اچھا کریں تو کوئی دینی خدمت کریں۔ طحاوی شریف منتخب فرمائی اور اس کے تحشیہ کی تیاری شروع کر دی کچھ کتابیں حضرت کی دادوں میں موجود تھیں۔ ضرورت کی بعض کتب' کتب خانہ حبیبیہ' حبیب گنج علی گڑھ سے مستعار حاصل کیں' کچھ کتابیں بریلی جا کر ساتھ لائے' کچھ کتابیں خرید فرمائیں۔

جو کتابیں تحشیہ کے لیے جمع فرمائیں ان کی تعداد بہت زائد تھی چند کے نام یہ ہیں: صحاح ستہ' سنن الکبریٰ للبیهقی' مستدرک للحاکم' موطا امام محمد' دارقطنی' کتاب الآثار' کتاب الخراج' موطا امام مالک' مشکل الآثار' فتح الباری' دارمی' عمدة القاری' ارشاد الساری' مرقاة المفاتیح' شرح مشکوٰة للطیبی' اشعة اللمعات' بذل الجهود' تقریب' تهذیب التهذیب' الاستیعاب' تذکرة الحفاظ' الاکمال' صفة الصفوة لابن جوزی' هدایه' کفایه' عنایه' فتح القدیر' بدائع' صنائع' سعایه حاشیه شرح الوقایه' بحر الرائق' شامی' جد الممتار' فتاویٰ رضویه' مراقی الفلاح' القاموس' صراح' مختار الصحاح' المنجد' منتهی الارب' ان کے علاوہ اور بہت ذخیرہ تھا۔

تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہو کر شعبان تک چند مہینہ ہوا۔ اس کام کے لیے عشاء کے بعد 2 3 گھنٹے مقرر تھے اور جمعہ کو صبح سے گیارہ تک یا درمیان سال کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔ اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانچ سو صفحات لکھے گئے۔ مشیت الٰہی کہ پھر وہ کام ملتوی ہو

گیا۔ اب تک نہ مکمل ہو سکا نہ اتنا ہی شائع ہو سکا[1]۔

حاشیہ کی خوبیاں

حاشیہ کی چند خوبیاں درج ذیل ہیں:

(1) ہر باب کے عنوان کی وضاحت۔ (2) طحاوی شریف میں مذکورہ احادیث کے رواۃ کے حالات کا بیان۔ (3) امام طحاوی کی بیان کردہ احادیث کی تقویت و تائید کے لیے دوسرے محدثین کی تخریج کا بیان۔ (4) کسی مضمون کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہونے کی صورت میں کتاب کے حوالے کے ساتھ ساتھ سلسلہ سند کا تفصیلی بیان۔ (5) الفاظِ حدیث کی توضیح و تشریح۔ (6) حدیث سے مستنبط احکام و نکات و اشارات کا ذکر۔ (7) صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلافِ مسائل کی صورت میں امام طحاوی کے اشارے کی تصریح۔ (8) احادیث متعارضہ کا تعارض دفع کرنے کی صورتوں کی تعیین۔ (9) روایت کے ساتھ ساتھ درایت اور قیاس شرعی سے مسئلہ دائرہ کی تحقیق۔ (10) امثال و نظائر سے مسئلہ کی توضیح۔ (11) مخالفین کے اعتراض، استدلال کا ذکر پھر دلائل کی روشنی میں اعتراض کا دفعیہ اور استدلال کی تردید۔ (12) توضیح و تنقیح اور بحث میں طویل گفتگو سے گریز۔ (13) حدیث سے مسلک احناف کی تائید اور اپنی ذاتی تحقیق کا بیان۔ (14) راویانِ حدیث کی عدالت اور عدل و ضبط سے متعلق ناقدین حدیث کے اقوال کا ذکر[2]۔

اس کے علاوہ تحریر میں اختصار و جامعیت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ چنانچہ مولانا مبین الدین محدث امروہوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ یہ ہوا کہ باب الکسوف کا حاشیہ لکھا جا رہا تھا۔ کسوف کی لفظی، فقہی تحقیق ہو رہی تھی اور کسوف کے اسباب پر گفتگو تھی۔ حضرت نے حسب عادت جامع بیان میں لفظی و معنوی تحقیق لکھا دی۔ ہم لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر موقع پر خوب پھیلاؤ ہونا چاہئے اس بناء پر ہم نے کسی کتاب کا مزید بیان ملاحظہ کے لیے پیش کیا' دیکھ کر فرمایا یہ سب کچھ بیان سابق میں آچکا زائد کی ضرورت نہیں۔ کسوف کے اسباب پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے یہاں بھی وہی انداز اختیار فرمایا کہ جامع واضح الفاظ میں اس کا سبب ظاہر کر دیا۔ بعض شارحین حدیث نے اسباب کسوف پر خوب تفصیلی بحث کی تھی نہایت بسط سے اسباب بتائے تھے۔ ہم نے

---

(1) مبین الدین محدث امروہوی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ بصدر الشریعہ نمبر ص 204-202

(2) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 70

پورا مضمون درج حاشیہ کروانا چاہا مگر حضرتِ اقدس نے یک نظر دیکھ کر رد فرما دیا۔ پھر ہم کو مطمئن کرنے کے لیے رطب و یابس کو چھانٹ کر رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں اصل سبب وہ ہے جو میں نے لکھ دیا۔ وہ بہت قوی ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی سو نہ کہے۔ ایک کہے' ڈھنگ کی کہے[1]۔

یہ کتاب علم حدیث میں ایک بڑا علمی شاہکار اور حضرت صدر الشریعہ کی حدیث دانی پر شاہد عادل ہے۔ آپ ہجوم حوادث کی بناء پر اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور وصیت فرما دی کہ تلامذہ میں سے کوئی صاحب مکمل کر دیں۔ بفضلہ تعالیٰ شاہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیا المصطفیٰ مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور اس حاشیہ کو مکمل کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ جلد از جلد یہ حاشیہ مکمل ہو کر شائع ہو تا کہ اہل علم اس عظیم علمی و دینی خزانے کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں۔

4. التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل

یہ رسالہ قنوتِ نازلہ کے تعلق سے ایک استفتاء کا تفصیلی جواب ہے اس میں قنوتِ نازلہ سے متعلق احادیث کریمہ اور اقوالِ فقہاء کی ایسی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے کہ اور ایسے قوی دلائل سے حنفی مذہب کو ثابت کیا گیا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد آپ کے وفورِ علم' فہم و دانش' حدیث دانی اور فقہی بصیرت کا پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ اس رسالے کے اختتام پر خود مصنف علیہ الرحمۃ کا مندرجہ ذیل ارشاد رسالے کی اہمیت واضح کرتا ہے:

> بحمدہٖ تعالیٰ قنوتِ نازلہ کا یہ مسئلہ اور اس سے پہلے قنوتِ نازلہ قبل رکوع ہونے کا مسئلہ یہ دونوں مل کر ایک رسالے کی قدر ہو گئے۔ اس کا نام التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل رکھا گیا ہے۔ فقیر اس قابل نہیں ہے کہ وہ محقق اور مدلل فتاویٰ تحریر کر سکے' مگر محض اللہ عزوجل کا فضل و کرم تھا جو ایسا فتویٰ ایسی حالت میں اس نے تحریر کرا دیا۔''

قنوت نازلہ کا مسئلہ حنفیہ و شافعیہ کے درمیان متنازع فیہ ہے۔ خود حنفیہ کے درمیان بعض جزوی امور میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ مسئلہ بڑا اہم اور پیچیدہ ہے خصوصاً جب کہ متون و شروح میں اختلافات موجود ہوں ایسی صورت میں راجح' مختار' اور مفتیٰ بہ قول کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنے کے لیے فقہ میں جس رسوخ و تبحر' اور کامل استحضار کی ضرورت ہے وہ کچھ اہل علم خصوصاً ارباب افتاء ہی سمجھ سکتے ہیں جن کی فکر و نظر کا دائرہ حدیث کے رموز و اسرار اور فقہ کے اصول و جزئیات پر وسیع سے وسیع تر ہو[2]۔

---

(1) مبین الدین محدث امروھوی' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 282

(2) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ، ص 51

قنوت نازلہ ایک مخصوص دعا ہے جو مسلمانوں پر کسی عظیم حادثے کے وقت نمازِ فجر میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے بڑی محنت سے یہ ثابت کیا ہے کہ قنوت نازلہ ہو یا قنوتِ وتر دونوں کا وقت قبل رکوع یعنی قیام میں ہے۔ جو حضرات تفصیل چاہیں وہ اصل رسالہ کی جانب رجوع فرمائیں۔

5. قامع الواہیات من جامع الجزئیات

1913ء میں مچھلی بازار' کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبالیا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتیٰ کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار 16 اگست 1913ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی' راجہ صاحب محبوب آباد اور سر رضا علی وغیرہ شامل تھے' لیفٹیننٹ گورنر سے ملا............اور پھر 14 اکتوبر 1913ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی جن میں ایک شرط یہ تھی:

''چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لیے جائیں لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تا کہ راہ رو اس پر سے گذر سکیں[1]۔''

اس معاہدے کے سلسلے میں جب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب (نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام) نے 30 ذیقعد 1331ھ/1913ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) سے ایک استفتاء بھیجا۔ جس کے جواب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک مستقل رسالہ ''ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری'' تحریر فرمایا جس میں اس مصالحانہ طرزِ عمل پر کڑی تنقید کی اور پر زور دلائل سے ثابت کیا کہ وقف قابل انتقال نہیں ہوتا۔ مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے ایک چھ ورقی عربی کتابچہ تحریر کیا۔ جس میں بزعم خویش موصوف نے چند فقہی جزئیات سے اپنے دعویٰ کی تائید پیش کی۔ اس کے رد میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ نے پچپن صفحات پر مشتمل ایک عربی رسالہ ''قامع الواہیات من جامع الجزئیات'' تحریر فرمایا اور یہ ثابت فرما دیا کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مچھلی بازار کانپور کی مسجد کے تعلق سے جو فیصلہ کیا ہے وہ خلاف شرع ہے۔

---

(1) محمد مسعود احمد' پروفیسر ڈاکٹر' گناہِ بے گناہی' ص 31

مولانا لکھنوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں چند جزئیات سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی تھی مگر ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی چنانچہ ابانۃ التواری اور قامع الواہیات کو دیکھنے کے بعد انہیں اس مسئلہ سے رجوع کرنا پڑا۔عربی کتابچہ کا قامع الواہیات میں جو رد بلیغ کیا گیا ہے وہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ یہ رسالہ جہاں حضرت ممدوح کے فقہی تبحر کا آئینہ دار ہے وہیں عربی ادب پر آپ کی بے پناہ مہارت و ممارست پر شاہد عادل بھی ہے۔نمونہ کے طور پر ذیل میں چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

مولانا لکھنوی صاحب نے مسجد کی زمین پر گذرگاہ بنانے کے جواز پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں جواز وعدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔لہٰذا جائز چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

قد علم ان قولهم المسجد مسجد الى السماء والى تحت الارض ان لم يجعل تحته او فوقه شي آخر' اما جعل الممرتحته فانه مسكوت عنه في هذا المحل

فقہاء کا یہ کہنا کہ مسجد' آسمان اور تحت الثریٰ تک مسجد ہوتی ہے۔یہ اس وقت ہے جبکہ اس کے نیچے یا اس کے اوپر کوئی دوسری چیز نہ بنائی گئی ہو' رہا مسجد کے نیچے گذرگاہ بنانا تو یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ نے اس استدلال کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ مسجد کی زمین میں گذرگاہ بنانے کو مسکوت عنہ کہنا فقہائے اسلام کے ارشادات سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

تقدم مراراًوقد اعترف به ايضًا ان كل هذا قبل تمام المسجدية لان المسجد انما يصير مسجد بجعله فاذا بنى فوقه اوتحته بيتا اور سرواً بالمصالحة لم يجعل هذا القدر مسجدا فكان منعا لا نزعا و دفعاً لا رفعاً بخلاف ما اذا تمت المسجدية ولم يجعل تحته ولا فوقه شيئا فقد صار

مسجد فی جانبیه الی منقطع الجهتین باقرارک ایضًا فکیف یحل الآن النزع والرفع والاخراج والقطع و کلامک فی هذا' اذا هو فی الاستبدال وهو فعلتک فی کانفور فما تغنی الحیل

بار بار گذر چکا ہے اور موصوف کو بھی اعتراف ہے کہ یہ صورت تمام مسجدیت سے پہلے کی ہے اس لئے کہ جب مسجد کو مسجد کر دیا جائے وہ حقیقتاً مسجد ہو جاتی ہے تو جب اس کے اوپر یا نیچے کوئی گھر بنایا جائے یا مصالح عامہ کے لیے سرائے بنایا جائے تو اتنی جگہ کو مسجد نہیں قرار دیں گے تو یہ مسجدیت سے خارج ہوئی نہ کہ مسجد کو مسجدیت سے ختم کرنا ہوا' بخلاف اس صورت کے جب کہ مسجدیت تام ہو جائے اور اس کے اوپر یا نیچے کوئی چیز نہ بنائی جائے تو دونوں جہتوں کے ختم تک دونوں جانب مسجد ہوگی' خود آپ کے اقرار سے بھی تو پھر تمام مسجدیت کے بعد مسجد کے حصہ کو ڈھانا اور مسجدیت سے خارج کرنا کیونکہ جائز ہوگا اور آپ کی گفتگو اسی شق پر ہے۔ اس لیے کہ یہ تو مسجد کو بدلنا ہوگا جیسا کہ آپ نے مسجد کانپور میں کیا ہے تو پھر حیلہ و بہانہ کیا کارآمد ہوگا۔

حضرت ممدوح نے مزید رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مسجد کی اندرونی جگہ نہ بھی ہو بلکہ مصالح مسجد کے لیے ہو جب بھی اسے عام سڑک بنانا جائز نہیں کہ مصالح مسجد' توابع مسجد ہیں۔ اور توابع مسجد کے لیے مسجد ہی کا حکم ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

مصالح المسجد توابع المسجد و تابع الشی له حکم الشی تقول ما فی الدار غیر الامیر ومعه خدمه' اما سمعت ما تقدم عن الکتب الکثیرة نقلته ایضًا ان الفناء تبع للمسجد فیکون حکمه حکم المسجد

مسجد کے مصالح' مسجد کے تابع ہوتے ہیں اور جو حکم شے کا ہوتا ہے وہی حکم شے کے تابع کا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ امیر کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے خادم اس کے ساتھ ہوتے ہیں کیا آپ نے نہیں سنا۔ جو فقہی عبارتیں اس سے پہلے گذریں کہ فنائے مسجد' مسجد کے تابع ہوتا ہے' تو اس کا حکم مسجد ہی کا ہے۔

(2) مولانا لکھنوی نے ابو خطاب کے حوالہ سے ایک جزئیہ پیش کر کے انہدام مسجد کانپور کے جواز پر اس طرح دلیل دی تھی:

قال ابو الخطاب سئل ابو عبد الله يحول المسجد قال اذا كان ضيقًا لا يسع اهله فلا بأس ان يحوله الى موضع اوسع منه

ابو خطاب نے کہا کہ ابو عبداللہ سے تحویل مسجد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب مسجد تنگ ہو اور نمازی اس میں نہ سمائیں تو دوسری وسیع زمین میں منتقل کرنے میں حرج نہیں۔

مذکورہ بالا استدلال پر حضرت صدر الشریعہ نے جو فقہی و منطقی گرفت فرمائی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

هذا فى الجامع فانه الذى يضيق عادة بجمعة الجماعات لاسيما عند اتحاد الجمعة كما كان فى زمنهم فليس فيه الا تحويل الوصف ولو جاز ابطال المسجدية لاجل الضيق لما حل اخذ ارض بكره للتوسيع وقد فعله الصحابة رضى الله تعالى عنهم ولعمرى مابطال المسجد للضيق الا كقتل مسلم لمرضه

مذکورہ بالا (تحویل مسجد کا) قول جامع مسجد سے متعلق ہے کیونکہ جامع مسجد ہی وہ ہے جس میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے وہ عادۃً تنگ ہو جاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ نمازِ جمعہ ایک ہی جگہ ہوتی ہو جیسا کہ ان حضرات کے زمانہ میں تھا' تو اس میں محض مسجد کے وصف کو بدلنا ہے (نہ کہ مسجد کی مسجدیت کو) اگر تنگی کی وجہ سے مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا جائز ہوتا تو پھر توسیع مسجد کے لیے پاس والی زمین کو جبراً لینا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ صحابۂ کرام نے ایسا کیا ہے۔ تنگی کی وجہ سے مسجدیت کو ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو بیماری کی وجہ سے قتل کر دینا۔

پھر آپ نے معارضہ کے طور پر جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بتایئے مسجد اگر تنگ ہو

جائے تو وہ مسجد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو یہ تنگ چیز آخر کیا ہے؟ اور کیا دنیا کے کسی بھی عالم نے مسجد کو تنگی کی بناء پر مسجدیت سے خارج کیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسجد نبوی شریف تنگ تھی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی توسیع کی تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''رحم الله عثمان زاد فی مسجد ناحتی وسعنا'' اللہ عزوجل عثمان پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ہماری مسجد میں اضافہ کر کے ہمارے لیے وسعت پیدا کر دی۔''

اگر مسجد تنگ ہونے کے باوجود مسجد ہے تو پھر اس کی مسجدیت سے باطل کرنا کیونکر جائز ہو گا؟ کیا مسجد کو باطل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے نجات پا سکتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا۔ ''اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد میں نام خدا لئے جانے سے روکے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرے''[1]

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی فقہی بصیرت کے چند شواہد بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ان کے اس رسالہ سے اس قسم کے افادات یکجا کی جائیں اور تبصرہ کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے پھر بھی یہ چند اقتباسات موصوف کی علمی و فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے کے لیے اور رسالہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

6. اتمام حجت تامہ

یہ کتابچہ جو ستر سوالات پر مشتمل ہے' حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی دینیات کے ساتھ ساتھ سیاسیات پر مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس دور کے سیاسی حالات مختصرا پیش کر دوں جو اس کتابچہ کی تحریر کا باعث بنے:

پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ اور اس کے ہمنواؤں کے جلو میں تقریباً دو لاکھ (مسلم، ہندو) ہندوستانی فوجی شریک ہوئے کیونکہ برطانیہ نے دوران جنگ غیر منقسم ہندوستان کو با اختیار حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن انگریزوں نے وعدہ وفا کرنا کب سیکھا تھا؟ اس لئے یہ خواب' خواب ہی رہا۔ ہندوؤں کے انتقامی جذبات بھڑک اٹھے وہ انہیں اس بدعہدی کا سبق سکھانا چاہتے تھے 1918ء میں جنگ عظیم کے اختتام پر جرمنی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا اور اس کی پشت پناہی کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ بکھر کر رہ گئی۔ یہ زوال آشنا سلطنت ہندوؤں کے لیے سیاسی مہرہ کا کام کر گئی۔ اسے خلافت شرعیہ قرار دے کر مسلمانوں کے جذبات کو ہوا دی گئی۔ بس پھر کیا تھا جذبات کا

---

(1) [illegible] صدر الشریعہ، ص68

ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ جذبوں کی یہ سلگتی چنگاریاں لمحوں میں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئیں۔ پورا متحدہ ہندوستان اس کی لپیٹ میں آ چکا تھا اور ہوش و خرد سے بے گانہ ہو کر پوری قوم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چند حساس دل قوم کی اس حال زار پر تڑپ اٹھے۔ مگر کیا کہتے؟ اور کس سے کہتے؟ جذبوں کا یہ طوفان کچھ کہنے نہیں دے رہا تھا۔

ابھی یہ طوفان تھمنے بھی نہ پایا تھا کہ 1920ء میں مسٹر گاندھی کے اشارے پر تحریک ترکِ موالات شروع کی گئی۔ اس تحریک کے طوفان بے تمیزی میں ملی تشخص اور اسلامی امتیاز سب کچھ ختم ہو چلا تھا۔ اور ستم یہ کہ اس تحریک کی قیادت علمائے اسلام کر رہے تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی کے پرجوش حامیوں میں سے تھے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تب اکابرین اسلام اٹھ کھڑے ہوئے اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ طعنے سہے، گالیاں سنیں لیکن اسلامی ثقافت کی پامالی ان سے نہ دیکھی گئی اور پھر کیا ہوا؟ حق کا جگمگاتا، چمکتا دمکتا پرنور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا۔

(دوام العیش ص 34)

اب ذرا ان فتنہ سامانیوں کی قدرے تفصیل سنتے چلیے جن سے اسلامی قدریں پامال ہو رہی تھیں اور دینی وقار گاندھی گردی کی نظر کیا جا رہا تھا اس وقت ہندوستانی فضا میں اس قسم کے آوازے بلند ہو رہے تھے:

(1) ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے، خدا کی رسی مضبوطی سے پکڑنے سے چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر ہم کو دنیا ضرور ملے گی۔ (مولانا شوکت علی)

(2) اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے۔ (ظفر الملک)

(3) خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک کے لیڈر (گاندھی) ہماری خاک کو پاک کرنے آ رہے ہیں۔

(4) چل فخر قوم حضرت گاندھی کو لائیں

"تعریف کر سکے ان کی یہ نادرست
خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست"

اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا آ گئے وہ   بھارت کے حق میں رحمت داور بنے ہیں وہ

(سپاس نامہ برائے گاندھی)

(5) فقیر نان کو آپریشن کے مسئلے میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی جانتا ہوں میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت

رفتی و نثارِ بت پرستی کر دی

(فقیر عبد الباری عفی عنہ)

(6) غیر مسلم کی میت کو کندھا دینا ممنوع تھا معاف فرمایئے۔

بھولے باہمن گائے کھائی

اب کھاؤں تو رام دہائی

(شوکت علی)

(7) خدا نے گاندھی کو تمہارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔

(عبد الماجد بدایونی)

اس ابتر ماحول میں امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے ''دوام العیش'' اور بستر مرگ سے شاہکار تصنیف ''المحجۃ المؤتمنۃ'' کے ذریعے قوم کے جذبات کی صحیح راہنمائی فرمائی اور اسلامی تشخص کو مٹنے سے بچالیا۔

ان ہنگامہ آرائیوں کا نقطہ انجماد 1921ء میں وہ خلافت کانفرنس تھی جو بزعم خویش اس تحریک کے مخالفین پر حجت الٰہیہ تمام کرنے کے لے منعقد کی گئی تھی لیکن اسی کانفرنس نے خلافت کے حامیوں کی زبانیں بند کردیں۔ لب سی دیئے۔ اور کچھ ہی دنوں بعد کمال پاشا کے ذریعے خلیفہ کی معزولی نے ان بے معنی پر جوش جذبات پر اوس ڈال دی۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

بریلی کانفرنس کی مجلس نشریات نے پہلے دو اشتہار شائع کیے۔ ایک کا عنوان تھا ''زندگی مستعار کی چند ساعتیں'' اور دوسرا اس نام سے شائع ہوا ''آفتاب صداقت کا طلوع'' جس میں تعریض و تصریح کے ملے جلے انداز میں تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کے مخالفین کو دعوت مبارزت دی گئی تھی علمائے اہل سنت نے دین کی حفاظت کے پاکیزہ جذبوں کے ساتھ اس کھلے چیلنج کو قبول کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے اپنے صدر مقاصد علمیہ، صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد

امجد علی قادری اعظمی قدس سرہ کا مرتب کردہ ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ بنام ''اتمام حجت تامہ'' ان حضرات کی خدمت میں بھیج دیا تاکہ قبل از وقت جواب دہی کے لیے خود کو تیار کر لیں۔ اور یہ سب کچھ پر خلوص جذبوں کے تحت عمل میں آیا جس سے مقصود صرف تحقیق حق تھی نہ کچھ اور، صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

جناب عبد الباری فرنگی محلی، وعبد الماجد بدایونی، ومسٹر ابوالکلام آزاد صاحب۔ الحمد لربنا و کفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی والسلام علیٰ من التبع الھدیٰ حفاظت اماکن مقدمہ وحمایت سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے کس مسلمان کو بقدر قدرت اس کی فرضیت سے خلاف ہو سکتا ہے؟ مگر شرع مطہر نام کو نہیں کام کو دیکھتی ہے۔ ہم غربائے غریب، اسلام قدیم کے فدائیوں کو ان کاروائیوں پر جو اچھا نام دکھا کی جارہی ہیں، شبہات ہیں . . . اگر وہ دفع ہو جائیں اور ثابت ہو کہ وہ کاروائیاں قرآنِ عظیم وحدیث کریم اور اسلام قدیم وفقہ قویم کے موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں۔ ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں سچ مچ اسلامی گذارش ہے کہ مقصود ہار جیت نہیں بلکہ صرف اس قدر کہ جس فریق کا قدم حق سے جدا ہے، ہدایت پالے ورنہ کم از کم عام مسلمین تو دیکھ لیں کہ حق کس طرف رہا اور کس نے اسے قبول کرنے سے اعراض کیا(1)۔

ان سوالات کا جواب دینے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی یہاں تک کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد نے ان سوالات کا جواب حاصل کرنے اور حق واضح کرنے کے لیے خلافت کمیٹی کے جلسہ میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ خلافت کمیٹی کا جلسہ جاری تھا۔ کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد جلسہ میں جا پہنچا۔ وفد میں درج ذیل حضرات شامل تھے:

1) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں

2) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی

3) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

4) خطیب ملت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری

5) مولانا حسنین رضا خان بریلوی

6) ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری

(1) رشاد احمد رضوی، مولانا، جہانِ رضا، ستمبر، اکتوبر 97ء ص 36-40

7) مفتی برہان الحق جبل پوری

جماعت رضائے مصطفیٰ کا نورانی وفد پہنچتے ہی لوگوں میں بڑا جوش وخروش پیدا ہو گیا تھا۔ صدر جلسہ ابوالکلام آزاد نے صرف مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو 35 منٹ کا وقت دیا۔ حضرت مولانا صاحب نے نہایت واضح الفاظ میں کفار سے موالات کے حرام ہونے' خلافت کمیٹی کے ہندوؤں سے اتحاد واتفاق کا تعلق قائم کرنے کا رد فرمایا۔ خلافت کمیٹی نے جو گاندھی کے قصیدہ خوانی کی تھی اس کا ذکر فرمایا۔ مجمع مولانا سلیمان اشرف کی تقریر کو دل لگا کر سن رہا تھا۔ لوگوں کو شکایت ہو رہی تھی کہ مولانا بلند آواز سے تقریر فرمائیں۔ یہاں تک آواز اچھی طرح نہیں پہنچتی۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے یہ اثر دیکھ کر خود مولوی ابوالکلام سبحان اللہ اور جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے مولانا عبدالماجد بدایونی کی طرف متوجہ ہو کر زور سے کہا'' کہو یار تمہاری بھی کہہ دیں تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر بھیجا ہے۔'' مولانا بدایونی کچھ نہ کہہ سکے اور خاموش رہے۔

مولانا کی تقریر کے بعد مولوی ابوالکلام آزاد نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات دوستی ومحبت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا کے تشریف لے آنے اور تقریر فرمانے پر بہت کچھ اظہار مسرت کیا اور مولانا کے اکثر اعتراضات سے پہلو تہی کر کے صرف ایک دو باتوں کے متعلق کچھ کہا جس میں بہت بڑی تو یہ ہے کہ مولوی ابوالکلام آزاد نے اس عام مجمع میں تسلیم کیا کہ موالات جیسے نصاریٰ کے ساتھ حرام ہے' ہنود کے ساتھ بھی حرام ہے۔ اس پر یہاں تک زور دیا کہ ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندو گاندھی ہو جائیں اور مسلمان ان کا اتباع کریں تو میں کہوں گا کہ وہ سب بت ہیں اور یہ بت پرست اور اس کے ساتھ پر زور لہجے میں یہ کہا کہ کس ذمہ دار شخص نے ہندوؤں کے ساتھ موالات جائز کہی ہے۔ الحاصل اس مجمع میں مولوی ابوالکلام نے حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب کے بہت سے اعتراضات کا تو جواب بھی نہیں دیا اور جن کی نسبت کچھ لب کشائی کی' ان کو تسلیم کیا۔ کسی کسی بات میں غیر ذمہ دارانہ شخصوں کی آڑ پکڑی مگر مجمع نے مولوی ابوالکلام کی تقریر سے انکے عجز و اعتراف قصور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا(1)۔

---

(1) غلام معین الدین نعیمی' مولانا' حیات صدر الافاضل، ص 167

اس کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے فرمایا حرمین طیبین و مقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ کی حفاظت وخدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت وطاعت فرض عین ہے۔ اس میں ہمیں خلاف ہے نہ تھا۔ تمام کفار ومشرکین ونصاریٰ ومرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے فرض وضروری جانتے ہیں ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف و شرع وخلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپ کو پہنچائے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجیے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع شائع نہ کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہولیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ وممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں[1] ان سوالات کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش رہے۔ اتمامِ حجت تامہ کے متعلق حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں ''سیدی دامت برکاتھم ... سلام ونیاز کے بعد گذارش، حضور سے رخصت ہو کر گھر پہنچا، یہاں آ کر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا، فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی۔ .... ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے، میں ان کے ساتھ تھا، وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں، حقیقت میں درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے[2]۔''

المختصر یہ کہ اتمام حجت تامہ نے مخالفین کو راہِ حق دکھانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ تحریک ترکِ موالات کا زور کم ہوا۔ بالآخر یہ تحریک کمال پاشا کے خلافت کے خاتمے کے اعلان کے ساتھ ہی دم توڑ گئی۔ علامہ اقبال نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

---

(1) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص 169
(2) ایضاً، ص 172

7. اسلامی قاعدہ

جاندار کی تصویر کی حرمت متفق علیہ ہے' حدیث پاک میں تصویر بنانے والوں پر سخت وعیدیں وارد ہیں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے صدر الشریعہ کے عہد میں جو قاعدہ رائج تھا اس میں جاندار کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ بچپنے کا ذہن سادہ اور بے نقش ہوتا ہے اس لیے اس میں جس طرح کی باتیں ڈالی جائیں گی اس طرح کا اثر مرتب ہوگا ظاہر ہے کہ جب بچہ' بچپنے ہی سے جاندار کی تصویروں کو دیکھنے کا عادی ہوگا اور اس پر ذمہ داروں کی نکیر نہ کرنے کا حال معلوم کرے گا تو جانداروں کی تصویروں سے دلچسپی رفتہ رفتہ بڑھتی جائے گی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ تصویریں تعلیم وتعلم کا ذریعہ تو ہوسکتی ہیں لیکن تربیت کا ذریعہ نہیں بن سکتیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے بچوں کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ان کی تعلیم وتربیت کے پہلے مرحلے کی نزاکت کو محسوس کیا چنانچہ شرعی طور پر صدر الشریعہ نے بچوں کے لیے آسان اور سہل انداز میں غیر جاندار تصاویر کے ساتھ اسلامی قاعدہ کے نام سے ابتدائی کتاب مرتب فرمائی تاکہ تصویروں کی بنیاد پر بچوں کو سمجھانے میں آسانی بھی رہے اور غیر شرعی امور سے اجتناب بھی رہے' اسلامی قاعدہ میں حروف کی مناسبت سے غیر جاندار تصویروں کا انتخاب پھر الفاظ وحروف کی ترتیب میں بچوں کے تدریجی ذہن کا لحاظ حضرت صدر الشریعہ ہی کا خاصہ ہے۔ یہ کتاب بھی آپ کی جودت طبع اور فکر ونظر کی وسعت کی آئینہ دار ہے' شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں:

''ایک زمانہ میں جب باتصویر قاعدے جاری ہوئے اور ان میں جانوروں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ نہ کرسکے تو مسلمان دیندار بچوں کے لیے آپ نے ''اسلامی قاعدہ'' نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا۔ جس میں تصویریں تھیں۔ لیکن جاندار کی کوئی صورت نہ تھی اور ترتیب ایسی نفیس رکھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانے والا بہت جلد اردو پر قادر ہوجاتا تھا' میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے فوراً بعد ہی اردو کی دوسری کتاب پڑھی تھی درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ منتہی (آخر درجات کے) طلبہ کے ذہن و فکر سے آشنا تو تھے ہی' بچوں اور مبتدی طلبہ کے طریقہ تعلیم وتربیت سے بھی بخوبی واقف تھے اور بچوں کو اسلامی طرز پر تعلیم وتربیت دینے کے متمنی تھے[1]۔

---

(1) آل مصطفی مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ ص 75-74

حضرت صدرالشریعہ کی تحریر کی خصوصیات

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی تحریر کی چند خصوصیات بہارِ شریعت کے تعارف میں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں چند مزید خصوصیات پیش خدمت ہیں۔

i) مختصر نگاری

حضرت صدرالشریعہ کی تحریر میں مختصر نگاری کا وصف بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ آپ کی مختصر عبارت مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہے اور یوں لکھنے اور پڑھنے والے دونوں کا وقت بھی بچ جاتا ہے اور مسئلہ تلاش کرنے میں دشواری بھی نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایک مختصر مگر جامع فتویٰ کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے:

بعد نمازِ پنجگانہ و جمعہ و عیدین عموماً مسلمان مصافحہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن بعض لوگ اسے ناجائز اور مذموم بدعت بتاتے ہیں حضرت صدرالشریعہ سے بعد نمازِ جمعہ و عید مصافحہ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز تو آپ نے ایک جامع اور مختصر جواب یوں ارشاد فرمایا:

''مصافحہ جائز اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت' نماز کے بعد عید کے دن مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل' اپنی طرف سے مطلق کی تقیید باطل۔''

توجہ فرمایئے اور اس اختصار و جامعیت کی داد دیجئے۔ اس فتویٰ میں اصل حکم بھی مذکور ہے' دلیل بھی' ضابطہ بھی اور مانعین جواز کا رد بھی۔ سبحان اللہ[1]۔

مفتی غلام یٰسین امجدی رقم طراز ہیں: حضرت نے اردو زبان پر بڑا احسان فرمایا' لطف تو یہ ہے کہ شروع سے لے کر سترہ ۱۷ حصص تک (بہارِ شریعت کے) دیکھ جایئے کہیں طرزِ تحریر میں تبدیلی نہ ملے گی۔ مشکل سے مشکل مسائل آسان اور ایسی محیط عبارت میں تحریر فرمائے ہیں کہ اگر عبارت سے کوئی لفظ تبدیل کر دیا جائے تو بسا اوقات مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے[2]۔

سادہ نگاری

صدرالشریعہ قدس سرہ کی تحریر میں ہمیں ایسی نثر ملتی ہے جس میں سادگی کا حسن' بے ساختگی کی

---

(1) محمد ممتاز عالم مصباحی' مولانا' حضور صدالشریعہ' حیات و خدمات ص345
(2) غلام یسین امجدی' مفتی' وقارِ شریعت' ص22

جاذبیت اور تسلسل کی لطافت جگہ جگہ ملتی ہے۔ جو سپاٹ پن' بے کیفی اور تھکا دینے والی گنجلک بے ترتیبی سے شکن آلود نہیں ہوتی۔ نمونے کے لیے ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں' مصیبتوں اور کلفتوں پر صبر کی خوب صورت تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے' اس کے منافع بے شمار ہیں' اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقتاً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہئے۔

بہت موٹی سی بات جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا ہے' توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اس طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا

آنچہ از دوست می رسد نیکو است

مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع و فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ دیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے[1]۔

کتنی سلیس سادہ اور دلوں کو چھوتی ہوئی نثر استعمال فرمائی ہے لگتا ہے کہ الفاظ خود ہی تلقین صبر کے واسطے کھڑے ہیں۔ تدریجی تفہیم' آسان اور تمثیلی پیرایہ بیان اور شفقتوں سے لبریز اندازِ گفتگو سطر سطر سے نمایاں ہے جو مؤثرانہ تلقین صبر کے خاص خاص عناصر ہیں[2]۔

منظر نگاری

منظر نگاری بھی تاثیراتی نثر کا خاص جزو ہے' جس کی قوتِ تاثیر سے مخاطب خود کو فراموش کر کے اسی ماحول میں پہنچا ہوا محسوس کرتا ہے جس کی تصویر کھینچ دی گئی ہو۔ حضرت نے بھی ہمیں ایسے یادگار جملے عطا کیے ہیں جسے پڑھنے کے بعد یقینی طور پر خود فراموشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے جو یقیناً آپ کی قوت تحریر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وقوف عرفات کے وقت انسان کی دلی کیفیت کیا ہونی چاہئے اس کی منظر نگاری حضرت کے قلم سے ملاحظہ کریں:

---

(1) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی' بہارِ شریعت' حصہ چہارم ص 68

(2) ارشاد احمد رضوی' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات' ص 312

''سب ہمہ تن صدقِ دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدانِ قیامت میں حسابِ اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے' ڈرتے' امید کرتے' آنکھیں بند کیے' گردن جھکائے' دستِ دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے' تکبیر وتہلیل وتسبیح ولبیک وحمد وذکر ودعا وتوبہ واستغفار میں ڈوب جائے کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے ورنہ رونے کا سامنہ بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دعا وذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے۔ آج کے دن دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کے اوپر گذری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود وذکر وتلاوتِ قرآن مجید میں گذار دو کہ بوعدۂ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو۔ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے' اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے' اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں لہٰذا ان شفیعوں کا دامن پکڑے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہو جاتا ہے[1]۔

(1) ایضاً ص 315

نمونۂ تحریر وفتاویٰ

نمونۂ تحریرِ فتاویٰ

اعضائے وضو کی روشنی

مسئلہ (۱) مسئولہ عبدالقادر سلمہ طالب علم مدرسہ اھل سنت بریلی شریف اا ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ
''میدان محشر میں تمام لوگ سفید ہوں گے' اس کے کیا معنی ہیں تمام بدن سفید ہوں گے یا صرف اعضائے وضو''

الجواب

روز قیامت اس امت کے اعضائے وضو آثار وضو سے سفید و روشن ہوں گے اور یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے' حدیث میں فرمایا **ان امتی یدعون یوم القیمة غرا محجلین من اثار الوضو فمن استطاع منکم ان تطیل غرته فلیفعل۔** بیشک میری امت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ آثار وضو سے منہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے' تو جس سے ہو سکے کہ اپنی روشنی کو دراز کرے (کہ مواضع فرض سے زیادہ پر پانی بہائے) تو کرے۔ (رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور صحیح مسلم شریف کی روایت انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور یہ فرمایا **السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون** فرمایا مجھے آرزو ہے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا' صحابہ نے عرض کیا' کیا ہم حضور کے بھائی نہیں' فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک نہیں آئے' عرض کی جو اب تک آپ کی امت سے آیا نہیں اسے حضور کیسے پہچانیں گے۔ ارشاد فرمایا بتاؤ تو کسی کے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے ہوں' اور سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا اپنے گھوڑے نہ پہچانے گا' عرض کی ہاں' پہچانے گا۔ فرمایا **انھم یاتون غرا محجلین من الوضو** میری امت کے لوگوں کے وضو کے سبب منہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ اور بھی اس مضمون کی روایتیں کتب حدیث میں مذکور ہیں' مگر تمام بدن کا سفید ہونا نظر فقیر میں کسی روایت سے ثابت نہیں' اور احادیث میں غرہ اور تحجیل کا بیان اس امر کو چاہتا ہے کہ باقی بدن[1] ایسا نہ ہوگا' کہ جب تمام بدن ایسا ہی ہے تو غرہ و تحجیل نہیں اور وضو کی اس سے فضیلت بھی ثابت نہ ہوگی' حالانکہ یہ حدیث فضائلِ وضو میں ہے[2]۔

---

(۱) علاوہ ازیں اس ارشاد **من استطاع ان یطیل غرته فلیعفل** کا معنی بھی یہی ہے کہ جہاں تک وضو میں اعضاء وضو دھوئے جائیں گے اتنے ہی روشن ہوں گے۔ امجدی

(2) فتاویٰ امجدیہ ج اول ص 304
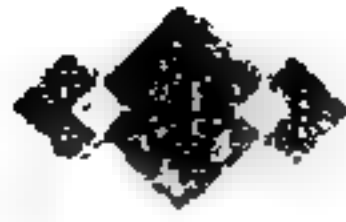
مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کے یعنی پورب کے مسجد کے لوٹے بہ نسبت پچھم کے لوٹوں کے نصف ہوتے ہیں اور زید محض اس خیال سے کہ پورے طور پر سنت ادا ہو' وضو کے لیے دو لوٹے لیتا ہے۔ عمرو کا اعتراض ہے کہ یہ اسراف ہے' اگر بہت کفایت سے کام لیا جائے کہ موسم گرما میں ایک لوٹے سے بھی وضو ہو جاتا ہے' ایسی صورت میں زید کا دو لوٹا لینا اسراف ہوا یا نہیں۔

الجواب

حکم یہ ہے کہ اگر بطور سنت وضو کرنا چاہے تو اعضائے غَسل (1) میں ہر عضو بلکہ اس کے ہر حصے پر سے تین تین بار پانی بہہ جائے یونہی مضمضہ واستنشاق میں تین تین بار کرے اور سب سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے' اور پان کھاتا ہے اور تین کلیوں میں منہ صاف نہ ہو تو اتنی کلیاں کرے کہ منہ صاف ہو جائے' اور مسواک بھی تین بار پہلے دھوئے اور تین مرتبہ بعد استعمال۔ وہ امور جن میں تثلیث سنت ہے' اگر ان میں تین بار سے زیادہ کیا تو اسراف ہے' اور اعضائے وضو میں پانی ڈالنے میں اگر بے احتیاطی کرے کہ بلاوجہ پانی بہاتا ہے اور بیکار گراتا ہے تو اسراف ہے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک (2) سے وضو فرماتے' اس سے مقصود تحدید نہیں کہ اس پر زیادت جائز نہ ہو جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں اس کی تشریح ہے۔ بہرحال وضو میں ادائے سنت کا خیال رکھے اور اسراف سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواب کی شرعی حیثیت

مسئلہ از گرسکال ڈاکخانہ نارائن پٹیہ ریاست حیدر آباد دکن۔ مرسلہ مولوی اسرار الرحمٰن صاحب 18 رجب 46ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی لا الہ الا ھو والصلوۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سیدنا محمد النبی الامی الذی لا نبی بعدہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ اجمعین

---

(1) غَسل غین کے فتحہ کے ساتھ دھونے کے معنی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اعضا جن کا وضو میں دھونا مامور ہے' نہانے کے معنی میں غُسل ہے' یعنی غین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ امجدی۔

(2) ڈیڑھ صاع رضویہ جلد اول ص 140
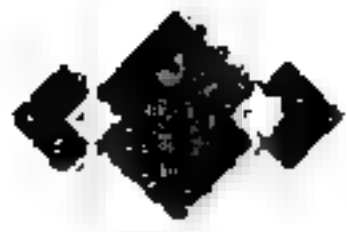
من عبد الله المفتقر الى الله سید اسرار الرحمن المدرس الی محبنا ومولنا ذو المجد والکرم الحکیم ابو العلٰی امجد علی صاحب صدر المدرسین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خادم آپ کی زیارت کا نادیدہ مشتاق ہے آپ نے ایک بار اجمیر شریف حاضر ہونے کی دعوت بھی دی ملازمت واخراجاتِ سفر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ قبل ازیں ایک سال کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ ایک کارڈ لکھا تھا اور کچھ مسائل دریافت کیے تھے' یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بطفیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وایمان وفیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے۔ آمین ثم آمین۔

(1) کوئی شخص خواب میں حضرت سید الاولیاء غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو حنبلی ہو جا اور وہ حنفی ہے' تو کیا اس خواب پر وہ عمل کرے؟

الجواب

خواب صد گونہ احتمالات کا محتمل ہے۔ خواب پر مذاہب کا دارومدار نہیں کہ بسا اوقات نفی کا اثبات، اثبات کی نفی متصور ہو جایا کرتی ہے۔ تھوڑی سی نیند اگر محسوس ہوتی ہو اس وقت بارہا بات الٹی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ تو جب اس کا پورا تسلط ہو تو کیونکر متیقن کہ پوری بات سمجھ میں آئے۔ اگلے زمانہ میں بھی بعض نے ایسی خوابیں دیکھیں کہ شربِ خمر کی اجازت دی جاتی ہے علماء نے فرمایا کہ صحیح خواب اسے یاد نہ رہی' ممانعت کو اجازت سمجھا' لہٰذا خواب کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر شریعت کے مطابق ہے تو مقبول۔ مخالف ہے تو مردود۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مذہب پر عامل تھے۔ اور آپ نے خصوصیت کے ساتھ اس مذہب کا احیاء فرمایا ورنہ یہ مذہب اتنا کمزور ہو چلا تھا۔ کہ باقی رہنا دشوار تھا۔ مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ حنفی یا شافعی یا مالکی مذہب کا اتباع نہ کیا جائے۔ اور جب حق چاروں میں دائر ہے اور ہر ایک مصیب ومثاب ہے' تو تبدیل مذہب کی تلقین صحیح بھی نہیں ہو سکتی' اسی واسطے حضور کے متبعین میں ہر مذہب کے لوگ داخل ہیں۔ اور حضور کا فیض سب کو پہنچتا ہے اور ہر مذہب کے علماء وصلحاء آپ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر مرتبہ ولایت سے سرفراز ہوئے۔ اور اگر حضور کے نزدیک دیگر مذاہب والے حق پر نہ ہوتے تو ہرگز ان کو سرکارِ غوث

سے فیض نہ پہنچتا۔ جس طرح اہل باطل کو نہیں پہنچتا۔ لہٰذا سب سے قوی تر مذہب حنفی کو چھوڑنے کا حکم ہرگز نہ دیا ہوگا۔ اور وہ بھی یہاں پر کہ نہ مذہب حنبلی کی کتابیں ہیں نہ ان کے علماء یہاں موجود اور اگر حضور نے زمانہ حیات ظاہری میں لوگوں کو عام طور پر تبدیل مذہب کا حکم دیا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ خواب میں بھی ایسا فرمایا ہو مگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں[1]۔

زیارتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باوضو قبلہ رو اور داہنی کروٹ' پاک بستر پر سوئے اور یہ درود کم از کم سات بار پڑھے بلکہ پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس کو برابر جاری رکھے۔ زیارتِ اقدس سے مشرف ہوگا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی رُوحِ سَیِّدِنَا مُحمدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُورِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّم

روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت

مسئلہ

از اجمیر یتیم خانہ معینیہ مرسلہ حاجی محمد واحد نور خان صاحب مہتمم یتیم خانہ۔ 29 رجب 1345ھ

حضرت قبلہ صدر صاحب مدظلہم۔ سلام نیاز التیام کے بعد عرض ہے جو زمین اقدس پہلوئے مبارک جناب سرکار دو عالم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی ہوئی ہے اس کے فضائل کے نسبت ارشاد ہوا تھا کہ شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر دی جائے گی امید کہ عطا فرمائی جائیں؟

الجواب

تربتِ اطہر کو اللہ عزوجل نے تمام اقطاع زمین پر فضیلت دی ہے۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ ایک یہ وجہ ہے کہ مکان کی فضیلت مکین سے ہوتی ہے اور جس مکان کا مکین تمام جہاں سے

---

(1) فتاویٰ امجدیہ ج4 ص350-348

(2) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص352
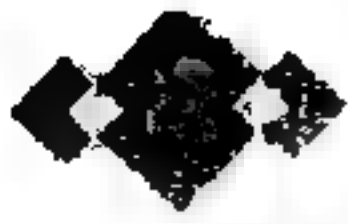
افضل ہے وہ مکان بھی تمام مکانوں سے افضل لہٰذا اس زمین کو نہ صرف اجزاء زمین بلکہ عرش و کرسی پر فضیلت ہے۔ شفاء شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لا خلاف فی ان موضع قبره (النبی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل من بقاع الارض۔ علامہ شہاب الدین خفاجی شرح میں فرماتے ہیں۔ بل هو افضل من السموات والعرش والكعبة كما نقله السبكی رحمه الله تعالیٰ لشرفه صلی اللہ علیہ وسلم وعلوقدره۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔ فانها افضل من الكعبة بل من العرش علی ما قاله جماعة۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام مقدس میں جس قدر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جتنی رحمت اترتی ہے اور جتنے ملائکہ کا آنا جانا ہوتا ہے کسی دوسری جگہ نہیں' وجہ سوم یہاں خاص وہ تجلیات الٰہیہ ہیں جو دوسری جگہ نہیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا۔ انک بالوادی المقدس طویٰ اس وادی کا مقدس ہونا اسی تجلی الٰہی کے سبب سے تھا تو اس جگہ کا تقدس بیشک سب جگہوں سے زیادہ ہوگا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وقال ابن عبد السلام التفضيل يكون لامور غير العمل فقبره صلی الله تعالی علیه وسلم افضل الامكنة لتجلی الله تعالی بما ينزل عليه من الرحمة والرضوان والملئكة ولا حاجة الی ما قيل انه صلی الله تعالی عليه وسلم حی فی قبره له اعمال فيه مضاعفة وان كان صحيحا ولو سلمنا ان المكان لا فضل له فی ذاته فكفاه الفضل لاجل من حل فيه۔ وجہ چہارم ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اس روایت کی بنا پر جسم اقدس کی خلقت اس پاک تراب سے ہوئی جو مرقد انور ہے لہٰذا اس خاک پاک کو فضیلت ہوئی کہ اس سے جسم انور بنا' وہی فرماتے ہیں۔ ويكفی لفضله ما اشتهر من ان كل احديد فن فی التربة التی خلق منها عوارف المعارف میں ہے۔ روی عن ابن عباس ان اصل طينته صلی الله تعالی عليه وسلم من سرة الارض وهو مرضع الكعبة بمكة واول ما اجاب ذاته صلی الله تعالی عليه وسلم ومنه دحيت الارض فهو اصل التكوين والكائنات تبع له ولما تموج الطوفان اتی بطينة لمحل دفنه صلی الله تعالی عليه وسلم ففی الاصل لم يد فن الا فی اصل الكعبة الذی خلق منه صلی الله تعالی عليه وسلم. والله تعالی اعلم[1]

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 342-343

تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے کہ "حدیث" آنحضرت اپنی تعظیم سے منع کرتے تھے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے کوئی بھی زیادہ پیارا نہ تھا اس پر صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے' کیونکہ اس بات سے خود آنحضرت نے منع کر دیا تھا۔ **لا تقوموا کما تقوم الاعاجم** مت کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی قوموں میں رواج ہے۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھے' کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے' بیٹھ گئے صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے ان کو اشارہ کیا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بات میری تعظیم کے خیال سے کی جائے آیا یہ نماز میں اشارہ کرنا کیسا ہے۔ برائے مہربانی مندرجہ ذیل سوالات کے اجوبہ تحریر فرمائیے؟

1. حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے زیادہ کوئی پیارا نہ تھا پھر بھی صحابہ آنحضرت کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے نہ کھڑے ہوتے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟
2. آنحضرت نے خود منع فرما دیا تھا کہ **لا تقوموا کما تقوم الا عاجم** یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟
3. آنحضرت نے جو اشارہ نماز میں کیا تھا صحابہ کو کہ تم بیٹھ جاؤ صحیح ہے یا نہ اور کس لیے کہا بیٹھ جاؤ؟
4. اور وہ نماز کونسی تھی فرض تھی یا نفل اور اشارہ کیوں کیا صحیح ہے یا نہیں؟
5. اور بخاری کی حدیث میں **قوموا الی سیدکم** الخ جو آیا ہے آنحضرت نے کیوں فرمایا ہے اور کس لیے فرمایا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

1. یہ حدیث ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔ **لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و کانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھتہ لذلک**۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔

رہا یہ کہ اس حدیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لیے کھڑے ہونے کو جو ناپسند فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یا یہ تھی کہ یہ ناپسند فرمانا تواضعا تھا۔ یا اس لیے کہ اس سے متکبرین کی مخالفت کرنی منظور تھی جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ تواضعا لربه ومخالفة لعادة المتكبرين والمتجبرين یا اس واسطے کہ حضور کو بار بار آنا جانا پڑتا تھا۔ اور بار بار کھڑا ہونا ایک قسم کا تکلف ہے اور تکلف ناپسند تھا۔ وما انا من المتكلفين یا یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ حضور کے ساتھ محبت بروجہ کامل تھی۔ جیسا کہ خود اس حدیث کا لفظ لم يكن شخص احب الخ اس پر دال ہے۔ اور محبت جب بروجہ کامل ہو تو اس کے اظہار کی حاجت نہیں۔ اور تکلفات اٹھ جاتے ہیں کہ تکلفات باقی رہنا ایک قسم کی اجنبیت پر دلیل ہے۔ اور جب مغایرت جاتی رہی تکلفات بھی گئے۔ جیسا کہ اسی مرقات میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ مهماتم الاتحاد خفت الحقوق بينهم مثل القيام والا عتذار والثناء فانها وان كانت من حقوق الصحبة لكن فى ضمنها نوع من الاجنبية والتكلف فاذا تم الاتحاد انطوى بساط التكلف بالكلية فلا يسلك به الامسلك نفسه لان هذه الآداب الظاهرة عنوان الآداب الباطنة فاذا صفت القلوب بالمحبة استغنت عن تكلف اظهار مافيها جب اتحاد کامل ہو تو آپس کے حقوق میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ جیسے کھڑا ہوا اور کسی بات کے متعلق عذر پیش کرنا۔ اور اس کی تعریف کرنا۔ کہ اگرچہ یہ چیزیں حقوق صحبت سے ہیں۔ مگر ان کے ضمن میں مغایرت اور تکلف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا جب اتحاد کامل ہو بساط تکلف بالکلیہ اٹھ جاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ آداب ظاہری آداب باطنی کے لیے عنوان ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب قلوب محبت کے ساتھ صاف ہو جائیں تو اس کی حاجت نہیں رہتی کہ جو کچھ دلوں میں ہے اس کا اظہار کیا جائے۔

یا اس قیام سے مراد وہی قیام اعاجم ہے جس کی ممانعت ہے' غرض یہ کہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں تاویل ہے اس واسطے کہ اگر قیام مطلقاً ممنوع ہوتا تو صحابہ کرام کبھی نہ کرتے حالانکہ صحابہ سے قیام کرنا ثابت ہے' بلکہ خود حضور نے امر بھی فرمایا۔ قوموا الى سيدكم صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال كعب بن مالك دخلت المسجد فاذا برسول الله صلى الله

تعالیٰ علیه وسلم فقام الی طلحة بن عبید الله یهرول حتی صافحنی ویهنأنی کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا ناگاہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ میرے لیے کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اور نسائی وابوداؤد و ترمذی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی **کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا رأی فاطمة بنته قد اقبلت احب بها ثم فقبلها اخذ بیدها حتی یجلسها فی مکانه** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو آتے دیکھتے تو انہیں مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ اور انہیں بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے قیام کیا جب وہ حبشہ سے واپس آئے اور عکرمہ ابن ابی جہل کے لیے قیام کیا۔ تو اگر قیام ممنوع ہوتا تو ان لوگوں کے لیے قیام نہ فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

2. اس حدیث کو ابوداؤد و ابن ماجہ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ طبرانی نے کہا۔ **هذاحدیث ضعیف مضطرب السند فیه من لا یعرف** یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔ اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس حدیث سے مطلقاً قیام کی ممانعت ثابت نہیں۔ بلکہ اس قیام کی ممانعت جو اعاجم اپنے امراء و سلاطین کے لیے کرتے ہیں۔ یعنی محض ان کے مال و منصب کے لحاظ سے تعظیم کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان میں علم و صلاح ہے۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔ **ای لماله ومنصبه وانما ینبغی التعظیم للعلم والصلاح**۔ یا قیام اعاجم کی صورت یہ ہے کہ امرائے عجم بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور ارا کین سلطنت بادشاہوں کے سامنے دست بستہ تعظیماً کھڑے رہتے ہیں۔ اس قسم کا قیام بیشک ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث **من سره ان یتمثل له الرجال قیاما** کے تحت میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں **ای یقفون بین یدیه قائمین لخدمته وتعظیمه** یعنی اس کے سامنے اس کی خدمت و تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ **معناه من اراد ان یقوم الرجال علی راسه کما یقام بین یدی ملوک الاعاجم** اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے سر پر اس طرح کھڑے ہوں جیسا کہ عجم کے بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی آ گئی۔ قال ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھم تعود فلا تفعلوا۔ قریب ہے کہ تم فارس اور روم کے سے کام کرو کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ دوسری روایت طبرانی کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انما ھلک من کان قبلکم بانھم عظموا ملوکھم بان قاموا وھم قعود تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے بادشاہوں کی تعظیم یوں کی کہ وہ کھڑے رہتے اور بادشاہ بیٹھے رہتے۔ یہ قیام ممنوع ہے اور قادم کے اکرام کے لیے جو قیام کیا جاتا ہے وہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

3-4. زمانہ رسالت میں احکام میں کبھی کبھی نسخ ہوتا تھا کہ ایک وقت یہ حکم ہوتا دوسرے وقت وہ حکم بدل جاتا۔ اور دوسرا حکم صادر ہوتا۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ پہلے یہ حکم تھا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون۔ یہ اس وقت کی حدیث ہے کہ حضور بیمار تھے۔ اور صحابہ نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور یہ واقعہ دو بار ہوا۔ ایک بار نماز فرض تھی۔ اور ایک مرتبہ نفل۔ مگر مرض وفات میں جب حضور نے امامت کی تو اس موقعہ پر تمام صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اور حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکم سابق منسوخ ہے۔ ورنہ ضرور تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں قیام سے منع فرماتے جس طرح پہلے منع کیا تھا۔ اور منسوخ نہ ہوتا تو خود صحابہ کرام بھی کھڑے نہ ہوتے۔ جبکہ حضور نے قیام سے منع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری شریف میں جب یہ حدیث نقل کی تو اس کے ساتھ امام بخاری نے تصریح کر دی۔ قال الحمیدی قولہ واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا ھو فی مرضہ القدیم ثم صلی بعد ذلک النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جالسا والناس خلفہ قیام لم یامرھم بالقعود وانما یؤخذ فالآخر من فعل النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حمیدی امام بخاری کے استاد نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ پہلے کہ مرض میں تھا۔ اس کے بعد پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ حضور نے انہیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ اور حضور کا پچھلا ہی فعل لیا جائے گا پھر اس کے بعد جو پچھلا ہے امام بدر الدین عینی شرح میں فرماتے ہیں۔ اشارۃ الی ان الذی یجب بہ العمل

هو ما استقر علیه آخر الامر من النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم ولما کان آخر الامر منه صلاته قاعدوا الناس وراء ہ قیام دل علی ان ما کان قبله مرفوع الحکم حمیدی کے قول میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ عمل اس پر واجب ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو عمل آخر امر میں مستقر ہوا' اور جبکہ آپ کا پچھلا عمل یہ تھا کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ تو اس نے اس بات پر دلالت کی کہ وہ جو حضور کا پہلا ارشاد تھا منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

5. جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا قوموا الی سید کم' فتح الباری وعمدۃ القاری میں ہے قال ابن بطال فی هذا الحدیث امر الامام الاعظم باکرام الکبیر من المسملین ومشروعیة اکرام اهل الفضل فی مجلس للامام الاعظم والقیام فیه لغیره من اصحابه و الزام الناس کافة بالقیام الی الکبیر منهم اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے بڑے کا اکرام کریں اور اس کی مجلس میں اہل فضل کا اکرام مشروع ہے۔ اور وہاں دوسرے کے لیے قیام کیا جائے گا۔ اور سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑے کے لیے قیام کریں' امام عینی یہ فرماتے ہیں' وفیه ان قیام المرؤس للرئیس الفاضل واللامام العادل والمتعلم للعالم مستحب وانما یکره لمن کان بغیر هذه الصفات۔ رعایا کا رئیس صاحب فضل یا امام عادل کے لیے اور متعلم کا عالم کے لیے قیام مستحب ہے' کراہت صرف اس صورت میں ہے جب اس میں یہ صفات نہ ہوں۔ اس حدیث کے تحت میں امام عینی فرماتے ہیں۔ قال البیهقی علی وجه البر والاکرام جائز کقیام الانصار لسعد وطلحة لکعب ولا ینبغی لمن یقام له ان یعتقد استحقاقه لذلک حتی ان ترک القیام له حنق علیه او عاتبه اوشکاه۔ خلاصہ یہ کہ اکرام کے لیے قیام جائز اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت اور اعاجم کی طرح قیام ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم(۱)۔

بزرگانِ دین کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ صحابہ کرام کے اور کسی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ شرع شریف کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

---

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 89-83

الجواب

بزرگانِ دین کے نام کے ساتھ ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا اور لکھنا جائز ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ اس کی خصوصیت ثابت نہیں، قرآن مجید میں صحابہ کرام اور ان کے متبعین سب کے لیے فرمایا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال اللہ تعالیٰ **والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضواعنه** صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے جہاں ان کا خاص قول "ہدایہ" میں ذکر کیا یوں کہا "قال رضی اللہ عنہ" یعنی مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا اور دیگر کتب میں اکثر جگہ ائمہ کے اسماء کے ساتھ ترضی مکتوب و مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (1)

علمائے کرام کی تحقیر

مسئلہ

مسئولہ واحد اللہ صاحب ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی 7 شوال 1341ھ جو فتویٰ کہ علمائے دین نے بابت ناجائز ہونے نکاح نبی رضا کی لڑکی کے شائع فرمایا تھا۔ وہ چسپاں کر دیا گیا تھا، اس کو مسمی منظور حسین ولد نبی حسین ساکن محلہ صوفی ٹولہ نے پڑھ کر کہا کہ "فتویٰ دینے والے سسرے بھی ایسے ہی ہیں" وغیرہ وغیرہ تو علمائے دین کی شان میں گستاخی کا لفظ سن کر تین شخص بنام کفایت اللہ، امیر اللہ و مولا بخش نے اس کو زیادہ کہنے سے روکا، لہٰذا جو شخص علمائے دین کی شان میں دشنام کے الفاظ استعمال کرے اس کے بابت شرع شریف کیا فتویٰ صادر فرماتی ہے؟

الجواب

عالم دین کی توہین کفر ہے اور گالی دینا تو سخت درجہ کی توہین ہے۔ حدیقہ ندیہ میں **من قال العالم عويلم فهو كافر** عالم کو ملاّنا کہنا کفر ہے، نہ کہ گالی، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول ص 570 پر فرمایا "عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے" "**الاستخفاف بالاشراف و العلماء كفر**" لہٰذا اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے فتویٰ کو اپنی خواہش کے خلاف پاکر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بی بی رکھتا ہو تو اس کے

---

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 345

ساتھ تجدید نکاح کرے، ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں' واللہ تعالیٰ اعلم [1]۔

بچوں کے کھلونے جائز یا ناجائز؟

کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کے لیے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔ اس لیے عبارت منقولہ بالا ردالمحتار طحطاوی میں لکڑی یا پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز فرمائی۔ حالانکہ جاندار کی تصویر یہ بھی ہیں بلکہ درمختار میں فرمایا۔ **وفی آخر حظر المجتبٰی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب به الصبیان**۔ معلوم ہوا کہ ان کا تصویر ہونا وجہ عدم جواز بیع نہیں ردالمحتار میں ہے۔ **ونسبهٗ الی ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفه لاحتمال ان یکون له فی المسئلة قول فافهم**۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گڑیاں تھیں اور وہ ان سے کھیلتی تھیں بلکہ ایک گڑیا گھوڑے کی شکل کی تھی جس کے بازو بنا رکھے تھے' اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سے ان کی خریداری کے متعلق سنا مجھے یاد نہیں، کھیلنے کی نسبت یاد ہے کہ بچوں کو کھیلنے کے لیے کھلونے دینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [2]۔

جنت سے متعلق بعض سوالات

مسئلہ 1: از رائے پور سی پی مرسلہ آدم جی ولی محمد۔ 3 محرم 1350ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق' کہ انسان کو دنیا سے جب انتقال کرنے کے بعد جو کہ جنت میں داخل کیے جائیں گے' انہیں حور عنایت کی جائے یا نہیں؟ اگر عنایت ہوگی تو کیا اس حور سے اولاد پیدا ہوگی؟

مسئلہ 2: انسان جب دنیا سے انتقال کرتا ہے تو بعد انتقال کے اس کی بیوی منکوحہ اس کو دستیاب ہوگی یا نہیں اور اگر اس کی عورت جنت میں دستیاب ہو۔ تو کیا بیوی کے ملنے کے بعد اولاد پیدا ہوگی یا نہیں؟

---

(1) فتاویٰ امجدیہ' جلد چہارم ص 402

(2) فتاویٰ امجدیہ' جلد چہارم ص 233 باختصار

مسئلہ 3

فرض کردم کہ اگر ایک مرد کی چار بیویاں دنیا میں ہوئی ہوں تو کیا اس کے انتقال ہونے کے بعد چاروں بیویاں ملیں گی اور اگر ملیں تو کیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہوں گی۔

مسئلہ 4

دیگر اینکہ اگر ایک عورت کے چار مرد ہوں۔ تو ایسی صورت میں کیا وہ عورت جنت میں چاروں مردوں کو عنایت کی جائے گی، اور کیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہوں گی۔ لیکن اگر چاروں کو دستیاب ہوئی تو کن کن صورتوں میں؟

الجواب

1. جنت میں حور کا ملنا قطعی ویقینی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد فرماتا ہے۔ فیھن قصرت الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان اور فرماتا ہے۔ حور مقصورات فی الخیام۔ اور احادیث اس بارے میں بکثرت وارد ہیں اور اہل جنت کے لیے قرآن مجید نے فرمایا۔ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ وہ جس چیز کی خواہش کریں گے پائیں گے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے ان یدخلک اللہ الجنۃ یکن لک فیھا ما اشتھت نفسک ولذت عینک۔ اگر خدا تجھے جنت میں داخل کرے تو جو کچھ تیرے نفس کی خواہش ہو اور جس چیز سے تیری آنکھ کو لذت ملے سب کچھ ملے گا لہٰذا اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد کی خواہش ہو تو وہ بھی ملے گی بلکہ ترمذی کی ایک حدیث ہے۔ المؤمن اذا اشتھی الولد فی الجنۃ کان حملہ ووضعہ وسنہ فی ساعۃ کما یشتھی۔ یعنی خواہش کرتے ہی حمل ووضع اور جوان عمر سب ایک ہی ساعت میں ہو جائے گا رہا امر کہ اس کی خواہش نہ ہو یہ اور بات ہے چنانچہ اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں فی ھذا الحدیث اذا اشتھی المؤمن فی الجنۃ الولد کان فی ساعۃ ولکن لا یشتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب

2.3.4 اگر وہ منکوحہ بی بی بھی جنت میں جائے گی، تو اسے ملے گی، اور اولاد کے متعلق اول میں گذرا، ایک منکوحہ ہو یا چند۔ سب کا ایک حکم ہے عورت کے اگر متعدد خاوند ہوئے کہ ایک کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور دونوں جنتی ہیں، تو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر اول کو ملے گی اور دوسرا یہ کہ شوہر آخر کو ملے گی اور یہ قول قوی ہے اور جنت میں عورتوں سے جماع بھی کریں گے مگر انزال نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (1)۔

(1) فتاوئ امجدیہ جلد چہارم، ص 365-367

مکتوبات
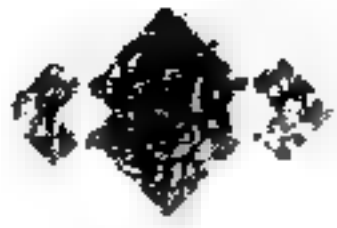
مکتوبات

کسی بھی شخصیت کے سیرت و کردار کے براہِ راست مطالعے کے لیے اس کے ذاتی مکتوبات بنیادی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان ذاتی مکتوبات اور اس شخصیت کی سیرت میں فاصلہ نہیں ہوتا اور فاصلہ جس قدر کم ہوگا شخصیت سے ہم اتنا ہی قریب ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت صدر الشریعہ کے چند مکاتیب بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ ان مکتوبات میں آپ کے اخلاق و کردار' اخلاص و محبت' قومی و ملی احساسات' اور جذبۂ خدمتِ دین کی نہایت واضح تصویر سامنے آتی ہے۔

(1)

مرشدِ صدرِ شریعت' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں

یہ مکتوب حضرت صدر الشریعہ نے اپنے شیخِ طریقت' اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان کی خدمت میں مکۃ المکرمہ سے ارسال فرمایا۔ لکھتے ہیں:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضور پرنور دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا خادم مع الخیر ہے۔ البتہ جدہ میں طبیعت خراب ہوگئی تھی' مگر جلد افاقہ بھی ہوگیا' بعض ضرورت کی چیزیں جدہ میں گم ہوگئیں' مکہ معظمہ میں اس سال بالکل بارش نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے نہایت شدت کی گرمی تھی مگر اس ہفتہ میں ایک دن خوب بارش ہوئی جس کی وجہ سے اب گرمی کم ہوگئی ہے بلکہ قبلِ حج اس قدر سخت گرمی پڑی کہ پچھلا قافلہ جو جدہ سے چلا اس میں سے تقریباً دو سو حجاج کا راستے میں انتقال ہوگیا غالباً کل پرسوں تک مدینہ طیبہ کا قافلہ روانہ ہوگا کرایہ بہت زیادہ ہوگیا یعنی اٹھائیس گنی۔

یہاں کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا' سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے' جس نے سنا کہ حضور کا کفش بردار ہے اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کے دیدار کا مشتاق پایا

خصوصاً قاضی القضاۃ علامہ شیخ علوی مالکی[1] شیخ مرزوقی[2] قاضی القضاۃ کی خدمت میں چند بار دار الحکومت میں حاضر ہوا' نہایت خلیق و با مروت اور ذی علم شخص ہیں۔ جب حاضر ہوتا کھڑے ہو جاتے اور اعزاز کے ساتھ بٹھاتے اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوقِ زیارت ظاہر فرماتے' پہلی بار کی حاضری میں بواب سے فرما دیا (جب) یہ شخص آئے مجھے فوراً اطلاع دو۔

خلیل احمد (انبیٹھوی) یہاں اب تک ہے مگر نہایت ابتری کی حالت میں نہ کچھ خباثت اس نے یہاں ظاہر کی نہ کر سکتا ہے یہاں کے اکابر سے ایسا ہی سنا والعلم عند اللہ۔

رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیہ" علماء کی خدمت میں پیش کر دیا' قاضی القضاۃ نے ایک اور نسخہ طلب فرمایا تھا کہ مصر بھیجنے کا انہوں نے ارادہ فرمایا کل صبح دوسرا نسخہ بھی انہیں دے دیا' کل' "براہین قاطعہ" طلب فرمایا تھا مگر وہابیہ کی تمام کتابیں جدہ میں رہ گئیں اس واسطے کے سامان کے لیے میں نے الگ سے اونٹ کیا تھا مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا مجبوراً تمام سامان جدہ میں چھوڑنا پڑا۔

رسالہ مبارکہ "شمائم العنبر[3]" پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرما دی' مفتی شافعیہ جنہوں نے سالِ گذشتہ میں اختلاف کیا تھا' انہوں نے بھی مہر کر دی۔ آج تک برابر اسی کوشش

---

(1) علامہ سید علوی ابن عقیل ولادت 1262ھ وصال 1338ھ رئیس السادات العلویہ مکہ معظمہ

(2) علامہ سید محمد عبد الرزاق المرزوقی ولادت 1284ھ علامہ شیخ عبد الحق مہاجر مکی اور قاضی القضاۃ علامہ امام صالح کمال کے ممتاز ترین شاگرد تھے' عہد عثمانی میں مکہ معظمہ کے قاضی ہوئے' عہد ہاشمی میں وزارت تعلیمی کے رکن خاص مقرر ہوئے۔ باب قطبی اور باب باسطی کے درمیان ایک رواق میں حلقہ درس قائم تھا جس میں کبار اہل علم و معرفت حاضر ہوتے تھے۔ 25 صفر 1360ھ میں وصال ہوا۔ ان کو امام احمد رضا بریلوی سے علوم و سلاسل کی اجازت بھی حاصل تھی اور ان کو امین الفتویٰ اور رکین التقویٰ کے بلند خطاب سے نوازا تھا۔

(3) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر' اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کا موضوع خطبہ جمعہ کی اذان کا موقع اور محل ہے۔ اس مسئلے کی تاریخ یہ ہے کہ عہد رسالت و عہد شیخین بلکہ جملہ خلفائے راشدین اور اس کے بہت بعد تک بھی یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی رہی اور فقہ و فتاویٰ کی متعدد کتابوں میں تصریح ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے ان عبارتوں میں نہ تو کسی اذان کا استثناء ہے نہ تخصیص لیکن زمانہ ما بعد میں نہ معلوم کب سے یہ رواج پڑ گیا کہ خطبہ کی اذان خاص مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونے لگی اور پنج وقتہ اذانوں کا رواج بھی اب عام طور پر مسجد کے اندر ہی ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے اس مسئلے کی بابت دریافت کیا گیا آپ نے تحقیقی جواب دیا کہ "یہ اذان مسجد کے اندر مکروہ اور خلاف سنت ہے۔" تفصیل کے لیے اصل رسالہ کی جانب رجوع فرمائیں۔ اس رسالے کی زبان عربی ہے اور اب اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی تھا لہٰذا علمائے حرمین کی تائیدات لینے کا حضرت صدر الشریعہ نے خصوصی اہتمام فرمایا۔

میں رہا بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان میں صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا' یہاں تک اب کافی ووافی تصدیقات حاصل ہوگئیں۔

مولوی عبدالکریم صاحب بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں اور طالب دعا ہیں' ان کی وجہ سے فقیر کو بہت آرام ملا' کسی بات میں انہوں نے تکلیف نہ ہونے دی ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اس سفر میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ [1]

2. حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کے نام

حضرت صدر الشریعہ کا یہ خط اپنے چہیتے شاگرد، محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے لفظ لفظ سے اپنے تلمیذ ارشد کے لیے شفقت ومحبت پھوٹ رہی ہے:

عزیزم محترم' عزیز اسعد مولانا سردار احمد صاحب سلمہ!

السلام علیکم

شوال میں بریلی شریف کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ تم فتنہ وفساد کی وجہ سے مع اہل وعیال لاہور چلے گئے ہو میں نے کئی خط (مولانا ابوالبرکات) مولوی سید احمد کے نام لاہور روانہ کیے تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے سخت بے چین تھا جب کسی صورت سے پتہ نہ چلا تو غالباً دو ہفتے ہوئے ہوں گے اخباروں میں شائع کرایا مگر اس کا جواب بھی کسی پرچہ میں شائع نہ ہوا آج عزیزم مولوی اعجاز خاں کا خط بریلی سے آیا ہے جس میں انہوں نے تمہارا (پاکستان کا) پتہ بھی تحریر کیا ہے لہٰذا بے چینی کے ساتھ اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی خیریت سے اور وہاں (پاکستان) کے حالات سے جلد مطلع کرو"............ یہ خط طویل ہے اس خط پر محدث اعظم پاکستان کے شاگرد رشید علامہ محمد مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے یہ تحریر کیا ہے:

سیدی دامت برکاتھم! السلام علیکم ان حوادث کے دور میں حضور کے احوال سے بے خبری ہم کفش برداروں کے لیے کس قدر جانکاہ ہے وہ ہمارا قلب ہی جانتا ہے حضرت مرشدی (صدر

---

(1) مبارک حسین مصباحی' مولانا' ماہنامہ اشرفیہ، ص 25، اپریل 2001ء

الشریعہ) آپ کے لیے کس قدر بے چین ہیں وہ میں شب و روز دیکھتا ہوں اور خود بھی بے چین ہو جاتا ہوں اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ حضور ہمیں بہت جلد اپنے احوال سے مطلع فرمائیں۔ فقط آپ کا کفش بردار، محمد شریف الحق امجدی۔ ۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ[1]

(3)

حضرت صدر الشریعہ کا یہ مکتوب بھی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کے نام ہے:

عزیزم سلمہ دعا

تمہارا ایک خط پنجاب سے آیا تھا، جس میں تم نے بریلی کی روانگی کا قصد ظاہر کیا تھا، اب یہ دوسرا خط اجمیر شریف سے آیا خیریت معلوم ہوئی۔ غالباً اب تم بریلی پہنچ گئے ہو گے۔ پہلے خط آنے کے بعد میں نے ایک خط چھوٹے مولانا صاحب (اعلیٰ حضرت کے شاہزادۂ اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب) کے نام روانہ کیا۔ جس میں تمہیں بھی کچھ لکھ دیا۔ تمہیں دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔ نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرو کہ مولیٰ تعالیٰ افکارِ حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان دے کر نجات بخشے، چھوٹے حضرت صاحب کو میرا سلام کہہ دو۔ فقط[2]

(4)

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ، ہندو مسلم فسادات کے دوران پاکستان سے براستہ کھوکھرا پار سندھ، آخری مرتبہ بریلی شریف حاضر ہوئے تو یہ خبر فرحت اثر سن کر حضرت صدر الشریعہ نے فوراً بریلی شریف مکتوب ارسال کیا، تحریر فرماتے ہیں:

عزیزم سلمہ! ادعیہ وافرہ کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط بریلی کا بھیجا ہوا موصول ہوا۔ خیریت معلوم ہوئی کہ تم مع الخیر بریلی پہنچ گئے۔ تمہارے ہر خط کا جواب میں نے روانہ کیا ہے۔ پاکستان سے جو خط تم نے بھیجا تھا اس کا جواب چھوٹے مولانا صاحب کے خط میں لکھ دیا تھا۔ اجمیر شریف سے جو خط بھیجا، اس کا جواب بریلی محلہ سوداگران کے پتہ سے تمہارے نام روانہ کیا۔ پچھلے خط کا

---

(1) محمد جلال الدین قادری مولانا، محدث اعظم پاکستان، ص 82-181

(2) آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص 115 باختصار

جواب آج روانہ کرتا ہوں..... بریلی شریف ہم تمام اہل سنت کے لیے مرکز ہے اور وہ تقریبا
کام کرنے والے سے خالی ہے۔ وہاں کسی بلکہ کئی اچھے کارکن کی سخت ضرورت ہے، میرا خیال ہے
کہ چھوٹے مولانا صاحب تمہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ پہلے تم گورداسپور میں رہتے تھے اور اب
گوجرانوالہ میں رہو گے کچھ بہت زیادہ فرق نہیں۔ صرف راستہ کی بے امنی ہے جس کی وجہ سے وہ
جگہ دور ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی۔ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا فرما دے
گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب میں رہنا ہر شخص پسند کرتا ہے مگر دیندار کے
لیے خدمت دین وضروریات دین کا خیال سب سے مقدم ہوتا ہے، میں مجبور نہیں کرتا مگر اتنا ضرور
کہوں گا کہ تم خود غور کرو اور جو صورت زیادہ تر دین کے لیے مفید ہو اسے اختیار کرو۔ فقیر تمہارے
دیکھنے کا بہت زیادہ مشتاق ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ کب تم سے ملاقات ہوتی ہے۔ مفتی اعظم کی
خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا[1]۔

اپنے استاد محترم کی زیارت کے لیے جب محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب
علیہ الرحمۃ گھوسی روانہ ہوئے تو صدر الشریعہ قدس سرہ بمع تلامذہ واحباب استقبال کے لیے تشریف
لائے استاذ وشاگرد دونوں کی ملاقات ہوئی اسی خوشی میں رات کو محفل میلاد شریف کا انتظام فرمایا
اور اپنے شاگرد رشید حضرت محدث اعظیم پاکستان کے متعلق بہت سے تعریفی کلمات اور دعائیہ جملے
ارشاد فرمائے۔

5. بڑے صاحبزادے حکیم شمس الھدیٰ صاحب کے نام

نورچشم سلمہ! دعا، کل تمہارا خط وصول ہوا۔ یحییٰ سلمہ کی علالت میں ابھی تک افاقہ نہیں ہوا
اسکی فکر ہے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ جلد صحت وعافیت دے۔ پرہیز کی بہت تاکید رکھنا ہے۔
یرقان کے لیے لکھا تھا کہ سورۂ لم یکن[2] سات مرتبہ پڑھ کر روزانہ آنکھوں پر دم کر دیا کرو تم نے
اس کو کیا ہوگا اور نہ کیا ہو تو اب کرو۔ بنو کی طبیعت ابھی تک ویسی ہی ہے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ دس بارہ
روز سے زیادہ ہوئے جب چار روز تک بخار نہیں آیا تھا اس پر بہت اطمینان ہوگیا مگر پھر آنے لگا۔
موتی جھرہ کے دانے اب تک باقی ہیں۔ پانچ روز ہوئے سینہ اور پسلیوں میں درد ہوگیا تھا تین روز
کے بعد وہ دور ہوا تو پرسوں شام سے پاؤں پر کچھ خفیف سا ورم پیدا ہوگیا ایک نہ ایک بات ہوتی

(1) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص 117 بتصرف
(2) سورة البينة، القرآن الحكيم

رہتی ہے جس سے سخت پریشانی ہوئی۔ یہ بھی خیال کیا کہ تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے مکان پر پہنچادوں مگر اتنا لمبا سفر کیونکر کرے گی اور گاڑیوں کے بدلنے میں بہت دشواری ہوگی کچھ افاقہ ہو جائے تو یہی کیا جائے۔ تم لوگ بھی دعا کرو کہ خدا ان سب کو صحت دے اور ہماری پریشانیاں دور فرمائے۔ سب لوگوں کو سلام کہہ دینا۔

فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ (1)

---

(1) حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 497

اساتذہ

اساتذہ

الماس و یاقوت بے شک قیمتی ہوتے ہیں مگر الماس تراش کی تراش خراش انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے علماء کی علمیت و قابلیت میں اساتذہ کی تعلیم و تربیت چار چاند لگا دیتی ہے۔ لہٰذا کسی فاضل دوراں کے علم و فضل کو ان کے اساتذہ کرام کے تذکرے سے قطع نظر کر کے کما حقہٗ نہیں سمجھا جا سکتا' حضرت صدر الشریعہ کے فضل و کمال کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین' مولانا الٰہی بخش کوپا گنجوی' مولانا محمد صدیق صاحب گھوسوی' سے پڑھیں' طب کی تعلیم حکیم عبد الولی صاحب لکھنوی سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمتہ اور حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمتہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، طریقت و سلوک کی تعلیم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ سے حاصل کی نیز فتاویٰ کی تربیت بھی انہیں سے لی' اجازت و خلافت بھی انہیں سے پائی۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں مندرجہ ذیل تین اساتذہ کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(1) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ

(2) حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمتہ

(3) حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری علیہ الرحمتہ

امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

10 شوال المکرم 1272ھ مطابق 14 جون 1856ء کو بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی ''محمد'' رکھا گیا۔ تاریخی نام ''المختار'' (1272ھ) اور پکارنے کے لیے آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے ''احمد رضا'' تجویز فرمایا۔[1]

خاندان

آپ کے اجداد میں سے حضرت سعید اللہ خان صاحب قندھار سے لاہور تشریف لائے۔ مغلیہ حکومت نے آپ کو شش ہزاری عہدے پر فائز کیا بعد میں صوبہ دار مقرر کیا۔ آپ کی اولاد بھی نسل در نسل دربار شاہی میں نمایاں مناصب پر متمکن رہی۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب کے دور میں اس خاندان کا رجحان دنیاوی عہدوں سے بالکل ہٹ کر دین کی خدمت کی جانب ہو گیا۔ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب' بے مثل عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں جو حیاتِ اعلیٰ حضرت میں مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے اور اعلیٰ حضرت کے والد محترم' رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان صاحب اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم' بے مثل مناظر' اور بے نظیر مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً چالیس ہے[2]۔ جن میں تفسیر الم نشرح' سرور القلوب فی ذکر المحبوب اور جواہر البیان فی اسرار الارکان معروف و مقبول ہیں۔ الغرض اعلیٰ حضرت کا خاندان علم و عمل اور شریعت و طریقت میں عظیم مقام کا حامل ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی چند کتب حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں شرح چغمینی کا بعض حصہ مولانا عبد العلی رامپوری سے پڑھا بقیہ تمام تعلیم اپنے والد ماجد رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے حاصل کی اور تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں 14 شعبان

(1) غلام سرور قادری' مفتی' الشاہ احمد رضا بریلوی' ص 19
(2) محمد شہاب الدین رضوی' مولانا نقی علی خان بریلوی' ص 39

1286ھ مطابق 19 نومبر 1869ء کو فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا[1]۔

فتویٰ نویسی

رضاعت سے متعلق آپ کے دیئے ہوئے درست جواب سے' آپ کے والد ماجد نے آپ کی ذہانت وفراست کا اندازہ لگالیا اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد فرمادیا۔ اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کی تفویض کردہ اس ذمہ داری کو نہایت خوبی سے نبھایا۔ ملک و بیرون ملک' یہاں تک کہ مکہ و مدینہ سے آئے ہوئے سوالوں کے جواب بھی عطا فرمائے۔ نیز سوال جس زبان میں تھا جواب بھی اسی زبان میں عطا فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ میں عربی' فارسی اور اردو فتاویٰ کے ساتھ انگلش میں بھی ایک فتویٰ موجود ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر سوال نظم میں ہے تو جواب بھی نظم میں اور اگر سوال نثر میں تو جواب بھی نثر میں دیا گیا ہے۔ فتویٰ نویسی کے فرائض آپ نے 54 چوّن برس انجام دیئے جو کہ ایک ریکارڈ سے کم نہیں۔

بیعت وخلافت

جمادی الاولیٰ 1294ھ میں آپ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی نور اللہ مرقدہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ حضرت نے بے حد کرم کیا اور بیعت کرتے ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمادی۔ دیگر حاضرین ومریدین کو رشک ہوا اور عرض کیا حضور اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا اے لوگو تم ''احمد رضا'' کو کیا جانو یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ آلِ رسول تو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا[2]۔''

علومِ جدیدہ وقدیمہ میں مہارت

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمتہ نے جن علوم وفنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعے سے کی ان کی تعداد 55 تک پہنچتی ہے۔ ان علوم وفنون کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(1) علمِ قرآن (2) علمِ حدیث (3) اصولِ حدیث (4) فقہ حنفی (5) کتب فقہ وجملہ

---

(1) بدرالدین احمد قادری رضوی' علامہ' سوانح امام احمد رضا' ص99

(2) نسیم بستوی' علامہ' مجدد اسلام بریلوی' ص48
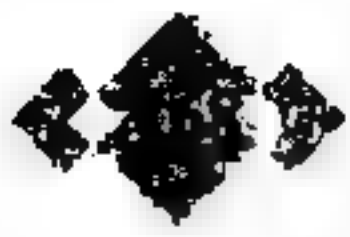
مذاہب (6) اصولِ فقہ (7) جدل مہذب (8) علمِ تفسیر (9) علم العقائد والکلام (10) علمِ نحو (11) علمِ صرف (12) علمِ معانی (13) علمِ بیان (14) علمِ بدیع (15) علمِ منطق (16) علمِ مناظرہ (17) علمِ فلسفہ (18) علمِ تکسیر (19) علمِ ہیئت (20) علمِ حساب (21) علمِ ہندسہ۔

مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں مولانا بریلوی لکھتے ہیں:

''یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔''

ان علوم وفنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے:

(22) قرأت (23) تجوید (24) تصوف (25) سلوک (26) اخلاق (27) اسماء الرجال (28) سِیَر (29) تواریخ (30) لغت (31) ادب مع جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے:

''ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر نقادِ علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔''

پھر ان علوم وفنون کا ذکر کیا ہے:

(32) ارثماطیقی (33) جبر ومقابلہ (34) حساب سینی (35) لوگرثم (36) علم التوقیت (37) مناظر ومرایا (38) علم الاکر (39) زیجات (40) مثلث کروی (41) مثلث مسطح (42) ہیئت جدیدہ (43) مربعات (44) جفر (45) زائرچہ

ان چودہ علوم کے بارے میں لکھا ہے:

''ان علموں کی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیا' نہ پڑھ کر نہ سن کر نہ باہمی گفتگو سے''۔

اور پھر آخر میں لکھا ہے

''تو گویا یہ انیس علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔''

اس کے بعد مندرجہ ذیل علوم وفنون کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تعلیم کسی استاد سے حاصل نہیں کی''۔

(46) نظم عربی (47) نظم فارسی (48) نظم ہندی (49) نثر عربی (50) نثر فارسی

(51) نثر ھندی (52) خط نسخ (53) خط نستعلیق (54) تلاوت مع تجوید (55) علم الفرائض[1]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علوم وفنون کا جہان صرف ایک ہی ہستی میں جمع ہے بقول شاعر لیس علی اللہ بمستنکر إن یجمع العالم فی واحد قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ مہارت صرف دینی ومذہبی علوم ہی سے متعلق نہیں بلکہ جدید علوم میں بھی ہے۔ ریاضی کے مضمون میں آپ کی قابلیت کا عالم یہ تھا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین جن سوالات کے حل کے لیے جرمنی جانے کا تہیہ کر چکے تھے وہ آپ نے حل فرمائے۔ اس بات سے متاثر ہو کر ڈاکٹر ضیاء الدین نے کہا ''صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے[2]۔''

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے دنیا کی ہیئت دانوں کے نظریات کو چیلنج کیا مثلاً آئزک نیوٹن' البرٹ آئن شائن' البرٹ۔ ایف۔ پورٹا...... موخر الذکر کے نظریہ کو تو اس کے عہد میں باطل کر دکھایا اور ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آنے والوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ کر دیا[3]۔ مختلف علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد تصانیف آپ کی یادگار ہیں جن میں سے عالم اسلام نے سب سے زیادہ فیض ترجمہ قرآن کنز الایمان' فتاوی رضویہ اور حدائقِ بخشش سے حاصل کیا[4]۔

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے رگ وپے میں بس گیا تھا۔ آپ کے ہر ہر عمل سے اور تحریر کے ہر ہر لفظ سے اسی جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی جذبہ تھا جس کی بناء پر تمام مذاہب باطلہ کا رد کیا۔ بارگاہِ رسالت میں کسی کی ادنیٰ سی گستاخی دیکھی تو فوراً ٹوکا اور سختی سے رد کیا۔ ایک مرتبہ مشورہ پیش ہوا کہ رد کرتے ہوئے زبان ذرا نرم رکھی جائے تو فرمایا ''میری خواہش یہ ہے کہ سختی سے رد کرنے کی بناء پر مخالفین میرے دشمن بن جائیں اور مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیں اور یوں کم از کم اتنی دیر تو میری پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے رکے رہیں۔''

---

(1) محمد مسعود احمد' پروفیسر' ڈاکٹر' حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی' ص 29

(2) محمود حسین' بریلوی' پروفیسر' دنیائے علم وفن اور امام احمد رضا' مشمولہ معارف رضا' ص 60 1995ء

(3) محمد مسعود احمد' پروفیسر' ڈاکٹر' آئینہ رضویات' ص 155

(4) ایضاً' ص 154

دیگر معمولات

آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب' نہ کسی کی ملامت کا خوف' حدیث شریف من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان'' کے مطابق آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لیے' مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لیے' کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لیے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لیے۔

ہفتہ میں دوبار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے' ہاں اگر عید یا بقرعید یا عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاوّل کا دن جمعرات یا سنیچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔

آپ ہمیشہ بشکلِ نامِ اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم' کہنیاں ''ح'' کمر میم اور پاؤں دال بن کر گویا نامِ پاک **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقشہ بن جاتا۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے' اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔ مجلس میلاد شریف میں ذکر ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً دوزانو بیٹھے رہتے۔

ہنسنے میں کبھی ٹھٹھا نہ لگاتے' جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لیتے جس کی وجہ سے کوئی آواز پیدا نہ ہوتی' قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے' نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

تصنیف و تالیف' کتب بینی' فتویٰ نویسی' اور اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے' اور ہمیشہ نمازِ با جماعت ادا فرمایا کرتے اور باوجود یہ کہ بے حد حارّ مزاج تھے مگر کیسی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے آپ کے وضو کے لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے جایا کرتے لیکن

عصر کی نماز پڑھ کر حویلی میں چار پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں بچھا دی جاتیں۔ زیارت کا اشتیاق رکھنے والے حضرات کرسیوں پر بیٹھتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے' ان کی حاجتیں پوری کرتے' اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں لو' بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے[1]۔

وصال پر ملال

دنیائے اسلام کا یہ عظیم انسان جس نے ملت اسلامیہ کو قعرِ مذلت سے نکال کر اوجِ ثریا تک پہنچایا۔ جس نے اپنے ناموس کو ناموسِ اسلام و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر دیا' جس کی عظمت کا عرب و عجم نے اعتراف کیا۔ جس نے نصف صدی تک گلشن اسلام کو اپنے خونِ جگر سے سینچا...... ہاں یہ عظیم انسان فریضۂ تجدید و احیائے دین متین کی تکمیل کے بعد 25 صفر المظفر 1340ھ/ 1921ء یوم جمعۃ المبارک اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز[2]۔

ذکرِ رضا

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کو وصال فرمائے ہوئے اتنا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود دنیا کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں آپ کا ذکر ہو رہا ہے' آپ کی یاد میں کانفرنسیں' مجالس اور محافل منعقد کی جا رہی ہیں۔ جامعات میں آپ کے حالات و افکار اور خدمات پر ریسرچ کی جا رہی ہے۔ تقریباً سات فضلاء آپ کی سوانح کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ نیز کئی محققین مختلف یونیورسٹیوں میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات لکھ رہے ہیں۔ عالمِ اسلام کے عظیم علمی مرکز جامعۃ الازھر میں بھی ایم۔ فل کے دو مقالہ جات آپ کی فقہی خدمات اور عربی شاعری کے موضوع پر تحریر کیے جا چکے ہیں۔ مصر ہی کے ایک فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اعلیٰ حضرت کے مشہورِ زمانہ سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کا منظوم عربی ترجمہ "المنظومۃ السلامیہ فی مدح خیر البریہ" اور حدائق بخشش کا منظوم عربی ترجمہ "صفوۃ المدیح" کے عنوان سے کر کے شائع کروا دیا ہے[3]۔ اور

---

(1) بدر الدین احمد قادری رضوی' علامہ' سوانح امام احمد رضا' ص 120-119

(2) محمد مسعود احمد' پروفیسر' ڈاکٹر' حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی' ص 140

(3) محمد عبد الحکیم شرف قادری' مولانا' امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنس' برطانیہ لمحہ بہ لمحہ رپورٹ' ص 160
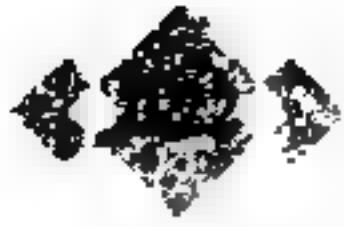
یوں دنیا کے قریے قریے میں اعلیٰ حضرت کی عظمت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ بقول شاعر

قریہ بہ قریہ' کو بہ کو' شہر بہ شہر اور جو بہ جو
تیرا ہی ذکر ہے رضا کوچہ بہ کوچہ سو بہ سو

تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت(1)

حضرت صدر الشریعہ تقریباً گیارہ برس اپنے شیخ طریقت' اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس دوران انہوں نے اپنے مرشد کی شخصیت میں جو کچھ دیکھا' وقتاً فوقتاً بیان کیا۔ حضرت صدر الشریعہ کے بیان کردہ یہ واقعات مختلف کتب میں منتشر ہیں جنہیں یہاں یکجا کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

الدولۃ المکیہ

الدولۃ المکیہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت کے حواشی قدیمہ و جدیدہ بھی ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف بھی عجیب و غریب عنوان سے ہوئی' جب مکہ معظمہ حاضر ہوئے' اس سال مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی بھی خاص یہ مقصد لے کر مکہ معظمہ گئے کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف ان کی مکہ معظمہ موجودگی میں ایک فتویٰ حاصل کیا جائے بلکہ اس امر کی کوشش کی جائے کہ کچھ نہ کچھ ان کو وہاں سزا ہو جائے۔ لہٰذا مولوی خلیل احمد صاحب نے علمِ غیب کے متعلق چند سوالات مرتب کیے اور علمائے اہل سنت پر ان سوالات میں افتراء کیا کہ علمِ خدا اور رسول کو یہ لوگ مساوی بتاتے ہیں۔ غرض یہ کہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح ان کے کفر کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔ شریف مکہ کے پاس سوالات پیش کیے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے ان کے ایک بڑے زبردست عالم موجود ہیں' اس سے مقصد یہ تھا کہ معاذ اللہ وہ اعلیٰ حضرت کو ایذا پہنچانا چاہتا تھا۔ شریف صاحب نے وہ سوالات مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو دیے کہ آپ ان کے شرعی جوابات تحریر کریں اور اس کے قائل کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں وہ لکھیں یہ سب کارروائیاں وہابیوں نے اندرونی طور پر کی تھیں جس کی وجہ سے یہاں کسی کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو حق کا غالب کرنا مقصود تھا(2)۔

---

(1) راقم السطور کا یہ مضمون جریدۂ حمیدہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ' گوجرانوالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے یہاں چند اضافوں کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

(2) عبد المنان اعظمی' مفتی' حیات صدر الشریعہ' ص 35

مفتیٔ حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ملاقات

واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب حرم شریف میں کتب بینی کے لیے تشریف لے گئے اور اسی وقت اعلیٰ حضرت بھی اسی مقصد سے جاتے ہیں' دونوں حضرات کتب بینی میں مشغول ہیں۔ دونوں میں کبھی ملاقات نہ تعارف نہ کوئی بات چیت' اتفاقاً اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی حضرت صالح کمال جو کتاب دیکھ رہے تھے اس کا ورق نہ اڑنے کی خاطر دوات رکھ دی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کتاب پر دوات رکھی دیکھ کر دوات کو اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور کتب بینی میں مشغول ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نظر پڑی تو دوات کتاب پر رکھی ہوئی دیکھی' پھر کتاب سے دوات کو ہٹا دیا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے جب دوسری مرتبہ یہ معاملہ دیکھا تو ناگواری ظاہر فرمائی۔ اور اعلیٰ حضرت پر معترض ہوئے کہ ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا کہ کتاب پر دوات یا کسی چیز کا رکھنا جائز نہیں۔ فرمایا کہ یہ کس نے کہا کہ جائز نہیں اور کہاں؟ جب اعلیٰ حضرت نے کتاب کا حوالہ دیا اور انہیں جو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا' معلوم ہوا' اس سے ان کو مسرت ہوئی۔ پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اپنا نام اور پتہ وغیرہ بتایا اور باہم علمی گفتگو بھی ہوئی جس سے مولانا صالح کمال نے اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا کچھ اندازہ کیا۔

اس وقت مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اور آپ کی جماعت کے متعلق ہمارے پاس کچھ سوال آئے ہیں جس میں اس قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میں خود اس کا کوئی جواب تحریر کروں' آپ سے استفسار کر کے جواب چاہتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو آپ کے خلاف اس کے جوابات تحریر کر کے شریف مکہ کی خدمت میں پیش کر دیتا جس کا نتیجہ آپ کے حق میں بہت برا ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے وہ سوالات پیش کیے گئے' قلم اور دوات اٹھایا اور چاہا کہ فوراً جواب تحریر کریں' مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ اتنی جلدی جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس کو قیام گاہ پر لے جائیں اور اطمینان کے ساتھ جواب تحریر کریں چنانچہ وہاں سے واپس آنے کے بعد اس کتاب ''الدولتہ المکیہ'' کی تصنیف شروع ہوئی[1]۔

باوجود بخار اور علالت طبع کے چند گھنٹہ میں یہ کتاب لکھی گئی۔ دیکھنے والا تعجب کرتا ہے' اتنی

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیات صدر الشریعہ' ص 36

جلدی اس کتاب کی تصنیف کیونکر ہو سکی؟ اگر کوئی بہت تیز نویس اس کو نقل کرنا چاہے تو جتنی دیر میں تصنیف ہوئی ہے کم از کم چوگنا یا پانچ گنا وقت اس کی نقل میں صرف ہو گا۔ مولانا حامد رضا خان صاحب نے اس کتاب کی تبییض فرمائی' جب مبیضہ ہو چکا تو مولانا صالح کمال صاحب کی خدمت میں پیش کیا وہ اتنی بڑی کتاب اتنے کم وقت میں تصنیف اور تبییض کی ہوئی دیکھ کر سخت متعجب اور حیران ہوئے۔ پھر اس کتاب کو شریف مکہ کی خدمت میں لے گئے۔ شریف مکہ صاحب نے باحتیاط اپنے صندوقچہ میں بند کیا اور عمائد علماء کو بلا کر کئی روز تک شب میں وہ کتاب پڑھی جاتی اور سب لوگ بغور سنتے۔

اللہ تعالیٰ دیتا ہے' وہابی منع کرتے ہیں

جب وہ موقع آیا کہ وسعت علمِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نصوص قرآنیہ' احادیث' اقوالِ ائمہ واولیاء پیش کیے گئے ہیں تو خود شریفِ مکہ کو وجد آ گیا اور شدت ذوق میں فرمایا ''اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَھٰؤُلَاءِ یَمْنَعُوْن'' اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اتنا وسیع علم عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ اس کو منع کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' ایسی مقبول اور پسندیدہ ہوئی کہ تمام اکابر علماء نے اس پر تقریظیں اور تصدیقیں فرمائیں' اس کتاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا اعتراف کیا[1]۔

مجددِ دین وملت

یہاں تک کہ جملہ علمائے حرمین شریفین نے آپ کو مجدد دین وملت تسلیم کر لیا۔ چنانچہ علماء کی تقریظوں کی عبارتوں سے یہ امر ظاہر ہے۔ بکثرت علمائے حرمین طیبین نے اعلیٰ حضرت سے سندیں حاصل کیں اور آپ کے تلامذہ میں داخل ہوئے' بلکہ آپ کے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

عربی زبان پر اعلیٰ حضرت کی قدرت

ان علماء کو قلم برداشتہ جو سندیں تحریر فرمادی ہیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حضرت کو کس قدر وسعتِ علم اور کلام پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلا تکلف آپ کتنی فصیح وبلیغ عربی تحریر فرمانے کا ملکہ رکھتے

(1) عبدالسنان اعظمی' مفتی حیات صدر الشریعہ' ص 37

تھے۔ دیکھنے والے اور جاننے والے جانتے ہیں اور ابھی وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عربی تحریر فرمانے میں یا عربی گفتگو کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔ جس طرح اردو میں لکھتے یا کلام کرتے' اسی طرح عربی میں گفتگو یا عربی تحریر تھی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ عربی لکھنا یا بولنا بہ نسبت اردو کے زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ علمی زبان ہے اور علم کے ادا کرنے کے لیے اس میں الفاظ زیادہ ملتے ہیں۔

زمانۂ قیامِ مکہ معظمہ میں وہاں کے علماء کو اعتراف کرنا پڑا تھا کہ آپ عربی اس انداز سے اور اس لب و لہجے سے بلا تکلف ادا فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ڈالا جائے تو کوئی سننے والا یہ محسوس نہیں کر سکتا یہ متکلم ہندی یا عرب کا رہنے والا نہیں ہے۔ عربی میں آپ کی گفتگو کئی قسم کی تھی' شہری عربی جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رائج ہے۔ دوسری بدوی عربی کہ اسی لب ولہجہ میں الفاظ ادا کیا کرتے تھے۔ شام اور مصر کے لوگ جس قسم کی عربی بولتے ہیں اس کو بھی بلا تکلف اسی انداز سے بولتے تھے اور ایک یہ فصیح کتابی عربی جو زمانہ رسالت اور اس کے کچھ بعد تک جاری تھی[1]۔

ترجمۂ قرآن کنزالایمان

(ترجمۂ قرآن کنزالایمان' امت پر اعلیٰ حضرت کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن اس ترجمہ کے اصل محرک حضرت صدر الشریعہ ہیں۔ آپ ہی نے امام احمد رضا قدس سرہ سے ترجمہ قرآن کی نہ صرف گذارش کی بلکہ اصرار بھی کیا' اعلیٰ حضرت نے وعدہ فرمالیا مگر کثرتِ مشاغل کے باعث مستقل وقت نکالنا دشوار تھا۔ امام احمد رضا نے رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کا وقت متعین فرمایا[2]۔) چنانچہ حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ''جب سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لے کر بارگاہِ رضوی میں حاضر ہوتا اور میں قرآن مجید کی آیات پڑھتا اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ فرماتے اور میں ان ترجموں کو قید تحریر میں لیتا جاتا' اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ ''کنزالایمان'' کے نام سے مکمل ہوگیا[3]۔

ترجمہ کے بعد تفسیر

ترجمہ کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اعلیٰ حضرت اس پر نظر ثانی فرمالیں اور جا بجا فوائد تحریر کر

---

(1) عبد المنان اعظمی 'مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 37

(2) آلِ مصطفیٰ مصباحی' سوانح صدر الشریعہ' ص 78

(3) علاء المصطفیٰ مصباحی' مولانا' صدر الشریعہ کے آٹھ اہم کارنامے مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 157

دیں۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا' دو تین روز تک کچھ لکھا گیا' مگر جس انداز
سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن پاک کی بہت بڑی تفسیر ہو گی' کم از کم دس
بارہ جلدوں میں پوری ہو گی .... اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت' ہر صفحہ
میں کچھ تھوڑی باتیں ہونی چاہئیں جو حاشیہ پر درج کر دی جائیں لہٰذا یہ تحریر جو ہو رہی تھی بند
کر دی گئی اور دوسری کی نوبت نہ آئی۔ کاش وہ مبسوط تحریر جو اعلیٰ حضرت لکھوا رہے تھے' اگر پوری
نہیں تو وہ ایک پارے تک ہی ہوتی جب بھی شائقین علم کے لیے وہ جواہر پارے بہت مفید اور
کارآمد ہوتے[1]۔

خداداد حافظہ

فتویٰ نویسی جو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سرانجام دیا کرتا تھا وہ اکثر عموماً املا کی صورت
میں ہوتی تھی کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیا جاتا تھا' پھر جواب ارشاد فرماتے اور لکھ
لیا جاتا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سوالوں سے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے جاتے اور سب کا جواب
سلسلہ وار اور نمبروار املاء فرمایا کرتے تھے جن سے اعلیٰ حضرت کے حافظہ اور ذہانت کا اندازہ کیا
سکتا ہے[2]۔

اعلیٰ حضرت قبلہ نے متعدد بار یہ فرمایا کہ دو شخص جب میرے پاس کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں تو مجھے
غور و خوض اور سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل میرے قلب پر مضمون
کا القاء ہوتا ہے' ایک حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی' دوسرے مولانا امجد علی اعظمی[3]۔

خدمتِ دین و افتاء

ایک مرتبہ کسی بڑے عالم مرجعِ افتاء کا ذکر فرمایا کہ ان سے لوگ اس کثرت سے فتویٰ پوچھا
کرتے تھے کہ حالتِ نزع میں بھی ان سے مسائل پوچھے اور انہوں نے جوابات دیئے۔ اس
تذکرے کے بعد حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا آپ سے بھی ایسا ہی ہو گا کہ لوگ اس وقت
بھی استفادہ کریں گے اور دینی معلومات حاصل کریں گے ارشاد فرمایا اگر تائید ایزدی شامل رہی
جس وقت بھی مجھ سے مسائل پوچھے جائیں گے اس کا جواب دوں گا۔ اور ان شاءاللہ صحیح دوں گا۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 44
(2) ایضاً' ص 44
(3) ایضاً' ص 46

وصال سے ایک روز قبل میرے پاس ایک استفتاء آیا جس میں مجھے کچھ دشواری پیش آئی اور صحیح بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا اور جوبات ذہن میں آتی مخدوش نظر آتی۔ میں حاضر آستانہ ہوا' پردہ کرا کر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد استفتاء کا مضمون عرض کیا اور یہ بھی کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا پھر میں نے عرض کیا یہ حکم کس کتاب میں اور کس مقام پر ہے؟ فرمایا بحرالرائق میں فلاں مقام پر۔ اس کے بعد فرمایا آج میری لڑکی میرے سامنے آئی بہت دیر سوچتا رہا اور اس کا نام مجھے یاد نہیں آتا تھا۔ اب میرے دماغ کی یہ حالت ہے مگر الحمد للہ کہ دینی مسائل وعقائد اور بد مذہبوں کے جملہ مضامین میرے پیش نظر ہیں' ان باتوں کے لیے مجھے غور وخوض کی حاجت نہیں۔ کسی بد مذہب کو کس بارے میں عاجز کیا جا سکتا ہے؟ اس کی دکھتی رگ کون سی ہے؟ اب بھی بلا تامل بتا سکتا ہوں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خدمت آپ کو سپرد فرمائی ہے وہ آپ اخیر وقت تک انجام دیتے رہیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا[1]۔

وعظ وتقریر

اعلیٰ حضرت قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے' سال میں دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے ایک اپنے پیرومرشد سیدنا آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس میں اور دوسرے بارہویں ربیع الاوّل شریف کو' ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہاں تک کہ مدرسہ منظرِ اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے زمانے میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے تو بہت زیادہ علماء واکابر کے اصرار کرنے پر۔ اعلیٰ حضرت کی تقریر نہایت پرمغز' بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے کبھی کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ طاری نہ ہوا ہو اور چاروں طرف سے آہ وبکا کی آوازیں نہ آئی ہوں[2]۔

اصلاحِ خطباء ومقررین

اعلیٰ حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "عموماً مقررین اور واعظین میں افراط وتفریط ہوتی

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص46
(2) ایضاً' ص49

ہے اور احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں۔ الفاظِ حدیث کی تفسیر وتشریح اور اس میں بیانِ نکات یہ جائز ہے مگر نفس حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا یقیناً وضعِ حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے۔ لہٰذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلافِ شرع بات ہو[1]۔

معمولات

اعلیٰ حضرت کے معمولات میں تھا کہ روزانہ بعد نمازِ عصر' مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما رہتے اور وہی وقت روزانہ حضور سے ملاقات کا تھا۔ کوئی صرف ملنے کے لیے آتا' کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے' بعض لوگ استفتاء بھی کرتے' جن کے جواب لکھوایا کرتے اور اسی وقت میں بعض بیرونی استفتاء جو آئے ہوئے ہوتے' ان کے جواب لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن جمعہ سے عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے۔ جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی' اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے' یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے۔ حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو دنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا' ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا[2]۔

عیدِ اکبر

(بارہ) ربیع الاول شریف کی مجلس کا نہایت درجہ اہتمام ہوتا تھا' نیا لباس خاص طور پر اس موقع کے لیے بنایا جاتا' غسل فرماتے' کپڑے پہنتے' خوشبو وغیرہ استعمال کرتے اور یہ فرماتے کہ یہ ہمارے لیے عیدِ اکبر ہے' میرے رشتہ داروں میں جو اس روز میرا شریک ہے' اس کو اپنا شریک جانوں گا ورنہ نہیں' یہی میرے یہاں کی شادی ہے اور اسی کی شرکت سے سب سے زیادہ محظوظ ہوتا ہوں[3]۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ ص 51

(2) ایضاً ص 46

(3) ایضاً ص 50

ادب واحتیاط

1337ھ میں غالباً شوال کا مہینہ تھا' اعلیٰ حضرت نے اپنی خاص مجلس میں یہ ذکر فرمایا کہ اگر انتظام ہو سکا تو اس سال مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے۔ اس موقع پر میں نے بھی عرض کیا کہ اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہم رکاب رہوں گا ارشاد فرمایا کہ "مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کی بجائے حاضر ہونا کہنا چاہئے(1)۔"

لوگ اکثر بولا کرتے ہیں فلاں چیز کافی ہے جیسے چائے میں شکر ہے؟ جی ہاں کافی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی بزم میں کسی نے ایسے الفاظ استعمال کیے تو تنبیہ فرماتے اس لیے کہ لفظ کافی اسمائے الٰہی میں سے ہے اس لیے ایسے مواقع پر اس کا استعمال مناسب نہیں(2)۔

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت علیل تھے۔ میں عیادت کو گیا حسب محاورہ پوچھا حضور اب شکایت کا کیا حال ہے؟ فرمایا شکایت کس سے ہو؟ اللہ سے نہ تو شکایت پہلے تھی نہ اب ہے۔ بندہ کو خدا سے کیسی شکایت۔ میں نے زندگی بھر کے لیے اس محاورہ سے توبہ کرلی(3)۔

عاجزی وانکساری

عالم ہونا بہت دشوار ہے اور اس زمانہ میں ہر کس عالم ہونے کا مدعی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں' میرے استاذ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا(4)۔

اتباعِ سنت

ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ "داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے۔ اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے پر ختم بھی ہوا۔ (درمختار) اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے(5)۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ' ص 79

(2) ایوب صابر القادری' مصباحی' مولانا' صدر الشریعہ' ایک زندۂ جاوید شخصیت' مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 140 بتصرف (3) ایضاً' ص 140

(4) محمد امجد علی اعظمی' مولانا صدر الشریعہ' فتاویٰ امجدیہ' جلد چہارم' ص 242

(5) محمد امجد علی اعظمی' مولانا صدر الشریعہ' بہارِ شریعت' سولہواں حصہ' ص 123
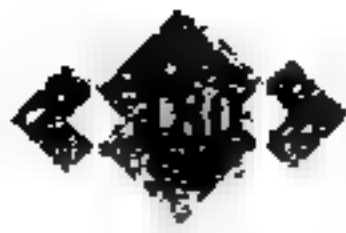
امامتِ نماز

اعلیٰ حضرت قبلہ نے امامت کی خدمت بھی (میرے) سپرد فرمائی تھی۔ فجر، ظہر، عصر، تین نمازیں خود اعلیٰ حضرت پڑھایا کرتے تھے اور مغرب و عشاء یہ دونوں وقت عموماً دوسرے سے پڑھواتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی مسجد میں ان کی موجودگی میں ان کے حکم سے صرف چار شخص نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا حامد رضا خاں خلفِ اکبر، مولوی محمد رضا خاں صاحب برادرِ خورد، حافظ یقین الدین صاحب یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے اور قرآن پاک رمضان میں بھی سنایا کرتے تھے اور مولانا امجد علی اعظمی، نمازوں کی ادائیگی میں اتنی احتیاطیں کی جاتیں جن کو کہیں نہیں دیکھا۔

وصال کے وقت سے کئی سال پیشتر جمعہ کی امامت بھی اعلیٰ حضرت نے میرے ذمہ سپرد فرما دی تھی[1]۔

کرامت

(پہلی مرتبہ) میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا مولانا کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا مطب کرتا ہوں۔'' اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا'' مطب بھی اچھا کام ہے **العلم علمان علم الادیان و علم الابدان** مگر مطب کرنے میں خرابی یہ ہے کہ صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے'' اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ دیکھنے سے انتہائی نفرت ہو گئی اور یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کشف تھا میں امراض کی تشخیص میں قارورہ سے ہی مدد لیتا تھا اور یہ تصرف تھا کہ قارورہ بینی سے نفرت ہو گئی[2]۔

اعلیٰ حضرت کا وصال

اعلیٰ حضرت قبلہ کی علالت اب روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ بھوالی سے تشریف لائے ہیں۔ کمزوری اتنی ہے مسجد آدمی اور لاٹھی کے سہارے جو پہلے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہو سکتا۔ کرسی میں ڈنڈے باندھ دیئے گئے۔ اس پر بٹھا کر لوگ اٹھا کر وہاں پہنچاتے ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے، بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے

---

(1) عبدالمنان اعظمی، مفتی، خیاتِ صدر الشریعہ، ص

(2) شریف الحق امجدی، مفتی، صدر الشریعہ ایک جامع صفات ہمہ گیر شخصیت، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 40 اعلیٰ حضرت کے ارشاد فیض بنیاد کا اثر دیکھئے کہ حضرت صدر الشریعہ مطب ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر ہمہ تن دین کی تدریس کے لیے وقف ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی امید معلوم نہیں ہوتی' جمعہ کے بعد سے اب اتنی طاقت نہ تھی کہ کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لایا جاتا۔ اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے' مگر باوجود اس کمزوری کے نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ لوگ پکڑ کر کھڑا کر دیا کرتے تھے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز اپنے آپ قیام کے ساتھ ادا فرما لیتے تھے' سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوئی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو۔ اب جمعہ آیا یعنی 25 صفر المظفر 1340ھ آج مزاج کی کیفیت بہت بدلی ہوئی ہے' کمزوری بہت زیادہ ہے' کچھ ضروری وصیتیں بھی کیے جا رہے ہیں' اور وہ لکھی جا رہی ہیں' اس سے پہلے بھی ایک دفعہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا' بلکہ میں نے ہی وہ لکھا تھا اس وصیت نامے میں اور آج کے وصیت نامے میں تحریر تھا کہ فلاں فلاں شخص مجھ کو غسل دیں ان میں خصوصیت کے ساتھ میرا نام تھا کہ وہ غسل دیں اور فلاں فلاں مدد دیں۔ نمازِ جنازہ کی وہ دعائیں جو میرے فتویٰ میں تحریر ہیں اگر حامد رضا یاد کر لیں تو وہ پڑھائیں ورنہ مولانا امجد علی صاحب پڑھائیں[1]۔

تصویروں سے مکان کا تخلیہ

آخر وقت میں سورۂ رعد و سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ کوئی شخص بلند آواز سے اس کو پڑھے۔ کارڈ اور لفافے جتنے بھی وہاں تھے سب کو ہٹوا دیا کہ ان میں تصویریں ہیں یہاں ان کا رہنا ٹھیک نہیں۔ ڈھائی بج چکے ہیں۔ جمعہ کی اذان ہو رہی ہے۔ مؤذن کی زبان سے حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح نکلتا ہے' اسی وقت روح نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون[2]۔

ہم خدام اور متعلقین کا اس وقت جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے تاریک نظر آتی تھی' اب تک ہمیں ہر قسم کا اطمینان رہتا تھا' اہم سے اہم معاملات ہمارے سامنے ہلکے معلوم ہوتے تھے' اب تک سارا بار اعلیٰ حضرت قبلہ کے ذمہ تھا اور حضور کی ذمہ داری میں ہم بھی کچھ خدمتِ دین کر لیا کرتے تھے[3]۔

عشاق کا ہجوم

رامپور' مراد آباد' پیلی بھیت' شاہجہاں پور' دہلی اور میرٹھ وغیرہ قریب کے شہروں میں تار

(1) عبد المنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ ص 102

(2) ایضاً ص 102

(3) ایضاً ص 102

روانہ کیے گئے۔ اطلاعیں دے دی گئیں جو خاص تعلق رکھنے والے تھے' بروز ہفتہ 26 جنوری صبح کو نو دس بجے کے قریب غسل سے فراغت ہوئی[1]۔

امامِ اہلِ سنت کا جنازہ

یہ سوچا گیا کہ نمازِ جنازہ کہاں ادا کی جائے' شہر میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں پورے جنازہ پڑھنے والوں کی گنجائش ہو' جنازہ عیدگاہ لے جایا جانا تجویز ہوا' ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بمشکل تمام شاید ایک یا دو دفعہ قریب جنازہ کندھا دینے پہنچ سکا ہوں اور چند سیکنڈ کے لیے کندھا دے سکا ہوں۔ عیدگاہ پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہوگئی' ظہر کا وقت وہیں ہوگیا۔ نمازِ ظہر و نماز جنازہ ادا کی گئی' پھر وہاں سے واپسی میں اتنی دیر ہوگئی کہ وقت عصر آ گیا۔ اس وقت اس علم و عمل کے آفتاب کو جس کا مثل اس کے عہد میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام روئے زمین پر آفتاب دنیا نے نہ دیکھا تھا' جس کے علم کی نورانیت تمام جگہوں پر روشنی پہنچا رہی تھی اور دنیا والوں کو کفر و ضلالت سے بچا رہی تھی' آج اسی آفتاب کو زمین کے اندر روپوش کر دیا گیا' دفن کے بعد حسب وصیت قبر مبارک پر ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھتا رہا اور گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد تبدیلیاں ہوتی رہیں' اسی طرح تین شبانہ روز برابر قرآن خوانی کا سلسلہ رہا[2]۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت

حضرت صدر الشریعہ کو اپنے شیخ طریقت سے کس قدر عقیدت تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل القاب و آداب سے ہوگا جو انہوں نے ایک جگہ اپنے مرشد کے نامِ نامی کے ساتھ لکھے:

''امامِ اہل سنت' ناصر دین و ملت' محی الشریعہ' کاسُر الفتنہ' قامع البدعہ' مجدد المأة الحاضرہ' صاحب الحجة القاهرہ' سیدی و سندی وکنزی وذخری لیومی وغدی اعلیٰ حضرت' مولانا مولوی' حاجی' قاری' مفتی احمد رضا خاں صاحب قادری' برکاتی نفع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضھم وبرکاتھم[3]۔

---

(1) عبدالمنان اعظمی' مفتی' حیاتِ صدر الشریعہ ص 103

(2) ایضاً ص 104

(3) محمد امجد علی اعظمی' مولانا: صدر الشریعہ' بہارِ شریعت' حصہ دوم' ص 60

قطعہ تاریخ سنِ وصال

امامِ اہلِ سنت، مجدد دین وملت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت

مولانا الشاہ احمد رضا خان القادری البریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

(از محبِ اعلیٰ حضرت جناب طارق سلطان پوری)

"جلوۂ بہشتِ فیضانِ مصطفیٰ"

1921ء

اجملِ ہر جہاں کا دلدادہ والۂ ماہِ انورِ طیبہ
وہ ثنا خوانِ مصطفیٰ، بے مثل بے بدل و نوا گرِ طیبہ
اس کے اشعارِ نعت کا ہر شعر عکسِ زیبائے منظرِ طیبہ
اس کی تحریر و گفتگو کا خصوص ذکرِ ایمان پرورِ طیبہ
جان و دل سے عزیز تر اس کو ہر وہ شے جو ہے مظہرِ طیبہ
اس کا موصوف اک ملیحِ عرب اس کا ممدوح دلبرِ طیبہ
جیش اعدائے مصطفیٰ کے لیے وہ تھا تنہا ہی لشکرِ طیبہ
قائدِ کاروانِ عشقِ حبیب ترجمانِ قد آورِ طیبہ
عاشق و واصفِ محمد ﷺ تھا مثلِ حسانِ منبرِ طیبہ

اس کی رحلت کا سال ہے طارق
جلوہ ہائے پیغمبر طیبہ [1]

1340ھ

---

(1) مکتوب گرامی جناب طارق سلطانپوری بنام مؤلف

حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ العزیز

شیخ المحدثین وحید العصر حضرت مولانا شاہ وصی احمد ابن حضرت مولانا محمد طیب قدس سرہما 1836ء میں بعہد معین الدین اکبر شاہ ثانی' راندیر ضلع سورت میں پیدا ہوئے آپ کے اجداد مدینہ منورہ کے ساکن تھے' وہاں سے سولہویں صدی عیسوی میں شاہجہاں کے دور حکومت میں سورت کی بندرگاہ سے ہندوستان پہنچے۔ آپ کے بعض بزرگوں نے سورت پہنچ کر شاہی فوج میں ملازمت کر لی' اور عنایت خاں ابن قاسم خاں گورنر بنگال کی سربراہی میں کلکتہ کے قرب وجوار میں پرتگیزیوں سے لڑائی لڑی۔

آپ کے دادا بزرگوار مولانا قاسم ابن مولانا محمد طاہر نے راندیر ہی میں سکونت پسند کی اور مسندِ علم وہدایت بچھا کر مصروف تدریس وارشاد ہوئے' کفاف عیال کے لیے کپڑوں کی تجارت کا پیشہ اختیار کیا' تسمیہ کی رسم دادا بزرگوار نے ادا کرائی' والد ماجد سے تحصیل علم میں مصروف ہوئے' ابھی آپ عمر کی اکیسویں منزل میں تھے کہ 1957ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا' اور آپ کے خاندان کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے جس میں آپ کے دو حقیقی بھائی بھی شامل تھے' آپ کے دادا بزرگوار کا سامانِ تجارت جلا کر خاکستر کر دیا گیا' اور مکان پر فوجوں نے قبضہ کر لیا' آپ اپنے والدین اور چھوٹے بھائی مولانا عبداللطیف کے ساتھ کئی دن روپوش رہنے کے بعد کسی طرح عراق پہنچ گئے' تین سال کے بعد وہاں سے حج وزیارت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے' حج کے بعد چند ماہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے' پھر راندیر واپس آ رہے تھے کہ والد ماجد نے سفر آخرت اختیار کیا' راندیر پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد والدہ ماجدہ نے بھی داغ جدائی دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ مشہور زمانہ عالم و عارف خیر الدین محدث سورتی کی نواسی تھیں۔

والدہ کی رحلت کے بعد چھوٹے بھائی کو لے کر تحصیل وتکمیلِ علوم کی غرض سے دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پہنچے' اس کے بعد علی گڑھ میں استاذ العلماء مولانا محمد لطف اللہ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر دونوں بھائیوں نے علوم وفنون کی تکمیل کی' 1965ء میں سہارنپور محشی بخاری مولانا احمد علی المتوفی 1297ھ کے پاس پہنچے اور ان کے درس حدیث میں شرکت کر کے سند واجازت حاصل کی۔ بعدہٗ حضرت مولانا لطف اللہ کے ایماء ومشورہ سے گنج مراد آباد پہنچ کر حضرت مولانا شاہ فضل رحمان قدس سرہ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا اور سند حدیث کے ساتھ سند خلافت بھی پیر ومرشد نے مرحمت فرمائی۔

1867ء کے نصف اول میں آپ اپنے مخلص پیر بھائی حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی کی دعوت اور پیرومرشد کے حکم سے علوم وفنون کی ترویج کے لیے پیلی بھیت تشریف لے گئے' حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید مرحوم کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں نواب صاحب مرحوم کے نام پر مدرسہ حافظیہ قائم کیا گیا' اور آپ اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ 1301ھ میں جامع مسجد سے متصل ہی آپ نے ایک وسیع قطعہ اراضی مدرسہ کے لیے خریدا' اسی سن میں علماء رامپور' بدایوں' پنجاب کی موجودگی میں امام العصر مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہٗ نے سنگ بنیاد رکھا اور تین گھنٹے فن حدیث پر تقریر فرمائی' اس نئے مدرسے کا نام مدرسۃ الحدیث رکھا گیا۔

علوم وفنون کے علاوہ آپ نے مستقل چالیس برس حدیث شریف کا درس دیا' آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت تھی' دہلی' سہارنپور' کانپور' رامپور' جون پور' علی گڑھ اور لاہور سے علوم کی تحصیل کر کے طلبہ آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لیے پہنچتے تھے۔

1334ھ جمادی الاخریٰ کو آپ کا انتقال ہوا مرض الموت اور تجہیز وتکفین کی خدمات میں آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل محمود آبادی پیش پیش تھے۔

مدرسۃ الحدیث کے قریب مسجد کے احاطہ میں اس گنجینہ فضل وکمال کو سپرد خاک کیا گیا۔ فاضل بریلوی نے وفات کا مادۂ تاریخ آیت **یطاف علیهم بانیة من فضة و اکواب** سے نکالا۔

آپ کے تلمیذ مولانا سید مصباح الحسن علیہ الرحمۃ کہتے تھے کہ حضرت کی تمنا تھی کہ میری موت حدیث پڑھاتے ہوئے آئے' چنانچہ بوقت وفات مشکوٰۃ شریف آپ کے سینے پر تھی اور **اهدنا الصراط المستقيم** پر روح نے جسم سے جدائی اختیار کی۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف چیئرمین اسلامک سٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ' مولانا مشتاق احمد کانپوری' مولانا نثار احمد مفتی اعظم آگرہ' مولانا مفتی عبدالقادر لاہور' ملک العلماء مولانا ظفر الدین' مولانا سید خادم حسین ابن پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری' مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی' مولانا عبدالعزیز خاں' محدث بجنوری' صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی' قطب مدینہ شاہ ضیاء الدین مدنی' مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ آپ کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔

تصانیف میں حاشیہ سنن نسائی شریف پر (مطبوعہ مطبع نظامی) حاشیہ طحاوی (مطبوعہ مصر) تعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ) جلالین کے حواشی' جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد' غیر مقلدوں کو مساجد سے نکالے جانے سے متعلق یہ پہلی کتاب ہے۔[1]

(1) محمود احمد قادری' تذکرہ علمائے اہل سنت باختصار

استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری

آبائی وطن سوات‘ والد کا نام مولوی رفیع اللہ خاں‘ رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں‘ صرف ونحو حافظ غلام علی سے اور منطق میر زاہد مولانا جلال الدین المتوفی 1313ھ سے حاصل کیا۔ حضرت علامہ فضل حق کے ورودِ رام پور کے بعد حلقہ تلامذہ میں داخل ہو کر علوم وفنون میں کمال حاصل کیا‘ حدیث مولانا عالم علی نگینوی المتوفی 1295ھ سے پڑھی۔ اپنے استاذ حضرت خیر آبادی کے عاشق وشیدائی تھے‘ دہلی الور میں ساتھ رہے‘ نیرنگی تقدیر سے حضرت خیر آبادی جب کالا پانی بھیج دیئے گئے تب جدائی ہوئی‘ مغموم ومحزون وطن آئے اور درس دینا شروع کیا‘ مدرسہ عالیہ میں مدرس ہو گئے‘ 1870ء میں جون پور مدرسہ حنفیہ میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے‘ آپ ان علماء میں تھے جن سے علم وفضل کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ فرقہ وہابیہ کے رد وتنفر میں نامور حامی حق استاذ حضرت خیر آبادی کے قدم بقدم تھے۔ 1300ھ میں بمقام مرشد آباد بنگال مشہور غیر مقلد بہاری عالم عبد العزیز رحیم آبادی کے مقابلہ میں حنفیہ کی نصرت وحمایت فرمائی۔ 1318ھ میں مجلس علمائے اہل سنت کے جلسہ میں جو ندوہ کی اصلاح کے لیے پٹنہ میں منعقد ہوا تھا حمایت حق کے لیے شریک جلسہ ہوئے۔

اپنے اساتذہ مولانا جلال الدین کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ چھوٹے میاں قدس سرہ سے طریقہ عالیہ قادریہ میں مرید تھے‘ وسیع الاخلاق‘ خندہ رو‘ دوست آشنا‘ سادہ وضع‘ متورع ومتقی اور شاگردوں پر نہایت شفیق تھے۔

بروز دوشنبہ 5 بجے شام یکم رمضان المبارک 1326ھ میں واصل بحق ہوئے۔ درگاہ حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد الرشید جونپوری واقع رشید آباد میں مدفن ہے۔ مصرعہ تاریخ وفات یہ ہے۔ ’’شد نہاں مہر اوج فلسفیات‘‘۔ استاذ الاساتذہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی‘ رئیس العلماء سید محمد سلیمان اشرف سابق چیئرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ‘ استاذ العلماء علامہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی‘ مولانا عبد السلام نیازی دہلوی‘ مولانا شیر علی المتوفی 1354ھ صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن قدس اللہ سرہم حضرت تلامذہ تھے جن کے کمالات اور وفور علم سے استاذ کے کمال کا اندازہ لگا لیجیے۔ (1)

---

(1) محمود احمد قادری‘ تذکرہ علمائے اہل سنت‘ ص 262-261

تلامذہ

تلامذہ

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر الشریعہ
جہاں جائیں فرشتے پر بچھا دیں

درخت اپنے پھل سے اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے زیر نظر باب میں حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ ان کی نورانی زندگیوں کے آئینے میں حضرت صدر الشریعہ کی حیاتِ طیبہ کی جھلک دیکھی جائے۔ یہ تعارف اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کا حقیقی کارنامہ، اصل شاہکار اور چالیس سے زائد برس پر پھیلی ہوئی تدریسی زندگی کا حاصل یہی تلامذہ ہیں۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری فرمایا کرتے تھے:

> ''لوگ کہتے ہیں بہار شریعت صدر الشریعہ کا اعلیٰ شاہکار ہے حالانکہ حضرت نے بہارِ شریعت رمضان کی چھٹیوں یا جب دیگر ضروری کاموں سے فرصت ملتی، تحریر فرمائی۔ اعلیٰ شاہکار فاضل اوقات میں نہیں ہوتا بلکہ آپ کا اعلیٰ شاہکار آپ کے وہ تلامذہ ہیں جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے[1]۔''

قابلِ غور بات تو یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے حلقہ درس میں صرف برصغیر پاک وہند ہی کے طلبہ شریک نہیں ہوئے بلکہ بلخ، بخارا، سمرقند، افغانستان، ترکی، افریقہ اور ایران کے طلبہ نے بھی اکتساب فیض کیا اور کامیاب وکامران لوٹے۔ ایک بخاری صاحب قسطنطنیہ سے ''شرح مطالع'' خرید کر لائے لیکن انہیں یہ کتاب پڑھانے والا کوئی مدرس نہ ملا۔ پھر طرفہ یہ کہ وہ اردو بھی نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ انہیں اوقاتِ درس کے بعد منطق کی اس منتہی کتاب کا درس فارسی میں دیا کرتے تھے[2]۔

---

(1) بہاء المصطفیٰ قادری، مصباحی، مولانا، صدر الشریعہ کے احوال وکارنامے مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 148
(2) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسبان، ص 75
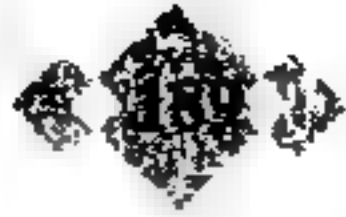
ایک طالب علم افغانی' سن رسیدہ' جو دوسرے مدارس میں کئی بار درسِ نظامی کی تکمیل کر چکا تھا' حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا' اس نے ''تتمۂ خانقاہی'' پڑھنے کی درخواست کی۔ حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی ''تتمۂ خانقاہی'' اصولِ فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے۔ ہندوستان میں رائج نہیں اس لیے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی' صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی' خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیونکہ یہ اردو بہت کم سمجھتا تھا[1]۔

مندرجہ بالا چند مثالوں سے حضرت صدر الشریعہ کے تبحر علمی اور آپ کے درس کی مرکزیت و مرجعیت عیاں ہوتی ہے۔ آپ کے درس کی مقبولیت و ہر دلعزیزی کے اسباب میں سے آپ کی علمیت' فقاہت' علمی استحضار اور خلوص وللٰہیت کے ساتھ ساتھ تلامذہ پر شفقت و عنایت کا بڑا دخل ہے۔ آپ اپنے تلامذہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور انہیں اپنی اولاد سمجھتے تھے۔ اسی لئے آپ کے تلامذہ آپ کو ''اباجی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے تلمیذِ ارشد مفتی محبوب رضا خاں صاحب نے آپ کی شفقت و محبت کے واقعات ''صدر الشریعہ' ایک باکمال مشفق استاذ'' کے عنوان کے تحت تحریر فرمائے ہیں۔ وہ واقعات مفتی صاحب ہی کی زبانی بعینہٖ مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں 1939ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حاضر ہوا چونکہ درمیان سال تھا حضرت نے فرمایا کہ بندۂ خدا بغیر پیشگی خط و کتابت کے آگئے تین پیسے کا خط لکھ کر پہلے مجھ سے پوچھ لیا ہوتا یہاں درمیان سال میں داخلہ ممنوع ہے یہ ریاست ہے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر درمیان سال میں داخلہ نہیں ہو سکتا میں نے عرض کی حضور اب تو میں آ گیا واپس نہیں جاؤں گا داخلہ نہیں ہوتا تو نہ ہو میں بستی میں کرایہ پر مکان لے لوں گا آپ پرائیویٹ طور پر کوئی ایک سبق مجھے شروع کروا دیں فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے عرض کی عصر' مغرب کے درمیان وقت ہے فرمایا اس وقت میں میں اخبار دیکھتا ہوں عرض کی کہ حضور دس منٹ مجھے عنایت فرما دیں۔ فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو دس منٹ پڑھایا جا سکتا

(1) عبدالعزیز مبارکپوری' حافظ ملت' صدر الشریعہ کا تبحر علمی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر ص 12

ہے؟ عرض کی حضور میرے لیے دس منٹ بہت ہیں فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو عرض کی جو حضور
پڑھائیں ہنس پڑے پھر فرمایا منطق کہاں تک پڑھی ہے عرض کی قطبی پڑھی ہے۔ فرمایا ملا جلال
شروع کردو عرض کیا جو حکم ہو پھر کچھ تامل کے بعد دریافت فرمایا میر زاہد رسالہ پڑھا ہے عرض کیا نہیں
فرمایا پھر پہلے رسالہ پڑھو عرض کی جو حکم۔ فرمایا کل سے میر زاہد شروع کردو چنانچہ دوسرے روز عصر
کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چارپائی پر بیٹھ کر میر زاہد شروع کرایا تو اساتذۂ مدرسہ بھی
شریکِ درس ہو گئے اور اکثر طلبہ بھی' یعنی میر زاہد رسالہ میں میرے شریک طلبہ کی تعداد سب اسباق
کی جماعتوں سے بڑی ہو گئی نیز چھٹی جماعت میں شریک ہو کر اسباق کی سماعت کی اجازت بھی مل
گئی مطبخ کے باورچی کو بلا کر حکم فرمایا کہ قاری صاحب کا کھانا دونوں وقت کا تم دینا اور پیسے ان سے
طے کر لینا چنانچہ میں کئی مہینہ اس طرح ہوسٹل میں رہا پھر ایک روز نواب غلام محمد خاں صاحب
مرحوم متولی مدرسہ ہوسٹل میں تشریف لائے میری طلبی ہوئی اور مجھ کو باقاعدہ داخلہ مل گیا۔

میرے عزیز مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم و مغفور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے
بہت قریب تھے مجھے ان کے ساتھ قیام کی اجازت مل گئی اس طرح میں حضرت صدر الشریعہ علیہ
الرحمۃ کا خادم خاص بن گیا سودا سلف کی خریداری اور دیگر امور خانہ میں مفتی اعجاز ولی خاں صاحب
مرحوم کے بعد میں دخیل ہوا دھوبی کو حضرت کے گھر کے کپڑے دینا' ان کا حساب لکھنا اور اندراج
کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی سبزی وغیرہ بھی میں خرید کر لاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ
بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لاتا جو کچھ منگوایا گیا اس میں اپنی مرضی سے رد و بدل
کر لیتا حتیٰ کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کے لیے آتا کہ آج کیا پکایا
جائے تو حضرت فرما دیتے کہ قاری صاحب سے پوچھو' کشیدنی تمبا کو میں اپنی مرضی سے خرید لاتا
جتنی منگوائی جاتی اس سے بہت زیادہ خرید لاتا فرماتے کہ اتنی کیوں خریدی میں نے تو اتنی کہی تھی
عرض کر دیتا کہ حضور یہ تمبا کو بہت اچھا ہے' دیسی ہے اور خوب تیز ہے کام آئے گا روز ایسا نہیں ملے
گا ہنس کر خاموش ہو جاتے' میں بربنائے خلوص و عقیدت اس قسم کے تصرفات کرتا تھا اور موصوف
خلوص کے قدردان تھے۔

عاداتِ کریمہ

نہایت نفاست پسند تھے طلباء سے بہت خلوص و محبت فرماتے اور اولاد کی طرح سمجھتے تھے

چنانچہ ہم لوگ آپس میں انکے لیے ابا کا لفظ استعمال کرتے چونکہ حضرت کے بچے ان کو ابا کہتے تھے۔ نہایت چشم پوش اور کریم النفس تھے مگر اصول میں سخت گیر اور بہترین قسم کے منتظم تھے۔ میں نے ان سے زیادہ متبع سنت کسی کو نہیں دیکھا صاف گو اور سادہ لوح نہایت معاملہ فہم، خوش مزاج حلیم الطبع تھے لباس بالکل سادہ پہنتے تھے دیسی کھدر کا کرتہ عرض کا پاجامہ کھدر ہی کی بنڈی اور کھدر ہی کا جبہ سفید یا برے رنگ کا مگر ٹوپی دو پلی چپ عمدہ ململ یا وائل کی، رنگین عمامہ جاڑوں میں اونی ٹوپا، اونی جرسی یا روئی کی مرزئی دہلی والی سرخ نری کی ایک کنٹھے والی پاپوش استعمال فرماتے تھے نہایت وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔

پسندیدہ خوراک

بھنا ہوا گوشت روٹی اور ترکاریوں میں تلے ہوئے کریلے شوق سے تناول فرماتے تھے دار جینگ کی عمدہ چائے پیتے اور اس معاملہ میں نہایت نفاست پسند واقع ہوئے تھے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ گھوسی تشریف لے گئیں تھیں حضرت دادوں میں موجود تھے ایک میواتی فلک شیر خاں کی بھینس بیمار ہوگئی مفتی اعجاز ولی خاں مرحوم نے اس کو تعویذ لکھ دیا کہ گھر کی ڈاہی میں لٹکا دے اللہ کے حکم سے وہ بھینس تندرست ہوگئی اس نے تقریباً پانچ سیر دودھ مفتی صاحب کو نذر کیا پروگرام بنا کہ چاول اور شکر حضرت کے یہاں سے حاصل کیے جائیں میں نے خدمت اقدس میں عرض کی چاول اور شکر چاہیے فرمایا کیا کرو گے، عرض کی کھیر پکائیں گے فرمایا لے لو دودھ کہاں سے لو گے عرض کی کہ دودھ اس طرح مل گیا ہے مسکرائے اور فرمایا ہم کو تعویذ کا کوئی معاوضہ کوئی نہیں دیتا اعجاز میاں ہم سے زیادہ کامیاب ہیں۔ غرض کہ کھیر پکی مگر اس میں شکر بہت زیادہ ہوگئی میرے متعلق طلباء نے مشہور کر رکھا تھا کہ میں میٹھا بہت زیادہ کھاتا ہوں جب حضرت نے تناول فرمائی تو دو چار چمچے لے کر چھوڑ دی اور ہنس کر فرمایا اعجاز میاں! قاری صاحب نے اپنے مطلب کی پکائی ہے تاکہ اور کوئی نہ کھا سکے اب یہی اس کو ختم کریں گے ہلکا میٹھا پسند فرماتے تھے ہاں زیادہ کھاتے تھے اور رشید نگی تمباکو میں غازی پور، گورکھپور اور لکھنو کا عمدہ خمیرہ استعمال کرتے تھے تمباکو بنانے، خرید کرانے اور اس میں خمیرہ ملانے کی خدمت میں انجام دیتا تھا۔

عصر کے بعد میں نے چہل قدمی کے لیے مشورہ دیا، پسند فرمایا۔ چنانچہ بعد نماز عصر روزانہ تقریباً ایک میل ٹہلنے کو جاتے اکثر مولانا حافظ مبین الدین صاحب بھی ہمراہ ہوتے راستہ بھر ہم

لوگ مسائل پوچھتے جاتے اور حضرت جوابات ارشاد فرماتے جاتے۔ ایک مرتبہ 12 ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اپنے گھر کی محفل میلاد سے فارغ ہو کر نماز ادا کی اور حسن پور کے جلسہ میں شرکت کے واسطے تشریف لے چلے حضرت محدث صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے دونوں بزرگوں کی چارپائیاں صحن میں برابر برابر پڑی تھیں ہم لوگ حضرت کے پاؤں دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے' حضرت آنکھیں بند کیے ہوئے ہم کو جوابات ارشاد فرماتے جاتے' محدث صاحب علیہ الرحمۃ نے کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی مگر جب سوالات و جوابات پر اعتراضات اور اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آیا تو اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آپ کے تلامذہ معاملات میں بہت صفائی پسند واقع ہوئے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ محدث صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ یہ حضرات آپ سے اپنی محنت کی قیمت نقد وصول فرماتے جا رہے ہیں یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ میں عادی ہو چکا ہوں اس سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا ہے' اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس بھائی آپ لوگ بھی آرام فرمائیں اور محدث صاحب کو بھی آرام کرنے دیں ان کو نیند آ رہی ہے۔

انتظامی معاملات میں بہت بااصول واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ غالباً 1943ء کا واقعہ ہے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ دامت معالیہ اور حضرت محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے حج و زیارت کا ارادہ فرمایا اور طے یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو مدرسہ مظہر اسلام اور دارالافتاء بریلی شریف کا کام اہتمام و انتظام سونپا جائے چنانچہ حضرت کو گھوسی سے بریلی شریف بلایا گیا اور سب کام حضرت کے سپرد کر کے دونوں حضرات حجاز مقدس کے لیے روانہ ہو گئے حضرت نے طلباء کی حاضری اور مطالعہ کے معاملات میں اپنی عادت کے مطابق سختی برتی طلباء میں اکثریت بنگالیوں کی تھی ان کو یہ بات کھلی چونکہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب نرم پالیسی اختیار فرماتے تھے انہوں نے احتجاجاً ایک روز غیر حاضری کی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بہت ناراض ہوئے اور سب غیر حاضر طلباء کو مدرسہ سے خارج فرما دیا اور فرمایا کہ میں مدرسہ بند کرنا پسند کروں گا مگر بدانتظامی اور بے اصولی کو برداشت نہیں کروں گا طلباء کا خیال تھا کہ ایک دو روز میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نرم پڑ جائیں گے مگر معاملہ ان کی امیدوں کے بالکل برعکس ہوا جو

طلباء تھے ان کے اسباق بدستور جاری رہے اور حضرت کی طرف سے غیر حاضر طلباء سے مفاہمت کی کوئی پیش نہ ہوئی اب وہ لوگ گھبرائے چنانچہ بریلی شریف کے بعض معززین کے پاس شکایت لے کر گئے اور اس سلسلے میں ان کی مدد چاہی انہوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے کہ نہ بابا اس معاملہ میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور حضرت کو غلط سمجھا ہے وہ طلباء کے بہت ہمدرد ہیں مگر انتظامی معاملات میں بہت سخت گیر ہیں بریلی شریف میں کسی کی مجال نہیں ہے جو ان کے معاملے میں دخل دے یہ مولانا سردار احمد صاحب نہیں ہیں تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم سب حضرات بلا تاخیر حاضر ہو کر حضرت سے معافی مانگ لو ہمیں امید ہے کہ معاف فرما دیں گے اس صورت میں ہم لوگ بھی تمہاری سفارش کے لیے تیار ہیں جب طلباء ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو ایک روز سب نے آ کر حضرت سے معافی مانگی کچھ مقامی حضرات بھی سفارشی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تمہارا یہ خیال تھا کہ مولوی سردار احمد آ کر تم کو دوبارہ داخلِ مدرسہ کر لیں گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا جس کو میں مدرسہ سے نکال دوں اس کو مولوی سردار احمد نہیں داخل کر سکتے آخر کار سب نے معافی مانگی اور آئندہ کے لیے پابندی احکام کا عہد کیا معززین شہر نے سفارش کی تب ان کو داخلہ دوبارہ ملا۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ہمارے بزرگ اپنے بزرگوں کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان سے کتنی عقیدت رکھتے تھے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ جب سفرِ حج کے لیے سوداگراں محلّہ سے چلے تو اسٹیشن تک پیدل تشریف لے گئے ہزارہا آدمی جلوس میں شامل تھے ایک بوگی ریلوے ریزرو کرائی گئی تھی جب اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوئے تو میں ایک برتھ پر حضرت صدر الشریعہ کے برابر بیٹھ گیا سامنے کی برتھ پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے گاڑی چلنے والی تھی کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے برابر آ بیٹھے اور چپکے سے میرے کان میں کہنے لگے کہ قاری صاحب میرا ایک کام کر دیں بڑی مہربانی ہو گی میں نے کہا بسر و چشم ارشاد فرمائیے' فرمانے لگے کہ حضرت کی ٹوپی مجھے چاہئے آپ مانگ کر مجھے عنایت فرما دیں میں نے کہا آپ خود کیوں نہیں مانگتے میرا عرض کرنا آپ سے زیادہ تھوڑا ہی موثر ہو گا فرمایا نہیں آپ مانگئے میں نے کہا میں تو نہیں کہوں گا آپ خود مانگیں مولانا نے فرمایا نہیں آپ مانگئے بندۂ خدا! گاڑی

چلنے والی ہے جلدی کیجئے آخر میں نے حضرت سے عرض کی کہ مولانا آپ کی ٹوپی تبرکا مانگ رہے ہیں حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں گھر تک ننگے سر جاؤں اور ٹوپی ان کو دے دوں گھر پر انہوں نے کیوں نہیں کہا میں کوئی نئی ٹوپی دے دیتا یہ بالکل پرانی ہے اب مولانا علیہ الرحمتہ بولے حضرت میرے لیے یہی بہت ہے میں نے اپنا وائل کا رومال حضرت کی خدمت میں پیش کیا کہ حضرت یہ سر پر باندھ لیں اور یہ ٹوپی مولانا کو عنایت فرمادیں گاڑی چلنے والی ہے چنانچہ حضرت نے ٹوپی عنایت فرمائی گارڈ نے سیٹی بجائی ہم لوگ گاڑی سے اتر آئے اور ٹرین چل دی مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمتہ حضرت کے نہایت چہیتے شاگرد تھے وہ خود بھی مانگ سکتے تھے مگر ہمت نہ پڑی ادب مانع ہوا اور مجھے اپنا سفارشی بنا کر بات کی۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے عرس کے موقع پر میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کے پیر داب رہا تھا کوئی نو بجے رات کا وقت تھا اور حضرت آنکھیں بند کیے آرام فرما رہے تھے کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمتہ دبے پیروں آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ان کو بیٹھنے کے لیے جگہ دوں چنانچہ میں تھوڑا سا اوپر کی طرف ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کے پیر دابنے لگے حضرت نے آنکھیں بند کیے کیے دریافت فرمایا کہ کون ہے مولانا خاموش رہے میں نے عرض کی مولانا سردار احمد صاحب ہیں حضرت نے فرمایا مولوی سردار احمد تم رہنے دو قاری صاحب جو داب رہے ہیں اب تم ماشاء اللہ مہتمم ہو طلباء دیکھیں گے تو ہنسیں گے مولانا نے عرض کی کہ حضور برسوں کے بعد تو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے میں تو آج بھی اپنے کو ایک طالب علم ہی سمجھتا ہوں یہ سب حضور کا صدقہ ہے حضرت خاموش ہو گئے چند منٹ کے بعد حضرت حافظ الملت حافظ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمتہ آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ہٹ جاؤں اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دوں چنانچہ میں ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کی کمر دابنے لگے حضرت نے دریافت فرمایا کون ہے میں نے عرض کی کہ حافظ عبد العزیز صاحب ہیں حضرت نے فرمایا ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں حافظ صاحب علیہ الرحمتہ نے عرض کی کہ حضور یہ تو ہمارے لیے عین راحت ہے چنانچہ میں اٹھ کر پان بنانے چلا گیا پان بنا کر لایا ان دونوں حضرات کو پان پیش کیے اتنے میں حضرت بھی اٹھ بیٹھے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں دیگر علماء بھی تشریف لے آئے اور محفل گرم ہو گئی۔ آج ان بزرگوں کو یاد کر کے آنکھیں بھر آتی ہیں کیسی نورانی شکلیں تھیں۔

زمیں میں کیسے کیسے حسن والے دفن ہیں مضطر
قیامت ہوگی جب یہ سب کے سب مدفن سے نکلیں گے

حضرت کے قیامِ دادوں کے دوران حضرت مولانا حافظ مبین الدین صاحب امروہوی' حضرت مولانا سید ظہیر احمد صاحب زیدی نگینوی' حضرت مولانا محمد خلیل خاں صاحب مارہروی اور خاکسار نے صلاح کی کہ درسی کتب پر ہمارے علماء کے حواشی کم ہیں کیوں نہ حضرت سے کسی کتاب پر حاشیہ لکھوایا جائے چنانچہ طے پایا کہ تفاسیر میں مدارک شریف اور کتب احادیث میں طحاوی شریف حنفیوں کی کتابیں ہیں اور معراء ہیں معقولات میں شرح ہدایۃ الحکمۃ معراء ہے ان میں کسی پر لکھوایا جائے اب مسئلہ یہ تھا کہ حضرت سے فرمائش کون کرے طے یہ ہوا کہ سب چلو اور قاری صاحب تجویز پیش کریں اور دوسرے احباب تائید کریں چنانچہ کئی روز کے صلاح ومشورہ کے بعد ایک روز بخاری شریف کا سبق ختم کر کے میں نے عرض کی کہ حضور یہ تین کتابیں معراء ہیں مدرسین اور طلباء دونوں کو ان کے پڑھنے پڑھانے میں دشواری پیش آتی ہے اور شرح ہدایۃ الحکمۃ آپ کی خاندانی کتاب ہے اور اس کی تقاریر بھی آپ کے سوا کوئی اور مصنف علیہ الرحمۃ کے منشاء اور مراد کے مطابق نہیں کر سکتا اس لئے پہلے شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ ہم کو لکھوادیں پھر ان دونوں کتابوں میں کسی ایک پر جس کو آپ چاہیں کام شروع کریں حضرت یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کام کو بہت آسان سمجھ لیا ہے یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے ابھی بہار شریعت ہی کا کچھ کام باقی ہے میں بوڑھا ہو چکا ہوں قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا اب میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں یہ کام کروں عرض کی کہ حضور کم از کم شرح ہدایۃ الحکمۃ ہم کو شروع کرادیں اور ذرا ٹھہر ٹھہر کر تقریر فرمائیں کہ ہم اس کو لکھ لیں اس طرح یہ کتاب محشیٰ ہو جائے گی فرمایا اتنا وقت کہاں ہے؟ عرض کی کہ رات کو آدھا گھنٹہ کافی ہوگا جب شروع ہو جائے گی تو ان شاءاللہ ختم بھی ہو جائے گی کوئی جلدی نہیں ہے مگر حضرت نے انکار فرمایا دوسرے روز ہم نے صلاح کی' تقاضا جاری رکھو کب تک انکار کریں گے آخر مان ہی جائیں گے چنانچہ ہر روز کسی وقت ہم حاضرِ خدمت ہو کر عرض کر دیتے اور بعض مرتبہ ڈانٹ بھی سنتے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگوں کو کئی دفعہ اپنی مجبوری بتا چکا ہوں پھر بھی ضد کیے جاتے ہو اس وقت تو ہم خاموش اٹھ کر چلے آتے مگر اگلے دن کسی نہ کسی بہانہ سے پھر مسئلہ چھیڑ دیتے چونکہ سوال میں کرتا تھا دوسرے احباب خاموش رہتے یا میری آواز میں

تائید کرتے لہٰذا جھاڑ میرے اوپر ہی پڑتی بہرحال ہم نے ہمت نہیں ہاری آخر ایک روز حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ باز نہیں آؤ گے ہم نے عرض کی کہ حضور بڑا کرم ہوگا زیادہ نہیں تو صرف دس منٹ روزانہ ہم کو عنایت فرمادیں ہنس کر فرمایا کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہیں دس منٹ میں بھی یہ کام ہوسکتا ہے میں اسباق پڑھانے کے بعد تھک جاتا ہوں بیٹھنا کھلتا ہے میں نے عرض کی کہ حضور لیٹ جایا کریں میں پیر دابا کروں گا اور یہ لوگ لکھتے رہیں گے صرف زبانی تقریر فرمادیا کریں بہت ہنسے اور فرمایا قاری صاحب! ضد بیجا کرتے ہو میں نے عرض کی کہ حضور یہ کام کرنا ہی ہوگا مولوی سید ظہیر احمد صاحب زیدی بولے جی بیشک' حضرت نے فرمایا چپ رہ بے وقوف سب لوگ ہنس پڑے پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے عرض کی کہ حضور پھر کل کسی وقت شروع کرائیں گے فرمایا ہتھیلی پر سرسوں مت جماؤ یہاں کتابیں بھی نہیں ہیں میرا حافظہ اب کمزور ہوگیا حبیب گنج جاؤ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی کے کتب خانہ سے افق المبین تصنیف میر باقر داماد اور شرح اشارات اور بعض دیگر کتابیں بتائیں جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے لاؤ پھر شروع کرنا چنانچہ اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد جب میں حبیب گنج جانے لگا تو ایک طالب علم کو میرے پاس بھیجا کہ قاری صاحب کو روکو میں ٹھہر گیا حضرت نے مسجد سے باہر آکر فرمایا کہ میرا خیال ہے جب خدمت ہی کرنی ہے تو دین کی خدمت کرو ہدایۃ الحکمۃ کو چھوڑو مدارک شریف اور طحاوی شریف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور عرض کی کہ حضور منتخب فرمائیں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث کی خدمت کرو ہم نے عرض کی کہ نہایت خوب چنانچہ کتب معقولات کی فہرست مجھ سے لے لی اور شروح حدیث کی بعض کتابیں لکھ کر دیں اور ایک خط نواب صاحب مرحوم کو لکھ کر مجھے دیا جس میں کتابوں کا مطالبہ تھا میں حبیب گنج نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا خط دیا نواب صاحب مرحوم نے محافظ کتب خانہ کو بلا کر فرمادیا کہ یہ کتابیں ان کو دے دو اور ان سے دستخط لے لو چنانچہ وہ کتابیں لیکر میں فوراً واپس آیا اور اسی روز بعد نماز عشاء تحشیہ کا کام شروع کیا گیا پہلے روز تو صرف بسم اللہ شریف لکھی گئی باقی وقت باتوں میں گذر گیا اگلے روز سے پابندی سے کام شروع ہوا مولوی سید ظہیر احمد صاحب اور مولوی خلیل خاں صاحب کتابت فرماتے تھے چونکہ خوش خط تھے میں کتابیں نکال کر دیتا اور حافظ مبین الدین صاحب اور میں

کتابوں میں سے متعلقہ حدیث ڈھونڈ کر نکالتے اور حضرت حاشیہ لکھاتے جاتے رات کے دو ڈھائی بجے تک روزانہ بعد نماز عشاء سے کام کرتے ہم لوگ تھک جاتے مگر حضرت مسلسل لکھواتے رہتے درمیان میں ایک مرتبہ چائے چلتی اس طرح بہت جلد طحاوی شریف کی کتاب الصلوۃ تک تحشیہ کا کام ہو چکا تھا۔ کہ ہمارے امتحانات ختم ہوئے اس کے بعد حضرت نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں سے استعفیٰ دے دیا اور گھوسی تشریف لے گئے وہاں جا کر حضرت کی بینائی کمزور ہو گئی اور تحشیہ کا کام رک گیا میری دعا ہے کہ حضرت کی اولاد یا تلامذہ میں سے کوئی صاحب اس کی تکمیل فرما دیں۔ والدہ صاحبہ کے پاس اس کا مسودہ موجود ہے[1]۔

حضرت کا طریقہ تدریس

دوسرے مدرسین سے حضرت کا طریقہ تدریس مختلف پایا دوسرے اساتذہ کے اسباق میں طلباء قرأت کے لیے آپس میں جھگڑتے تھے کہ تم قرأت کرو حضرت ایک مرتبہ ہوں فرماتے یہ اشارہ ہوتا قرأت شروع کرنے کا مگر طلباء آپس میں کہنیاں مارنا شروع کر دیتے حضرت دوبارہ ''ہوں'' فرماتے مگر کسی کی ہمت نہ پڑتی شروع کرنے کی پھر جب تیسری مرتبہ ہوں فرماتے تو کوئی نہ کوئی گھبرا کر قرأت شروع کر دیتا اکثر و بیشتر میں اور حافظ مبین الدین قرأت کرتے کبھی کبھی دوسرے ساتھی بھی قرأت کرتے اگر عبارت پڑھنے میں کوئی غلطی ہو جاتی تو پڑھنے والے کی شامت آ جاتی حضرت بہت ناراض ہوتے ترجمہ لفظی پسند فرماتے تھے اگر ترجمہ میں کوئی لفظ اپنی طرف سے طالب علم بڑھا دیتا تو فوراً پوچھتے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے ترجمہ کے بعد دریافت فرماتے کہ کیا سمجھے بیان کرو چنانچہ اگر مطلب صحیح بیان کر دیا جاتا تو خود تقریر فرمانے لگتے اور اگر مطلب صحیح بیان نہ ہوا تو ناراض ہوتے اور فرماتے میرے پاس بغیر مطالعہ کے مت آیا کرو صدرا' شمس بازغہ' قاضی مبارک اور امور عامہ جیسی مشکل کتابوں کی تقریر حفظ سے فرماتے جاتے تقریر کے بعد پھر کتاب پر نظر ڈالتے اور فرماتے کہ اب حافظہ کمزور ہو گیا ہے اس لیے دیکھ لیتا ہوں کہ کوئی جملہ رہ تو نہیں گیا جوانی میں کتاب دیکھے بغیر پڑھاتا تھا جہاں طالب علم نے بس کی حضرت نے کتاب بند کر دی کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تھوڑا اور پڑھ لو بخلاف دوسرے مدرسین کے کہ ان کے یہاں جب طالب علم نے بس کی تو انہوں نے فرمایا تھوڑا اور پڑھ اس کے باوجود سب سے پہلے حضرت

---

(1) شہزادہ صدر الشریعہ' محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی' اس حاشیے کو مکمل کر رہے ہیں۔

کی کتاب ختم ہوتی تھی اور سبق کی تقریر دوبار فرماتے تھے میں تو اس کو حضرت کی کرامت ہی مانتا ہوں۔ بخاری شریف کے گویا حافظ تھے اور جن احادیث پر شروح احادیث میں قیل وقال ہے ان کے متعلق ایسی تقریر فرماتے کہ طالب علم کو اعتراض کی گنجائش نہ رہ پاتی ایک واقعہ مجھے خوب یاد ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرطاس طلب فرمایا تھا اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں خیال کہ بخار کی شدت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہے قرطاس لانے کی مخالفت کی تھی شروح احادیث میں بہت قیل وقال کی گئی ہے چنانچہ میں نے فتح الباری اور حافظ مبین الدین صاحب نے عینی شرح بخاری کا خوب مطالعہ کیا اور صلاح کی کہ اس پر خوب اعتراضات کریں گے تاکہ حضرت یہ جان کر کہ میرے تلامذہ خوب مطالعہ کر کے آئے ہیں خوش ہوں اور دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں ہم زیادہ مطالہ کرنے والے اور ذہین ثابت ہوں مگر ہوا یہ کہ میں قرأت کر رہا تھا جب مذکورہ حدیث میں میں نے لفظ اَھْجُر پڑھا تو حضرت نے فرمایا اَھَجَرَ یعنی میں نے ہ کو ساکن پڑھا تھا اور حضرت نے ہ کو مفتوح پڑھنے کو فرمایا جس کے بعد اعتراض خود بخود ختم ہو گئے اور فرمایا ہ کو مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے مختصر یہ کہ پیچیدہ مقامات پر ایسی سلجھی ہوئی اور دلنشیں تقریر فرماتے کہ طالب علم کو کم سے کم اعتراض کا موقعہ ملتا حدیث شریف کے سبق کے شروع میں بسم اللہ کے بعد درود شریف ضرور پڑھا جاتا اکثر خود اعتراضات کی تقریر فرما کر جوابات ارشاد فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَہٗ اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَہٗ اَللّٰھُمَّ وَسِّعْ قَبْرَہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد و آلہ واصحبہ اجمعین و بارک وسلم[1]۔

---

(1) محبوب رضا بریلوی، مفتی، صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 25 تا 30

مشاہیر تلامذہ

دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے حضرت صدر الشریعہ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1. محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
2. حافظِ ملت استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
3. شیر بیشہء اہل سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں لکھنوی
4. صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی مؤلف بشیر الکامل و بشیر القاری شرح بخاری
5. مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن الہ آبادی بانی آل انڈیا تبلیغ سیرت
6. امینِ شریعت علامہ مولانا رفاقت حسین کانپوری' مفتی اعظم کانپور
7. سید العلماء حضرت مولانا علامہ سید آلِ مصطفیٰ صاحب مار ہروی
8. شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (فرزند ارجمند)
9. حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب (فرزند ارجمند)
10. حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (فرزند ارجمند)
11. حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب (فرزند ارجمند)
12. مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب' دار العلوم امجدیہ کراچی
13. خلیلِ ملت مفتی خلیل خان برکاتی مصنف ہمارا اسلام بانی دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد
14. خیر الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی
15. شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی
16. صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی
17. حضرت علامہ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں
18. شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین جونپوری مصنف قانون شریعت
19. رئیس المحدثین حضرت مولانا مبین الدین امروہوی
20. جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری
21. حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب

22. ابوالمحاسن حضرت علامہ محسن صاحب فقیہ شافعی مصنف سامانِ آخرت
23. حضرت مولانا ولی النبی صاحب بیکی ' رتو ڈیر شریف ' مردان
24. حضرت مولانا محمد الیاس سیالکوٹی
25. حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام ادروی
26. حضرت مولانا محراب دین پشاوری ثم مکی
27. حضرت مولانا مختار الحق خطیب اعظم دار السلام (ٹوبہ)
28. مولانا عبدالعزیز صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں)
29. مولانا عبدالحلیم بخاری
30. حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی مصنف رسم الافتاء والمفتی
31. مولانا فیض الحسن پھپھوندوی
32. مولانا محمد سلیمان سلہٹی
33. مولانا مفتی قاری محبوب رضا خاں بریلوی
34. حضرت مولانا صدیق اللہ بناری
35. حضرت مولانا غلام آسی صاحب
36. حضرت مولانا سبحان اللہ امجدی[1]
37. مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری

یوں تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کے تمام تلامذہ ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن ان میں دو شخصیات یعنی محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب کا کوئی جواب نہیں خود حضرت صدر الشریعہ فرمایا کرتے تھے "میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے۔[2]" اس قول سے ان کی مراد دو شخصیات محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت (علیہما الرحمتہ) ہیں۔

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری' مولانا' عظمتوں کے پاسباں' ص 75' بتصرف
(2) جلال الدین قادری' مولانا' محدثِ اعظم پاکستان' ص 286

محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری نوراللہ مرقدہ بن چوہدری میراں بخش 1322ھ/ 1904ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے[1]۔ ابتدائی تعلیم دیال گڑھ کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ بعدازاں مسلم ہائی سکول بٹالہ میں داخل ہوئے اور میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا[2]۔ میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا اور ایف۔ اے کا امتحان دینے کے لیے لاہور تشریف لے آئے۔ انہی دنوں انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے جلیل القدر علماء ومشائخ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ بھی جلوہ فرماتھے حضرت حجۃ الاسلام حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کی بے پناہ دولت سے مالا مال تھے۔ مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ نے آپ کی زیارت کی تو دل کی دنیا بدل گئی۔ دنیوی تعلیم کو خیرباد کہہ کر دینی تعلیم کے حصول کا پختہ عزم کرلیا۔ حضرت حجۃ الاسلام سے بریلی ساتھ لے چلنے کی درخواست کی جو انہوں نے منظور فرمالی یوں مولانا سردار احمد بریلی شریف تشریف لے آئے[3]۔

تعلیم

بریلی شریف میں ابتدائی کتب حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا، مولانا محمد حسین اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے پڑھیں۔ حضرت محدث اعظم کمال پابندی سے اسباق پڑھتے، مطالعہ نہایت محنت سے فرماتے۔ اس زمانہ میں دارالعلوم منظرِ اسلام اور محلہ سوداگراں میں بجلی نہیں تھی۔ مدرسہ منظر الاسلام اور خانقاہ عالیہ رضویہ کی شرقی گلی کے موڑ پر بلدیہ کا ایک مٹی کے تیل سے چلنے والا لیمپ لگا ہوا تھا۔ جب نماز عشاء پڑھ کر سب طلباء سو جاتے، حضرت محدثِ اعظم پاکستان اس لالٹین کی روشنی میں گلی میں آکر پڑھتے اور سبق یاد فرماتے۔

---

(1) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ص 33

(2) ایضاً، ص 63

(3) محمد نعیم پروفیسر، حضرت محدثِ اعظم پاکستان چند یادیں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص 12 اکتوبر 2000ء

حضرت حجتہ الاسلام نے یہ دیکھا تو اس وقت کے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ مولوی سردار احمد صاحب کے لیے کمرہ میں لالٹین کا انتظام کیا جائے[1]۔

جب حضرت صدر الشریعہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو کچھ عرصے بعد آپ بھی وہاں حاضر ہو گئے۔ یہاں بھی بریلی کی طرح نہایت محنت اور ذوق وشوق کے ساتھ حصولِ علم دین میں مگن رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کو اطباء نے بعدِ عصر سیر کا مشورہ دیا۔ اس وقت حضرت کے ہمراہ کتاب ہاتھ میں لیے آپ بھی ہوتے۔ یوں دورانِ سیر کتاب کا درس بھی جاری رہتا[2]۔ جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہو کر دوبارہ دارالعلوم منظرِ اسلام تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے اور یہیں سند فراغت حاصل کی[3]۔

تدریس

1351ھ/1932ء میں آپ نے تدریس کا آغاز اپنی مادرِ علمی دارالعلوم منظرِ اسلام سے بحیثیت مدرس دوم فرمایا۔ کچھ عرصے بعد صدر المدرسین حضرت صدر الشریعہ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے تو آپ صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔ درس نظامی کی منتہی کتب پڑھائیں اور خوب پڑھائیں 1356ھ/1937ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں آپ نے بطور شیخ الحدیث 1366ھ/ جولائی 1947ء تک یعنی دس سال علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں[4]۔

اسی دوران شہر کہنہ بریلی شریف کی اکبری جامع مسجد میں دیوبندی سلطان المناظرین ''مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان سے حفظ الایمان کی گستاخانہ کفریہ عبارت پر آپ کا چارروز تک مشہور مناظرہ ہوا جس میں مخالف مناظر کو اپنا جبہ اپنا چشمہ جوتا کتابیں اپنی چھڑی چھوڑ کر میدانِ مناظرہ سے بھاگنا پڑا[5]۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے کچھ عرصہ وزیر آباد اور ساروکی میں قیام فرمایا پھر حضرت مفتی

---

(1) محمد حسن علی رضوی مولانا محدثِ اعظم پاکستان کے بعض یادگار واقعات مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ جنوری 1995ء ص10

(2) محمد جلال الدین قادری مولانا محدثِ اعظم پاکستان ص18 ج1 (3) ایضاً ص53 ج1

(4) ایضاً ص273 ج1

(5) محمد حسن علی رضوی مولانا محدث اعظم پاکستان کے بعض یادگار واقعات مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص10

اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے مشورے کے بعد 1367ھ/ 1948ء میں لائل پور (حال فیصل آباد) تشریف لے آئے۔ یہاں بے سروسامانی کے عالم میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم فرمایا۔ جسے اللہ کے فضل وکرم سے بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور حضرت کے شہرۂ آفاق درسِ حدیث کی بدولت یہ دارالعلوم ملک و بیرون ملک کے طلبہ کا مرکز و مرجع بن گیا۔ جامعہ رضویہ کے صدر دروازے پر آپ نے یہ شعر لکھوایا۔

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا

ہے قادری فقیروں کا جھنڈا اگڑا ہوا(1)

درسِ حدیث

حدیث شریف پڑھانے کے دوران کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آجاتا تو آپ اس سے گفتگو نہ فرماتے۔ دارالحدیث کے درودیوار قصیدہ بردہ شریف ونعت شریف سے گونجتے رہتے۔ جب کسی حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبسم فرمانے کا ذکر آتا تو آپ بھی مسکراتے اور طلبہ کو بھی تبسم کی ہدایت فرماتے(2)۔

عشقِ رسالت

یوں تو سبھی حدیث پڑھانے والے شیخ الحدیث ہوتے ہیں لیکن محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا امتیاز یہ ہے کہ آپ حدیث پڑھاتے ہوئے طلبہ کی توجہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول کرواتے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک مشاہداتی کیفیت پیدا کر دیتے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا'' جب لوگ بیمار ہوتے ہیں' بخار ہوتا ہے یا سر درد ہوتا ہے تو دوائی کھاتے ہیں لیکن مجھے تکلیف ہوتی ہے تو میں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھاتا ہوں تو مجھے آرام ہو جاتا ہے(3)۔ دارالحدیث کے دروازے پر یہ شعر لکھوایا ہوا تھا

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاھے

کہ در وے بو دقیل وقالِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔ طلباء عیادت کے لیے حاضر ہوئے مولانا محمد حسین سکھروی نے

---

(1) محمد نعیم' پروفیسر' حضرت محدثِ اعظم پاکستان' چند یادیں مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ' اکتوبر 2000ء' ص 13

(2) ابوداؤد محمد صادق' علامہ' مولانا محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات' ص 10

(3) محمد جلال الدین قادری' مولانا' محدثِ اعظم پاکستان' ص 310

قصیدہ بردہ شریف خاص انداز سے پڑھنا شروع کر دیا۔ بعد میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ''طبیب کے علاج سے اتنا فائدہ معلوم نہیں ہوتا جتنا ذکرِ حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے[1] خوب فرمایا استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی نے ''ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے اجزائے بدنی کی ترکیب ہی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی گئی ہے[2]۔

دیگر کوائف

اللہ تعالیٰ نے باطنی حسن کے ساتھ ساتھ آپ کو ظاہری حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ مقدس نورانی چہرہ' اکثر سفید لباس پہنتے' سر پر بڑا عمامہ ہوتا۔ چال ڈھال نشست و برخاست بڑی باوقار' چلتے تو نظر نیچی رکھتے' دولت خانہ سے نمازِ باجماعت کی ادائیگی کے لیے شاہی مسجد آتے تو پہلی صف میں بیٹھتے' کئی دفعہ دیکھا اقامت شروع ہوئی' جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ نماز عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لیے وظائف میں مصروف رہتے۔ نماز کی ادائیگی بڑے خشوع وخضوع سے فرماتے نمازِ جمعہ کے موقع پر اجتماع کثیر ہوتا۔ شہر و بیرون جات سے لوگ بڑے ذوق وشوق سے حاضر ہوتے۔ مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کے نمازیوں سے بھر جانے کے بعد جھنگ بازار اور پھر ارشد مارکیٹ میں صفیں بچھانا پڑتیں[3]۔

بیعت وخلافت

حضرت شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمۃ سے بچپن ہی میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوگئے تھے۔ ان سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت واجازت وخلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ نیز مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ہزاروں افراد آپ کے دست اقدس پر تائب ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس' وعظ وتلقین اور بیعت وارشاد کی جاں گسل مصروفیات کے باعث تصنیف و

---

(1) محمد جلال الدین قادری' مولانا' محدث اعظم پاکستان ص 151 ج 2

(2) ایضاً ص 156 ج 2

(3) محمد نعیم' پروفیسر' حضرت محدث اعظم پاکستان' چند یادیں' مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ' اکتوبر 2000ء ص 14

تالیف کی جانب توجہ نہ کر سکے۔ تاہم چند تصانیف 1. فتاویٰ محدث اعظم علیہ الرحمۃ 2. اسلامی قانونِ وراثت 3. تبصرۂ مذہبی بر تذکرۂ مشرقی حال ہی میں مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے شائع کی ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت ومحبت

اُستاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ سے بڑی عقیدت تھی۔ پاکستان تشریف لائے تو اکثر مدارس کے منتظمین اور مشائخ کی خواہش تھی کہ حضرت ہمارے مدرسہ کو رونق بخشیں۔ جواباً حضرت نے جو کچھ فرمایا اس کے لفظ لفظ سے اپنے استاذ محترم کی عقیدت پھوٹتی ہے فرمایا ''میں استاذی المکرّم' بدرِ طریقت' صدر الشریعہ علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب رضوی دامت برکاتھم' سیدی وسندی حضرت مفتیٔ اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف عم فیوضھم کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر وہ حضرات مجھے حکم دیں تو کہیں بھی شامیانہ لگا کر دینی خدمات انجام دوں گا لیکن جب تک ان حضرات کی طرف سے کوئی حکم یا کوئی غیبی اشارہ نہ ہو جائے' اس وقت تک کسی جگہ کا وعدہ قبول نہ کروں گا[1]۔

ایامِ علالت میں ایک مرتبہ آپ صدیقی ہسپتال' فیروز شاہ سٹریٹ سے دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ' کراچی ٹیکسی پر سوار ہو کر تشریف لے جانے لگے۔ اتفاق کہ ٹیکسی والا راستہ بھول گیا۔ مولانا اسد احمد اور مولانا عنایت اللہ شاہ ٹیکسی رکوا کر جس سے پوچھتے کہ دارالعلوم امجدیہ کس طرف ہے' وہ لاعلمی ظاہر کرتا' حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ خاموش رہے۔ بالآخر آپ نے ٹیکسی رکوا کر ایک آدمی سے پوچھا ''ہمارے صدر الشریعہ' بدر الطریقہ قبلہ علیہ الرحمۃ کے نام سے ایک دارالعلوم یہاں ہے' ہمیں وہاں پہنچنا ہے'' اتفاق کی بات یہ کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ عالمگیر روڈ سامنے آ گئی اور دارالعلوم امجدیہ سامنے تھا۔ سچ ہے اساتذہ کرام کے ادب واحترام سے بھولی ہوئی منزلیں سامنے آ جاتی ہیں[2]۔'' یونہی حضرت صدر الشریعہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے ایک مرتبہ فرمایا: ''مولانا سردار احمد میری داہنی آنکھ ہیں[3]۔''

---

(1) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 111

(2) محمد جلال الدین قادری' مولانا' محدث اعظم پاکستان ص 163

(3) محمود اختر القادری' مفتی' محدث اعظم پاکستان' مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 407

وصال

اپنے دور کے عظیم محدث، ملت اسلامیہ کے محسن، حبیب کبریا **علیه التحية والثناء** کے سچے عاشق، سنیوں کے قافلہ سالار، لاکھوں افراد اشکبار چھوڑ کر 29 رجب المرجب 1382ھ/29 دسمبر 1962ء کو دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کا جسد مبارک بذریعہ شاہین ایکسپریس کراچی سے فیصل آباد لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء ومشائخ اور عوام کے بے پناہ ہجوم نے یہ ایمان افروز نظارہ دیکھا کہ آپ کے جنازہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے اور ابر کا نام ونشان نہ تھا۔ نمازِ جنازہ حسب وصیت شہیدِ اہل سنت مولانا عبدالقادر احمد آبادی نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں قریباً تین لاکھ فرزندانِ توحید ورسالت شریک ہوئے۔ آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کے پہلو میں زیارت گاہ خاص وعام ہے[1]۔

---

(1) محمد ابراہیم خوشتر قادری، رضوی، مولانا، حالاتِ زندگی مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد، مشمولہ فتاویٰ محدثِ اعظم ص 23

حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ الرحمتہ

ولادت باسعادت

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ الرحمتہ والرضوان ضلع مراد آباد کے قصبہ بھوجپور میں 1314ھ میں ایک دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حافظ محمد نور صاحب بہت ہی سیدھے سادھے حافظ قرآن بزرگ تھے۔ انہوں نے حافظ ملت اور ان کے دونوں بھائیوں کو اپنی ہی طرح حفظ قرآن کی تعلیم دے کر حافظ بنایا[1]۔

ابتدائی تعلیم

حافظ ملت نے حفظِ قرآن کی تکمیل اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ خانگی دشواریوں کے باعث سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا۔ انہی دنوں مراد آباد کے ایک انتہائی قابل اور حاذق حکیم بہ سلسلۂ علاج بھوجپور تشریف لائے اور مسجد میں حافظ ملت کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ آپ کی قرأت اور صحت تلفظ سے بہت متاثر ہوئے۔ اختتامِ نماز پر دورانِ گفتگو حکیم صاحب نے فرمایا حافظ صاحب آپ مراد آباد آ کر ہم سے فن طب پڑھ لیں۔ آپ کا ذہن حکمت کے لیے بہت مناسب ہے۔ آپ نے اپنی اقتصادی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے معذرت پیش کی مگر حکیم صاحب نے اس جوہر قابل کی تعلیم و تربیت کا پورا بار اپنے ذمہ لے لیا چنانچہ حافظ ملت بغرض تحصیل علم مراد آباد تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے گلستان کا امتحان لے کر فرمایا حافظ صاحب' آپ عربی تعلیم حاصل کریں' میں آپ کے اندر فکر و نظر کی بڑی صلاحیت پاتا ہوں چنانچہ آپ نے عربی تعلیم شروع کی پندرہ روز میں میزان' منشعب اور ایک ماہ میں نحو میر و پنج گنج یاد فرمالیں۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لے لیا اور اس طرح حکیم صاحب نے اس جوہر قابل سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں بحمدہٖ تعالیٰ بدرجہ اتم پوری ہوئیں[2]۔

حضرت صدرالشریعہ کی بارگاہ میں

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تین سال تحصیل علم کے بعد مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے

---

(1) ارشاد احمد عارف' ضمیمہ فقہ اسلامی' ص 268

(2) ایضاً ص 402

موقع پر حافظِ ملت نے جب حضرت صدر الشریعہ سے تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی درخواست منظور فرمالی۔ یوں حافظ ملت' جامعہ معینیہ عثمانیہ' اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ملا حسن تک پڑھنے کے بعد گھریلو حالات کی وجہ سے حافظِ ملت دورۂ حدیث لینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا'' آسمان زمین بن جائے' پہاڑ ہل جائے یہ ہوسکتا ہے لیکن تمہاری ایک کتاب بھی رہ جائے' یہ نہیں ہوسکتا کتابیں سب پڑھنی ہیں[1]۔'' شفیق استاذ کی زبان سے ان الفاظ کو سننے کے بعد اطاعت شعار شاگرد نے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر تمام کتب کو پڑھ کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بریلی آئے' دورۂ حدیث لیا اور 1352ھ میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے[2]۔

مبارک پور میں تشریف آوری

شوال المکرم 1352ھ میں حضرت صدر الشریعہ نے آپ کو بریلی میں بلایا اور فرمایا میں برابر باہر رہا اور میرا ضلع خراب ہو رہا ہے۔ میں آپ کو خدمت دین کے لیے مبارک پور بھیجنا چاہتا ہوں۔ حضرت حافظ ملت نے عرض کیا'' میں تو ملازمت کرنا نہیں چاہتا۔'' حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا'' میں نے ملازمت کو کب کہا میں نے خدمت دین کی بات کی ہے[3]۔'' حافظ ملت نے حکم مان لیا اور بریلی سے ہی چند طلبہ لے کر 29 شوال 1352ھ میں مبارک پور تشریف لے آئے۔ اس وقت مدرسہ پرانی بستی میں تھا اور معیارِ تعلیم فارسی' نحو میر اور پنج گنج تک تھا۔ مگر آپ کی تشریف آوری سے اس مدرسہ کی قسمت بدل گئی۔ آپ کی تشریف آوری کو ابھی تقریباً ساڑھے گیارہ ماہ ہوئے تھے کہ شوال 1353ھ میں گولہ بازار میں ایک زمین مدرسہ کے لیے حاصل کر لی گئی۔ مدرسہ کی بنیاد حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے رکھی[4]۔

طالبانِ شوق کی کثرت سے جب یہ عمارت بھی تنگ ہوگئی تو حضور حافظ ملت نے ایک عظیم

---

(1) اختر حسین فیضی' مولانا' حافظ ملت' صدر الشریعہ کی بارگاہ میں' مشمولہ حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات' ص 149

(2) محمد جلال الدین قادری' مولانا' محدث اعظم پاکستان' ص 54

(3) غلام مصطفیٰ کوثر امجدی' مولانا' صدر الشریعہ اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ ص 144

(4) فیضان المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات' ص 404
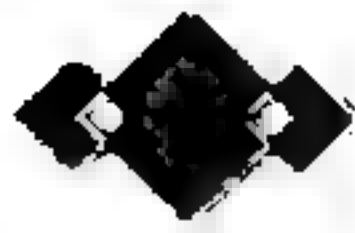
تعلیمی درسگاہ کی ضرورت محسوس کی۔ اس سلسلے میں تین روزہ تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پورے ملک کے علماء، شعراء، خطباء تشریف فرما ہوئے اور آبادی سے دور ایک عظیم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ چند مہینوں میں مجوزہ درس گاہ کے لیے ایک عظیم الشان عمارت وجود میں آ گئی جس کو دنیا الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانتی ہے۔

تدریسی صلاحیت

درسِ نظامی کی اہم اور مشکل کتابوں کو برجستہ پڑھانے پر حضور حافظ ملت کو پوری قدرت حاصل تھی ایک بار ''قاضی مبارک'' کا درس ہو رہا تھا معمول کے مطابق درس ختم کر کے کتاب بند کرنی چاہی۔ ایک ذکی طالب علم نے اپنے ہم درس کو اشاروں میں کہا کہ حافظ ملت کا مطالعہ یہیں ختم ہو گیا حضرت نے کتاب کھول دی اور عبارت پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا' طالب علم نے اپنے مطالعہ کے مطابق عبارت پڑھی حضرت نے اسی شان سے درس دیا اب طالب علم نے کتاب بند کرنی چاہی حضرت نے ارشاد فرمایا اور پڑھو مگر طالب علم کا مطالعہ ختم ہو چکا تھا اس لیے وہ خاموش بیٹھا رہا حضرت نے ارشاد فرمایا ''عبد العزیز کو قاضی پڑھانے کے لیے مطالعہ کی حاجت نہیں بفضلہٖ تعالیٰ ایک نشست میں پوری قاضی پڑھا سکتا ہوں[1]۔''

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت

حافظ ملت اساتذہ کی بارگاہ میں سراپا ادب بنے رہتے ان کے حکم کی تعمیل اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ان کے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ آج دور دور تک کسی شاگرد کا اپنے استاذ کے ساتھ ایسا تعلق ولگاؤ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ خود فرماتے ہیں۔ ''جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدر الشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے' ہم لوگ حضرت کی درسگاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں کا ہر ایک صدر الشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتیٰ کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز کے بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تا کہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے[2]۔

---

(1) فیضان المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 403

(2) اختر حسین فیضی' مولانا' حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں' مشمولہ حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 150

حافظ ملت فرمایا کرتے تھے: گرم کھانا کھانے سے مسوڑھے کمزور ہوتے ہیں مگر میں گرم چائے اس لیے پیتا ہوں کہ میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ گرم چائے پیتے تھے۔ مزید فرمایا ''کامیاب اشخاص کی تقلید کرنے سے آدمی کامیاب ہوتا ہے میں نے حضرت صدر الشریعہ کی پیروی کی' کامیاب ہوا' میں نے ان کو سب سے زیادہ کامیاب مدرس پایا تو ان کے طریقے کو اپنایا[1]۔

حافظ ملت چلنے میں بھی حضرت صدر الشریعہ کی پیروی کرتے تھے چنانچہ علامہ محمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ لکھتے ہیں: ''حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا' جب قریب پہنچا تو حضرت نے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا بہت بڑا فرق ہے پھر سوال فرمایا کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا وہ حضور کا سایہ ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے فرمایا نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے؟ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نظر نہیں آتا بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جا رہا ہے اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آ رہا ہے اس پر حضرت نے فرمایا میاں یہی تو بات ہے میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے[2]۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے نسبت وتعلق کی وجہ سے آپ ان کی اولاد کا بھی بہت خیال رکھتے تھے اور احترام فرماتے تھے چنانچہ شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں'' جب 1961ء میں ہندوستان حاضر ہوا تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لیے تشریف لائے' اتفاق سے میں دوسری جگہ گیا تھا تو وہاں تشریف لائے اور نہایت ہی محبت وتواضع سے پیش آئے[3]۔''

شاہزادۂ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ فرماتے ہیں'' حافظ ملت جب مبارک پور جامعہ اشرفیہ میں صدر المدرسین ہو کر تشریف لائے تو میری عمر سات سال تھی۔ میں درجہ حفظ

---

(1) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ ص 107
(2) عابد حسین مصباحی' مولانا' صدر الشریعہ' حیات وخدمات کا تفصیلی جائزہ مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ ص 195
(3) اختر حسین فیضی' مولانا' حافظ ملت' صدر الشریعہ کی بارگاہ میں' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 154
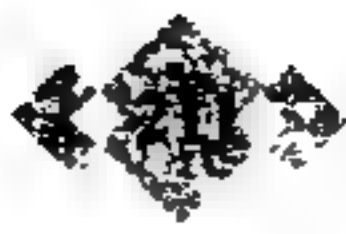
میں داخل تھا مگر میری رہائش کا انتظام اور طعام کا حضرت سیدی حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے پاس سے انتظام فرمایا تھا۔ ان دنوں بچپن کی وجہ سے گھنٹوں لاپتہ رہتا تھا مگر جب تک مجھے تلاش کروا کر گھر نہ بلا لیتے' کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔"

مزید لکھتے ہیں "پاکستان سے جب میں گھر پہنچتا تو مجھ سے ملنے کے لیے دوسرے ہی روز حضرت' قادری منزل (گھوسی) تشریف لاتے' بارہا میں نے درخواست کی کہ حضور میں تو خود حاضر ہونے والا تھا تو فرماتے مجھے خود آ کر ملاقات کرنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے[1]۔"

وصال

شب و روز کی جاں گسل مصروفیات کی وجہ سے آپ علیل ہو گئے۔ صحت جواب دینے لگی بالآخر یکم جمادی الاخری 1396ھ کی رات وہ آفتاب علم ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا جس کی نورانی کرنوں سے پورا برصغیر نصف صدی تک منور ہوتا رہا[2]۔ مزار اقدس آپ کے قائم کردہ عظیم دارالعلوم الجامعۃ الاشرفیہ میں مرجعِ خلائق ہے۔

---

(1) اختر حسین فیضی' مولانا' حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں مشمولہ حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 155

(2) فیضان المصطفیٰ قادری' مولانا' حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات ص 404

شیرِ بیشہء اہل سنت علامہ حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمتہ

مولانا حشمت علی خان ابن نواب علی خاں لکھنؤ میں 1320ھ/ 1901ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنا مادۂ تاریخی سگِ درگاہِ بغداد تحریر فرماتے تھے۔ یہیں تربیت ونشوونما پائی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے اساتذہ سے دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور بارہ برس کی عمر میں قرأت کی سند حاصل کی 1337ھ میں دارالعلوم منظرِ اسلام حاضر ہوئے۔ جہاں حضرت صدرالشریعہ سے مختلف علوم وفنون کا درس لیا[1]۔ حجتہ الاسلام شاہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ نے 1340ھ میں اپنے دست اقدس سے دستارِ فضیلت زیب سر فرمائی اور سند اجازت بھی عطا کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے شرف بیعت حاصل تھا[2]۔

تدریس

چند برس مادرِ علمی دارالعلوم منظرِ اسلام میں مدرس رہے پھر دھوراجی دارالعلوم مسکیعہ میں صدر المدرسین بنا کر بھیجے گئے۔ پھر پاورہ ضلع بڑودہ کے مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس ہوئے[3]۔

ردّ ومناظرہ

قدرت نے بحث واستدلال، زبان وبیان، طباعی ونکتہ رسی سے آپ کو حظِ وافر عطا کیا تھا جس کی بدولت آپ نے کثرت سے مناظرے کیے اور فتح پائی۔ ہلدوانی کے ایک مناظرے میں مولوی یٰسین خام سرائی کے مقابلے میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو روانہ فرمایا۔ دورِ طالب علمی اور انیس سالہ عمر کے باوجود آپ فتح مند ہوئے اس خوشی میں آپ کے مرشد ومربی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ابوالفتح، ولد مرافق، اور غیظ المنافقین کے زریں القاب عطا فرمائے[4]۔

راندیر میں محمد حسین سے آپ کا تاریخی مناظرہ ہوا اور آپ کو فتحِ مبین حاصل ہوئی ''سورت'' میں اس کی تہنیت میں جلسہ عام میں علماء نے آپ کو شیر بیشہ اہل سنت کا خطاب دیا جو

---

(1) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدرالشریعہ حیات وخدمات ص409

(2) ارشاد احمد رضوی، مولانا، شیر بیشۂ سنت، مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان جون 2000ء ص43

(3) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدرالشریعہ حیات وخدمات ص409

(4) ارشاد احمد رضوی، مولانا، شیر بیشہ سنت ماہنامہ کنز الایمان ص43
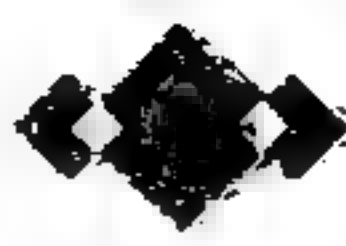
اتنا مشہور ہوا کہ بمنزلہ علم بن گیا۔ مگر آپ کو اعلیٰ حضرت کی دی ہوئی کنیت ابوالفتح بہت محبوب تھی اور اعلیٰ حضرت سے اس قدر الفت و محبت تھی کہ خود کو عبد الرضا لکھتے تھے۔ آپ کی خطیبانہ شوکت کا غلغلہ پورے ہندوستان میں تھا۔ آپ جب کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوتے تو لگتا کہ کوئی شیر بیٹھا ہے[1]۔

اتنی مصروفیات کے باوجود آپ نے چالیس سے زائد قیمتی تصانیف چھوڑی ہیں جو شوکت استدلال کا اپنا الگ ہی رنگ رکھتی ہیں۔[2] بالآخر کم و بیش چالیس برس فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد 8 محرم الحرام 1380ھ/3 جولائی 1960ء کو دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے[3]۔

جامع المعقول والمنقول مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ

یکم جنوری 1915ء مطابق 14 صفر المظفر 1333ھ پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ پانچویں تک سکول میں پڑھنے کے بعد مدرسہ آستانہ شیریہ میں دینی تعلیم کے لیے داخل ہو گئے۔ بعد ازاں دار العلوم منظر اسلام بریلی میں آ گئے۔ یہاں حضرت صدر الشریعہ، محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حضرت مولانا احسان الٰہی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ جب حضرت صدر الشریعہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے تو آپ بھی کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم کے لیے صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ 1938ء میں آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور سندِ فراغت عطا فرمائی۔ آپ نے یکے بعد دیگرے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، دار العلوم احمدیہ سنیہ چاٹگانگ اور دار العلوم امجدیہ کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دار العلوم امجدیہ میں آپ سے دار الافتاء کی سرپرستی کرنے کی بھی درخواست کی گئی۔ آپ نے افتاء کا شعبہ سنبھالا تو سائلین کی لائن لگ گئی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے استفتاء کیے جن کے جوابات پر مشتمل ''وقار الفتاویٰ'' تین جلدوں میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکا ہے۔ علم و عمل کا یہ آفتاب اپنی ضیا پاشیوں کے بعد 19 ستمبر 1993ء مطابق 20 ربیع الاوّل 1413ھ بروز ہفتہ بوقت نماز فجر غروب ہو گیا۔ نمازِ جنازہ مولانا عبد العزیز حنفی نے پڑھائی اور دار العلوم امجدیہ میں علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔[4]

---

(1) ارشاد احمد رضوی، مولانا 'شیر بیشہ سنت' مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان ص 43

(2) ایضاً ص 44 (3) ایضاً ص 44

(4) محمد عارف خان ساقی 'حالاتِ مصنف' مشمولہ وقار الفتاویٰ باختصار

مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمان قادری رضوی علیہ الرحمۃ

رئیس التارکین، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمان ہاشمی، عباسی، رضوی، قصبہ دھام نگر اڑیسہ میں بتاریخ 8 محرم الحرام 1322ھ بروز شنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ انگریزی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں ابتدائی کتب پڑھ کر دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت صدر الشریعہ نے استعفیٰ دیا تو آپ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یہیں سے دورۂ حدیث کے بعد سند تکمیل اور دستار فضیلت پائی۔

تکمیل کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اسلامی تحریکات کی سرپرستی اور گمراہ فرقوں کی سرکوبی مجاہد ملت کا محبوب مشغلہ تھا۔ ملک بھر میں آپ نے بیسیوں مدارس، مساجد اور انجمنیں قائم فرمائیں۔ اشاعت مسلک اہل سنت کے لیے مکتبہ الحبیب اور حبیب المطابع پریس خصوصی اہتمام سے قائم فرمایا۔ آپ کو دیکھ کر ان متقدمین کی یاد تازہ ہوتی تھی جنہوں نے رئیسانہ زندگی ترک کر کے فقر و فاقہ کو پسند فرمایا۔ اسی لیے آپ کو رئیس التارکین بھی کہا جاتا ہے۔ پٹنہ میں ہونے والی کانفرنس میں آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور پیش کر دیا۔ منتظمین نے جب قبول کرنے میں پس و پیش کی تو فرمایا ''اب تو یہ گھر سے نکل چکا ہے، واپس نہیں جا سکتا۔''

حضرت مجاہد ملت نہایت ذہین، دقیقہ رس، دور اندیش اور بہترین مناظر تھے۔ دیوبندیوں، وہابیوں سے کئی مناظرے کیے ہر بار فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے۔ بریلی کا تاریخی مناظرہ جس میں مناظر کے فرائض محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے انجام دیئے تھے کے صدر مناظرہ آپ ہی تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے فتح کی مبارک باد اور جبہ و عمامہ عنایت فرمایا تھا۔

6 جمادی الاولیٰ 1401ھ/13 مارچ 1981ء بروز جمعہ آپ کا انتقال بمبئی میں ہوا۔ نعش مبارک بذریعہ طیارہ کلکتہ اور پھر وہاں سے وطن مالوف کٹک اڑیسہ پہنچائی گئی۔ تیسرے دن تقریباً 5 بجے سپرد خاک کیا گیا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے اس قدر تاخیر کے باوجود میت بالکل تر و تازہ اور صحیح و سالم تھی۔[1]

---

(1) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص 304 تا 317، باختصار

امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ

صدر العلماء، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ 1900ء میں ریاست دادوں، علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام الحاج غلام فخر الدین ابن مولانا حکیم سید سخاوت حسین فخری سلیمانی ہے۔ درجہ چہارم تک سکول کی تعلیم حاصل کی پھر آپ کے چچا، برصغیر کے معروف عالم دین مولانا قطب الدین برہم چاری نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل کرادیا۔ ابتدائی کتابیں مولانا عبدالعزیز فتحپوری سے پڑھیں۔ گلستان، قدوری، قال اقول تک کتب حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے پڑھیں۔ پھر حضرت صدر الشریعہ سے اکتساب فیض کے لیے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، تشریف لائے۔ یہاں آپ کے علاوہ مولانا امتیاز احمد امیٹھوی، مولانا عبد المجید، مولانا عبد الحی افغانی، مولانا عبداللہ افغانی، مولانا سید امیر احمد پنجابی سے تعلیم حاصل کی۔ جب حضرت صدر الشریعہ نے دار العلوم منظر اسلام مراجعت فرمائی تو یہ بھی ھمراہ تھے یہاں فوقانی کتب پڑھ کر حضرت صدا لشریعہ کے ہاتھوں دستارِ فضیلت اور سندِ تکمیل حاصل کی۔ بریلی میں آپ کے ہم درس، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری اور مولانا رفاقت حسین رحمہم اللہ تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دار العلوم محمدیہ جائس میں تدریس کی پھر کرنال کے دار العلوم کے صدر مدرس بنے پھر کانپور کے احسن المدارس کے صدر مدرس ہوئے۔ 1935ء میں میرٹھ کی اس اسلامی درس گاہ کے صدر مدرس ہوئے جو خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین نے اندر کوٹ میں قائم کی تھی۔ اسی دار العلوم میں آپ نے تا وصال یعنی تقریباً بیالیس سال تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ 8 مئی 1973 کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب روانہ ہوئے۔

تصانیف میں بشیر القاری شرح بخاری، بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح مائۃ عامل، البشیر شرح نحو میر اور نظام شریعت مشہور و معروف ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت صدر العلماء ''کافیہ'' کے حافظ تھے۔

مفتی شریف الحق امجدی، علامہ شاہ احمد نورانی، شاہ محمد عارف اللہ قادری، علامہ نظام الدین اور علامہ محمد نعیم اللہ صاحب مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ بیعت و خلافت کا شرف حضرت شاہ علی حسین اشرفی سے حاصل تھا۔ (1)

---

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد منشاء تابش قصوری، مولانا، تذکرۂ حیات علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، باختصار

سید العلماء مولانا آلِ مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

سید العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آلِ مصطفیٰ اولادِ حیدر 1332ھ/1914ء میں پیدا ہوئے[1]۔

تعلیم و تربیت

آپ کے عظیم ماموں تاج العلماء حضرت شاہ اولادِ رسول علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی' ابتدائی تعلیم بھی انہیں سے حاصل کی۔ حضرت صدر الشریعہ سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ' اجمیر شریف میں درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی۔ طب و حکمت کی تعلیم مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ سے حاصل کی[2]۔

دینی و ملی خدمات

برسوں کھڑک مسجد بمبئی میں امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیا۔ مسلمانانِ اہل سنت کے عقائد و ایمان کے تحفظ اور ایک پلیٹ فارم پر لاکران کی ملی و سیاسی قوت اور ان کی اجتماعیت کے اظہار کے لیے آپ نے 1958ء میں ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' قائم فرمائی۔ محدث اعظم ہند اور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ نے بالاتفاق جماعت کی صدارت بھی آپ کے سپرد کردی[3]۔ اس کے توسط سے آپ نے بمبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے علاقوں کے بہت سے پیچیدہ دینی و ملی اور مسلم سیاسی مسائل حل کیے۔ آپ نے بمبئی میں یوم میلادِ مصطفیٰ کے جشن کی ابتداء کے ساتھ ساتھ جشن غوثیہ کے انعقاد کا بھی آغاز کیا.......... آپ حق گو' بے باک' مردِ مومن اور اللہ کے شیر تھے۔ کسی بھی حکومت سے دبے نہ ڈرے۔ مجاہدِ ملت حضرت علامہ حبیب الرحمان صاحب علیہ الرحمۃ کی گرفتاری پر 1963ء میں آپ نے زبردست احتجاج کیا اور اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کو بہت سخت خط لکھا تھا[4]۔

---

(1) عبدالنعیم عزیزی' ڈاکٹر' یقین کے دو ماہ مبین' ص 12

(2) ایضاً ص 13

(3) آلِ رسول حسنین میاں نظمی' سید ولی صورت ولی سیرت ہمارے مفتی اعظم' مشمولہ پیغامِ رضا' مفتی اعظم نمبر ص 34

(4) عبدالنعیم عزیزی' ڈاکٹر' یقین کے دو ماہ مبین' ص 13

وعظ و تلقین

آپ اعلیٰ درجے کے خطیب تھے۔ ملک کے طول وعرض میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور جلسوں میں پر جوش خطاب فرماتے' ایک مرتبہ بلرام پور میں جس جگہ آپ تقریر فرمارہے تھے۔ باہر ہندو نقصان پہنچانے کے ارادے سے جمع ہونا شروع ہو گئے' پولیس سی۔آئی۔ڈی والے بھی پہنچ گئے۔آپ نے گرج کر فرمایا ''سی۔آئی۔ڈی والے کہیں چھپے بیٹھے ہوں تو سید کی تقریر کا لفظ لفظ نوٹ کرلیں اور یہ پولیس والے جو ابھی آئے ہیں یہ بھی سنیں اور جو جن سنگھی بہت دیر سے کھڑے ہیں وہ بیٹھ کر آرام سے سید کی باتیں سنیں ارے یہ ہندوستان ہمارا ہے' یہ ہمارے خواجہ کا ہندوستان ہے۔ ہم نے تمہیں تہذیب وانسانیت سے آشنا کیا ہے وغیرہ''۔ کچھ دیر بعد غیر مسلمین کی بھیڑ چھٹ گئی' پولیس والے بھی چلے گئے اس شب سید العلماء نے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریر فرمائی[1]۔آپ رات کو وعظ وتقریر سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے اور صبح کو بیعت وارشاد کے مصلیٰ پر بیٹھ کر معرفت خداوندی کے پیاسوں کو جامِ وصال بھر بھر کے پلاتے۔ یوں ہزار ہا افراد آپ کے دست اقدس پر تائب ہوئے' کافروں نے اسلام قبول کیا۔

تصنیف وتالیف

سید العلماء نے فتاویٰ بھی لکھے ہیں مکتوبات' مقالات اور مضامین بھی اس کے علاوہ ''نئی روشنی'' کے عنوان سے ایک ناول بھی تحریر فرمایا جس میں 1857ء کے بعد دہلی کے ایک امیر وکبیر مسلم خاندان کی کہانی ہے جو نیچریت کا پیرو اور مغربی تہذیب کا دیوانہ تھا۔ حضرت تاج العلماء کے جاری کردہ ماہنامہ ''اہل سنت کی آواز'' کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے سپرد تھیں[2]۔ نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی آپ نے کام کیا۔ نعتیں' منقبتیں' وغیرہ تحریر فرمائیں اگر آپ کے منظومات کو یکجا کرلیا جائے تو اچھا خاصہ دیوان بن سکتا ہے۔آپ کا یہ شعر تو بہت مشہور اور زبانِ زدِ عوام وخواص ہے۔

کسی کی جے وجے کیوں ہم پکاریں کیا غرض ہم کو ۔۔۔ ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یارسول اللہ[3]

وصال پر ملال

تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں 12 جمادی الاخریٰ 1394ھ/1974ء میں آپ نے رحلت فرمائی[4]۔

---

(1) عبدالنعیم عزیزی' ڈاکٹر' یقین کے دو ماہ مبین ص 19

(2) ارشاد احمد رضوی' مولانا' حضرت احسن العلماء حیات وخدمات' مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان اگست 2000ء ص 37

(3) عبدالنعیم عزیزی' ڈاکٹر' یقین کے دو ماہ مبین ص 20 (4) ایضاً ص 12

شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمۃ

آبائی وطن جونپور میں ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں ہوئی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ انگریزی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق پیدا ہوا اور صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ سے کسب فیض کے لیے جامعہ نعیمیہ مراد آباد حاضر ہوئے اور آپ سے درسِ نظامی کی متعدد کتب کا درس لیا۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبہ کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پہنچے۔ انتہائی ذوق وشوق اور کمال انہماک و یکسوئی سے اساتذۂ دارالعلوم سے درسِ نظامی کی متوسطات پڑھیں معقولات ومنقولات کی منتہی کتب اور درسِ حدیث حضرت صدر الشریعہ سے لیا۔ 1351ھ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی آئے۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ اور دیگر اکابرین اہل سنت کے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف' جامعہ نعیمیہ مراد آباد' دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد' اور مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیا۔

آخر الذکر دو مدارس میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے' بعدۂ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مسندِ صدارت کی زینت بنے 1394ھ میں جب حافظ ملت علیہ الرحمۃ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تعمیری سرگرمیوں کی بناء پر تدریسی فرائض سے الگ ہوئے تو الجامعۃ الاشرفیہ میں شیخ الحدیث کے لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے اراکین و مدرسین کے اصرار کے باوجود بحیثیت شیخ الحدیث حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے آپ کا جامعہ اشرفیہ میں تقرر فرمایا۔ 1396ھ/1976ء تک آپ نے بحسن وخوبی شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے مگر جامعہ رضویہ کے اراکین اور احباب بنارس کے پیہم اصرار اور مسلسل سفارشات سے
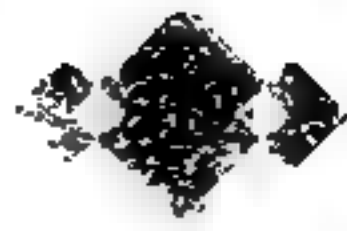
مجبور ہو کر دوبارہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس تشریف لے آئے۔ جہاں اخیر عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

درس نظامی کے جملہ فنون پر آپ کو عبور تھا خصوصاً فلسفہ جدیدہ وقدیمہ میں تو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ انگریزی کی بھی اچھی صلاحیت تھی' متعدد بار ملحد و بے دین اور دہریوں سے مناظرہ کیا۔ جس میں آپ نے فلسفہ جدید وقدیم کی روشنی میں ان کے ملحدانہ اعتراضات پر ایسے شافی ووافی جوابات دیئے کہ اکثر وبیشتر نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرلی۔

آپ کی تصانیف میں قانونِ شریعت جو دو جلدوں میں بہارِ شریعت کا خلاصہ ہے۔ بہت مشہور اور خاص وعام میں مقبول ومعروف ہے۔ فنِ منطق میں ''قواعد النظر فی مجانی الفکر'' اور علم نحو میں ''قواعد الاعراب'' بھی آپ کے وفورِ علم پر دلالت کرتی ہیں۔ دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا۔ شبِ جمعہ یکم محرم الحرام 1402ھ مطابق 30 اکتوبر 1981ء کو بنارس میں علم وحکمت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور اپنے آبائی وطن جونپور میں مدفون ہوئے[1]۔

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت

استاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ سے بڑی عقیدت تھی' فرماتے تھے۔ ''میرے مخدوم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو جملہ علوم وفنون متداولہ میں کافی درک تھا۔ بالخصوص معقولات پڑھاتے وقت' معقولات کو پانی پانی کر دیتے تھے۔

یہ الگ بات ہے کہ قدرت کی فیاضیوں نے انہیں علمِ فقہ کا امین اور وارث بنا دیا۔ لوگ دار الافتاء میں فتوے کی مشق کرتے کرتے زندگی تمام کر دیتے ہیں' تاہم اس منصب کو نہیں پہنچ پاتے ہیں جو صدر الشریعہ کو قدرت کا عطیہ تھا[2]۔''

---

(1) محمود اختر القادری' مفتی' حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 422-421 بتصرف

(2) ایضاً ص 355

خلیلِ ملت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ جولائی 1920ء میں ریاست دادوں سے ملحق موضع
کھریری میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی زندگی

عمر شریف ابھی چھ روز ہی ہوئی تھی کہ والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ جس
کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنی ننھیال مارہرہ شریف تشریف لے آئے۔ یہاں آ کر والدہ
ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں۔ چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ کا مشہور
قصبہ ہے جہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کرام کا فیض صدیوں سے جاری ہے مفتی صاحب
موصوف مارہرہ شریف کے محلہ کبوہ میں "افغان روڈ" پر رہائش پذیر تھے۔

تعلیم

اوائل 1934ء میں آپ نے مڈل کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا ریاست مینڈو کے
مدرسہ یوسفیہ عربیہ میں چھ ماہ تک گلستان بوستان پڑھی۔ جس کے بعد تقدیر کشاں کشاں آپ کو پھر
ریاست دادوں لے آئی۔ 9 مارچ 1935ء / ذی الحجہ 1353ھ میں آپ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ
میں عربی کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ پہلے ہی امتحان میں آپ اپنی جماعت میں اول
رہے۔ دو سال بعد ہی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بطور مدرس تشریف لے آئے۔ یہ دور مدرسہ کا
شاندار دور تھا۔ 1359ھ میں درجہ مولوی اور 1361ھ میں عالم کی سند اسی مدرسہ سے حاصل کی۔
آپ مدرسہ کے ممتاز طلبہ کی صف میں شامل تھے۔ شعبان 1363ھ میں آپ نے دورۂ حدیث
سے فراغت حاصل کی اور اسی سال رسمِ دستار بندی عمل میں آئی۔ حضرت مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ
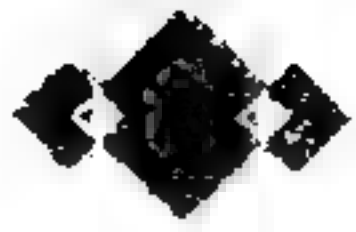
نے سندِ حدیث عنایت فرمائی۔

بیعت وخلافت

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کا خیال تھا کہ حضرت حجتہ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمتہ سے شرف بیعت حاصل کریں۔ لیکن وقتاً فوقتاً تین مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد برکات مارہرہ شریف میں حضرت تاج العلماء وارث الاکابر مولانا الشاہ محمد میاں صاحب قدس سرہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی زمانہ میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر اپنا نام غلامانِ برکات میں شامل کرا لیا۔ حضرتِ اقدس کے خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب نے حضرت اقدس کے ایماء پر ان کے وصال کے بعد سندِ خلافت عطا فرمائی۔ بعدہٗ صاحبزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمتہ نے قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ اذکار اوراد و اشغال و اوفاق و اعمال کی اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ رضویہ کی خصوصاً اور دیگر سلاسل کی عموماً سندِ خلافت عطا فرمائی۔

تدریس

دو سال مدرسہ قاسم البرکات میں صدر مدرس رہے' تقریباً چار سال تک (1367ھ تا 1370ھ) مدرسہ اسلامیہ مارہرہ شریف میں صدر مدرس اور جامع مسجد شیش گراں کے امام و خطیب رہے۔ درمیان میں کچھ عرصہ مدرسہ قمر الاسلام میں بھی بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔

پاکستان آمد

23 شعبان 1371ھ میں پاکستان تشریف لائے کچھ عرصہ میر پور خاص اور پھر کراچی میں ایک سال رہے جولائی 1952ء میں سید جعفر حسین شاہ صاحب مرحوم کی نگرانی و سرپرستی میں'
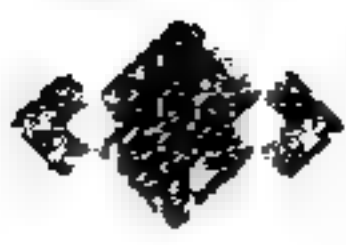
حیدرآباد میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم سندھ میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ مفتی صاحب کے دست مبارک سے ہزاروں طلبہ سندحدیث حاصل کر چکے ہیں۔

تصنیف وتالیف

آپ نے تقریباً ساٹھ کتب تصنیف وترجمہ فرمائیں۔ قرآن کریم کے سترہ پاروں کی تفسیر ''خلاصۃ التفاسیر'' کے نام سے لکھی۔ آپ کی ایک تصنیف ''ہمارا اسلام'' نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی جو ملک و بیرون ملک بہت سے اسکولوں کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کتاب کے ہزاروں ایڈیشن ملکی و غیر ملکی ناشرین انجمنوں اور اداروں نے شائع کیے اور کئی بار مفت تقسیم ہوئے۔ اس کتاب کا ترجمہ سندھی، ڈچ اور انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ آپ کی چند مشہور کتب میں ''سنی بہشتی زیور''، عقائد الاسلام، ترجمہ سبع سنابل، نور علیٰ نور (ترجمہ سراج العوارف) الصلوٰۃ، چادر اور چار دیواری، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، حکایاتِ رضویہ، ہماری نماز، ''روشنی کی طرف'' شامل ہیں۔ آپ کی آخری تصنیف ''موت کا سفر'' بھی نہایت عمدہ کتاب ہے جو موت کی تیاری سے متعلق آداب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

مفتی صاحب اپنی رائے میں بڑے صائب تھے۔ ایک بار جو قول فرما دیا کبھی اس سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اہل حیدرآباد پر آپ کا یہ احسان ہمیشہ رہے گا کہ آپ نے ان کی اصلاح کے لیے ہمیشہ حق کا اظہار برملا فرمایا۔ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے آپ کو والہانہ انسیت و محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں جگہ جگہ رضویت کی تازگی، بہار دکھاتی نظر آتی ہے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے۔ ان کی ترتیب وتبویب کا کام شاہزادۂ خلیل ملت مفتی احمد میاں برکاتی فرما رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اپنے فتاویٰ کا نام الفتاویٰ الخلیلیہ المعروف ''احسن الفتاویٰ'' تجویز فرمایا تھا۔ آپ عظیم نعت گو شاعر بھی تھے۔ ''جمالِ خلیل'' کے عنوان سے آپ کا نعتیہ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی مفتی صاحب پر عنایت وشفقت

خلیل ملت مفتی خلیل خان برکاتی صاحب اپنے استاذِ محترم کا بہت ادب واحترام کرتے

تھے۔ اور استاذِ محترم بھی اپنے اس لائق فائق شاگرد پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ بہارِ شریعت میں آپ کا ذکر کیا۔ مفتی صاحب اور دیگر تلامذہ کی پرزور درخواست پر حاشیہ طحاوی شریف کا کام شروع فرمایا۔ جس زمانہ میں خاکسار تحریک زوروں پر تھی تو حضرت صدر الشریعہ نے اس تحریک کے ایک مبلغ سے مناظرہ کے لیے آپ کو نامزد کیا۔ آپ نے اپنے تحریر کردہ چوبیس نکات بعنوان ''خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار'' سے اسے لاجواب کر دیا۔

حضرت صدر الشریعہ' مفتی صاحب پر زندگی میں کرم فرماتے رہے اور بعدِ وصال بھی کرم و عنایت کا یہ تعلق نہ توڑا چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں: ''فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں الجھن پیش آئی' خواب میں تشریف لا کر فرمایا ''بہارِ شریعت کا فلاں حصہ دیکھ لو'' صبح اٹھ کر بہارِ شریعت اٹھائی اور مسئلہ حل کر لیا۔ وصال شریف کے بعد ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کتب احادیث کا درس دے رہے ہیں۔ مسلم شریف سامنے ہے۔ سفید اور شفاف لباس میں تشریف فرما ہیں۔ مجھ سے فرمایا آؤ تم بھی پڑھ لو۔''

وصال پر ملال

مفتی صاحب 28 رمضان المبارک 1405ھ/ 18 جون 1985ء کو افطار کے وقت دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب روانہ ہوئے۔ نمازِ جنازہ میں کم و بیش بیس ہزار افراد نے شرکت کی۔ حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت سخی عبد الوہاب شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ کی درگاہ شریف جیلانیہ کے احاطہ میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خواص و عوام ہے۔ مفتی صاحب موصوف ''مفتی اعظم سندھ' بلوچستان'' کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ علماء و احباب نے آپ کو ''خلیلِ ملت'' کا خطاب دیا۔ خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ رضویہ سے آپ کو ''خلیل العلماء'' کا لقب عطا ہوا[1]۔

---

(1) احمد میاں برکاتی' مفتی' حالاتِ مصنف' مشمولہ سنی بہشتی زیور و موت کا سفر بتصرف
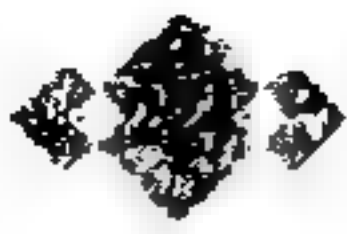
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

فاضلِ اجل، محدثِ بے مثل، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد عبدالمصطفیٰ الازہری بن صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی محرم الحرام 1334ھ بمطابق 1918ء میں دنیائے سنیت کے مشہور علمی مرکز بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ (جبکہ آپ کا وطنِ اصلی گھوسی، ضلع اعظم گڑھ ہے) عظیم المرتبت والد نے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کر کے نام کے متعلق عرض کی تو امام اہل سنت نے اپنی گود میں لے کر اپنا نام محمد عبدالمصطفیٰ عطا فرما کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید بھی کر لیا۔ تقریباً چار سال کی عمر میں قاعدہ پڑھنا شروع کیا جبکہ حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب اور مولانا حکیم سید عبدالحی سے درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں اور فارسی کی تعلیم عارف بدایونی مرحوم سے حاصل کی۔ یہاں سے مزید تحصیلِ علم کی غرض سے جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے وہاں تین سال مسلسل قیام فرما کر الشہادۃ العالیہ کی سند لے کر 1937ء کے شروع میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد اپنے والد ماجد سے تقریباً سبقاً سبقاً دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ 1937-38ء میں دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد سے مزید اکتسابِ فیض کیا[1]۔

تدریس

1939ء تا 1942ء دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر دنیائے سنیت کے عظیم علمی مرکز جامعہ اشرفیہ مبارک پور بطور نائب شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔ یہاں آپ سے ملک التحریر علامہ ارشد القادری، بحر العلوم مولانا عبدالمنان اعظمی اور قاری محمد یحییٰ جیسی نابغہ عصر شخصیات نے مسلم شریف کے علاوہ دیگر کتبِ دینیہ کا درس لیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد

---

(1) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 425
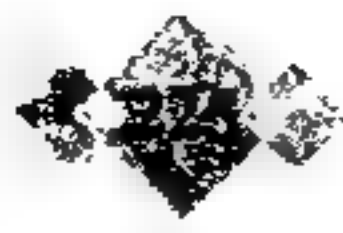
1948ء میں جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔
انہی دنوں مفتی محمد ظفر علی نعمانی نے اپنے مرشد برحق علامہ ازہری کے والد محترم حضرت صدر الشریعہ کے نام سے ایک مدرسہ دارالعلوم امجدیہ قائم فرمایا۔1956ء میں مفتی نعمانی شاہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ازہری صاحب کو بحیثیت شیخ الحدیث لے آئے۔ علامہ ازہری دارالعلوم امجدیہ تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

وقت کی پابندی

علامہ ازہری علیہ الرحمۃ کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہمیشہ دارالعلوم وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ حالانکہ آپ کی رہائش گاہ سب مدرسین کے مقابلے میں زیادہ دور تھی۔ آپ سعود آباد ملیر میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ نمازِ فجر سے پہلے ناشتہ فرماتے اور نمازِ فجر پڑھ کر فوراً دارالعلوم کے لیے چل دیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دارالعلوم امجدیہ میں نمازی نمازِ فجر سے فارغ ہوتے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد علامہ ازہری موجود ہوتے۔

طلبہ پر شفقت وعنایت

آپ کا پہلا پیریڈ بخاری شریف کا ہوتا تھا جو کہ ڈیڑھ سے پونے دو گھنٹے تک چلتا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے وقفہ ہوتا' حضرت اس وقفہ میں چائے نوش فرماتے۔ دورۂ حدیث کے طلبہ نے حضرت سے اصرار کیا کہ چائے ہمیں بھی ملنی چاہیے تو حضرت نے طلبہ کے لیے بھی چائے بنانے کا حکم دیا چنانچہ طلبہ کو بھی چائے ملنے لگی۔ طلبہ اپنی عادت کے مطابق دوسرے پیریڈ میں تاخیر کرتے تو حضرت ایک ایک کو بلاتے اور پھر تدریس شروع فرماتے۔ اسی طرح دورانِ تدریس ملاقات سے سخت اجتناب فرماتے تھے تاکہ پڑھائی کا تسلسل نہ ٹوٹے۔

علامہ ازہری کا ڈیسک

احادیث مبارکہ میں مختلف اشیاء کے نام آتے ہیں حضرت شیخ الحدیث نے طلبہ کو دکھانے کے لیے کئی چیزیں اپنے ڈیسک میں رکھی ہوئی تھیں۔ مثلاً ''اذخر'' گھاس کی ایک ٹہنی اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے کئی چیزیں رکھی ہوئی تھیں لیکن وہ ضائع ہو گئیں۔

مسند شیخ الحدیث

آپ تقریباً پچاس سال سے اوپر "شیخ الحدیث" کے منصب عظیم پر فائز رہے اور اسی منصب پر رہتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آخری عمر میں بینائی کافی کمزور ہو چکی تھی۔ چشمہ کے باوجود بہت کم نظر آتا تھا۔ لیکن بخاری و مسلم اور دیگر صحاح ستہ آپ کو ازبر تھیں۔ آپ کو حافظ الحدیث کا خطاب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ دورۂ حدیث کے طلبہ حدیث پڑھتے جاتے اور آپ سماعت فرماتے جاتے طالب علم عبارت پڑھتے ہوئے کسی قسم کی غلطی کرتا تو فوراً اصلاح فرماتے۔

سیاسی زندگی

جمعیت علمائے پاکستان صوبہ سندھ کے آپ صدر تھے۔ دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پہلی مرتبہ J.U.P کے ٹکٹ پر آپ نے پیپلز پارٹی کے سوشلسٹ امیدوار کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ دوسری مرتبہ غیر جماعتی الیکشن 1985ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ 1973ء کے آئین میں "مسلمان" کی جو تعریف شامل ہے وہ آپ کی تحریر کردہ ہے۔

آپ کی الیکشن مہم ایک منفرد صورت کی حامل تھی۔ یعنی کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر چند جگہ جاتے باقی زیادہ وقت دارالعلوم میں پڑھانے میں گذارتے۔ لوگ آ کر کہتے کہ حضرت یہ وقت الیکشن مہم کا ہے تو آپ فرماتے اگر کامیاب ہونا ہوا تو ہو جاؤں گا باقی یہ سب کچھ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

انتقال پر ملال

آپ حدیث کی تعلیم دے رہے تھے کہ دورانِ درس آپ پر فالج کا اٹیک ہوا۔ نو ماہ بستر علالت پر رہنے کے بعد 16 ربیع الاول 1410ھ مطابق 18 اکتوبر 1989ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ دارالعلوم امجدیہ میں واقع مسجد امجدی کی مشرقی جانب آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے[1]۔

---

(1) ماخوذ از حالاتِ زندگی، وقار الفتاویٰ ص 24 تا 26
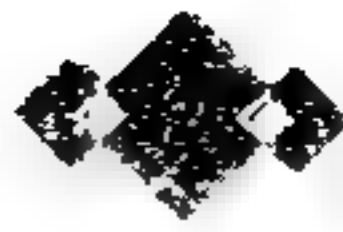
امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری علیہ الرحمۃ

برہان الاصفیاء، مفتی اعظم کانپور مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین علیہ الرحمۃ کا آبائی وطن جلال گڑھ جڑھوا، نسبی تعلق مشہور بزرگ حضرت سید شاہ جلال الدین جڑھوی سے ہے جن کا مزار مبارک جڑھوا گڑھ پر زیارت گاہِ خلائق اور دفع بلیات و آسیب میں مشہور ہے۔ آپ کی ولادت بماہ کاتک 1317ھ میں بھوانی پور ضلع مظفر پور میں ہوئی۔ درجہ چہارم تک سکول کی تعلیم پائی بعدہٗ قریب کی بستی عارض پور کے مولوی طاہر حسین سے فارسی گلستاں بوستاں تک پڑھی۔ مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہنے کے بعد مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخل ہوئے۔ 1345ھ میں مدرسہ حنفیہ جونپور روانہ ہوئے یہاں مشکوٰۃ شریف اور سراجی پڑھی۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کے درس کا شہرہ سنا تو مولانا سید شاہ طاہر اشرف کچھوچھوی کے مشورہ سے حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں پہنچے۔ 47 تا 1351ھ دارالعلوم کے اساتذہ حضرت صدر الشریعہ، حجتہ العصر مولانا حکیم امجد علی اعظمی، مولانا حکیم سید عبدالحی افغانی، مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی قدس اللہ اسرارھم سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ خارج اوقات میں حضرت صدر الشریعہ سے متقدمین کی کتابوں کا درس لیا۔ اجمیر شریف کے بزرگ شاعر خواجہ سید اکبر حسین اکبر سے مشورہ سخن کیا۔ 1352ھ میں حضرت صدر الشریعہ کی معیت میں بریلی آئے۔ شرح چغمینی، محقق دوانی وغیرہ کتب یہاں پڑھیں اور دستارِ فضیلت و سند فراغت حضرت حجتہ الاسلام کے دست مبارک سے حاصل کی۔

تدریس

مدرسہ منظر الاسلام میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ایک سال بعد مدرسہ محمدیہ جائس رائے بریلی کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ لکھنؤ سے قربت اور نوابین کی قرابت کی وجہ سے جائس میں شیعیت کا زور تبرا اور سب و شتم کا بازار گرم تھا حضرت موصوف نے روافض کا ردِ بلیغ فرمایا جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر کے محلہ قضیانہ میں مطب کے ساتھ ساتھ درس دیتے رہے۔ چند سال جامع مسجد سلطان پور کے خطیب رہے۔ عقیدت مندانِ جائسی کی درخواست پر کچھ عرصہ جائس میں قیام فرما کر وطن مراجعت فرمائی۔ یہاں کچھ عرصہ بیمار رہے۔ اللہ نے صحت دی۔ وطن میں طبابت کا مشغلہ رہا۔ تین سال بعد پھر جائس تشریف فرما
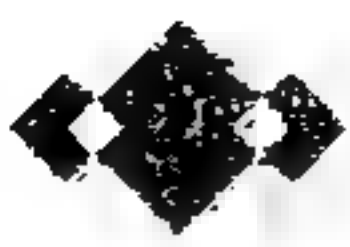
ہوئے۔ تقریباً سترہ برس بعد بروز ہفتہ 16 شوال المکرم 69ھ مدرسہ احسن المدارس صدر مدرس ہو کر تشریف لائے۔

1372ھ میں مجلس علمائے اہل سنت کانپور نے مفتی اعظم کانپور کا منصب رفیع سپرد کیا۔ بروز شنبہ 6 شوال 1374ھ کانپور سے بارادۂ حج وزیارت روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں الگ قیام جماعت کے سبب قاضی القضاۃ نجدی سے گفتگو ہوئی۔ آپ کامیاب وہ خائب وخاسر ہوا۔ بعدہٗ دربارِ نبوی میں حاضری دی 1378ھ میں بغداد مقدس اور کربلا معلّٰی وغیرہ کی حاضریاں دیتے ہوئے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ 1379ھ میں دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کے تین ماہ کے لیے شیخ الحدیث وصدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے تقریباً ڈیڑھ سال قیام فرمایا' پھر کانپور واپس آئے مدرسہ مسکینیہ دھوراجی ضلع راج کوٹ تشریف لے گئے۔ 82-1381ھ قیام رہا اس کے بعد مستقلاً مدرسہ احسن المدارس قدیم تشریف لے آئے۔

بیعت وخلافت

1370ھ میں حضرت قدوۃ الواصلین مولانا الحاج سید شاہ علی حسین محبوب ربانی سرکار کچھوچھہ کے مرید ہوئے۔ تمام سلاسل کی اجازت مرحمت ہوئی۔ اور شجرۂ مبارکہ کی پشت پر دست مبارک سے سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ تحریر فرما کر اجازت دی۔ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قدس سرہما سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر حضرت قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تصنیف وتالیف

تفسیر سورۂ بقرہ (مطبوعہ در رسالہ طیبہ احمد آباد) قادیانی کذاب' طریقہ حنفیہ' الیاسی جماعت' عورت کی نماز مطبوعہ ہیں۔ مجموعہ فتاویٰ دو ضخیم مجلدات قلمی ہیں علاوہ ازیں چند کتابیں نامکمل ہیں[1]۔

وصال

3 ربیع الثانی' 1403ھ مطابق 19 جنوری 1983ء بروز بدھ 2 بج کر 55 منٹ پر یہ آفتابِ علم وحکمت ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا[2]۔

---

(1) محمود احمد قادری' تذکرہ علمائے اہل سنت' ص 89 تا 92 باختصار

(2) محمود اختر القادری' مفتی' حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 424

خیر الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمۃ

آبائی وطن کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قدس سرہٗ استاذ العلماء حضرت علامہ ہدایت اللہ خان قدس سرہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے بھائی شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے جد اعلیٰ سے جاملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی۔ عربی فارسی کی تعلیم کے لیے مدرسہ حنفیہ امروہہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ رام پور میں کچھ دنوں تک اخذ علوم کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کے بہت چہیتے شاگرد تھے۔ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معقولات و منقولات کی منتہی کتب پڑھیں۔ پھر 1351ھ میں جب صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہو کر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو ہمراہ آنے والے طلبہ میں آپ بھی تھے بریلی شریف میں 1352ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد مدرسہ اشرفیہ مبارک پور (جو اس وقت پرانی بستی کی ایک خام عمارت میں تھا) میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث آپ کا تقرر ہوا ڈیڑھ سال یہاں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی تشریف لے گئے۔ مگر جلد ہی ملازمت سے دلبرداشتہ ہو کر آپ نے لکھنؤ وہاجیہ طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ جہاں سے طب کی تکمیل کرنے کے بعد مکان ہی پر مطب شروع کیا۔ لیکن شروع ہی سے علمی ذوق تھا اس لیے کچھ اپنے ذوق کی بنا پر اور کچھ حضرت صدر الشریعہ کی تنبیہ پر دوبارہ تدریس کے لیے آمادہ ہوئے اور مدرسہ قمر المدارس گدڑی بازار میرٹھ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد بھرت پور میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے تقسیم ملک تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند سے کچھ پہلے بھرت پور کے فرقہ پرستوں نے جب مسلمانوں سے شہر خالی کرایا تو 1942ء میں وطن آکر دوبارہ مطب شروع کیا۔ یہ سلسلہ 1950ء

تک جاری رہا۔ اسی دوران آپ نے محسوس کیا کہ گھوسی میں اہل سنت کا ایک بھی مکتب نہیں جہاں نونہالانِ قوم دینی تعلیم سے روشناس ہوسکیں۔ آپ نے اس جانب توجہ فرمائی اور محلّہ کے سربر آوردہ لوگوں کو ابھارا۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ وجلوس کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا۔ رافضیوں اور غیر مسلموں کی انتہائی مخالفت کے باوجود جلسہ وجلوس بہت ہی شان وشوکت سے ہوئے جس سے سنی مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا۔ آپ نے حاجی شکر اللہ مرحوم سے زمین حاصل کر کے دار العلوم اہل سنت شمس العلوم قائم کیا جو آج بھی اعلیٰ پیمانہ پر دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قدس سرہ کے پاکستان ہجرت کرنے کی وجہ سے دار العلوم مظہر اسلام رو بہ زوال ہونے لگا۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے دار العلوم مذکور کے منصب شیخ الحدیث کے لیے آپ کو دعوت دی۔ مفتی محمد شریف الحق امجدی اور حافظ ملت قدس سرہما سے مشورے کے بعد 1951ء میں بحیثیت شیخ الحدیث دار العلوم مظہرِ اسلام تشریف لے گئے اور چند ہی سال میں ادارہ نے خوب ترقی کرلی دور دراز سے طلبہ آکر حلقہ درس میں شامل ہونے لگے۔

تصنیف وتالیف

فتاویٰ لکھنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی چنانچہ مدارس دینیہ پر چرم قربانی کی قیمت صرف کرنے کے جواز پر ''مصرف چرم قربانی'' کے نام سے محققانہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ''تشکیل المذھبین فی حکم رفع یدین'' اور متبرک راتوں میں چراغاں کے جواز میں ایک تحقیقی رسالہ آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ اجازت وخلافت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھی۔

وصال

4 ذی الحجہ 1374ھ/14 اگست 1954ء کو شب میں راہی ملک عدم ہوئے[1]۔

---

(1) محمود اختر القادری، مفتی، حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 430 تا 432 بتصرف
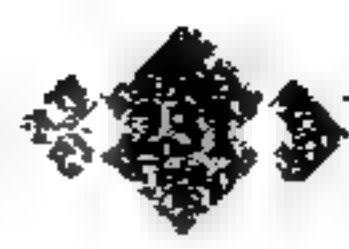
شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ

شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں 1902ء میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام مولانا محمد صدیق ہے۔ جو استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ رام پوری کے تلمیذ رشید تھے (1)۔

آپ نے چند دن والد ماجد سے پڑھا پھر دار العلوم منظر اسلام بریلی' جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف' اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں تعلیم حاصل کی۔ آخر میں دار العلوم منظر اسلام سے دورۂ حدیث کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ اپنے اساتذہ کرام کے بارے میں خود ہی فرماتے ہیں:
''میرے اساتذہ کرام کی طویل فہرست ہے لیکن میں نے مختلف علوم وفنون میں جن کو زیادہ کامل پایا اور جن کے فیضِ علم سے میں نے اثر قبول کیا ان میں سرِ فہرست حضرت صدر الشریعہ کی بلند پایہ شخصیت ہے جو درسِ نظامی کے مروجہ جملہ علوم وفنون پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی تفسیر پر زیادہ عبور رکھتے تھے' مولانا صبغۃ اللہ صاحب ادب کے بے مثال استاد تھے ان بزرگوں کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ' مولانا رحم الٰہی' مولانا عبد الحی افغانی مرحوم اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی فقہ وحدیث وتفسیر اور اصول نیز معقولات میں خاص مہارت اور دستگاہ رکھتے تھے۔ انہی کے فیضانِ علم نے مجھے علم وفضل کی دولت گراں مایہ سے نواز کر کسی لائق بنا دیا (2)۔

تدریس

فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ امروہہ' دار العلوم اشرفیہ مبارکپور' مدرسہ مظہر اسلام بریلی' مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور' مدرسہ خانقاہ مارہرہ شریف میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ 1379ھ میں دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف تشریف لائے اور اخیر عمر تک یہیں علم وفضل کے گوہر لٹاتے رہے۔

تدریس سے بہت لگاؤ تھا۔ یہاں تک کہ وفات سے دو ماہ قبل علالت ونقاہت کے باوجود طلبہ کو بلا کر اسباق پڑھانا شروع کر دیتے۔ طبیعت کی خرابی کے پیشِ نظر جب نہ پڑھانے کی درخواست کی جاتی تو فرماتے ''بیکار بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبرانے لگ جاتی ہے اور اس طرح طبیعت کو کچھ بہلانے کا موقع مل جاتا ہے۔''

---

(1) محمود احمد قادری' تذکرہ علمائے اہل سنت' ص 206

(2) نظام الدین رضوی' شیخ العلماء کی تدریسی خدمات' ماہنامہ کنز الایمان' ص 44
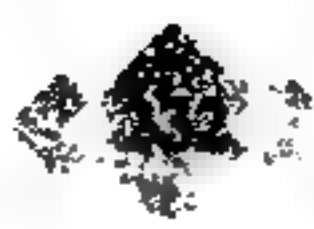
ادبِ عربی میں مہارت

آپ کے ادبی مقام کا تعین یوں کیا جاسکتا ہے کہ آپ عربی اردو دونوں میں یکساں اشعار کہا کرتے تھے آپ نے ویلور (مدراس) میں تدریسی خدمات انجام دینے کے دوران حضرت عبد اللطیف ویلوری کی شان میں عربی زبان میں قصیدہ نظم فرمایا۔صاحب سجادہ نے اس کے محاسن سے انتہائی متاثر و مسرور ہو کر بطور انعام ایک گھڑی پیش کی ایک مرتبہ شیخ المشائخ شاہ یار علی علیہ الرحمۃ نے آپ سے نماز کے بعد والدۂ خلیفہ صاحب' مولانا بدر الدین اور مولانا نعیم الدین کی صحت یابی کے سلسلہ میں دعا کے لیے کہا۔آپ نے برجستہ مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

شفاء ک رب ذوالفضل العظیم لبدر الدین والشیخ النعیم
وعاف امنا ام الخلیفه عن الامراض باللطف العمیم[1]

تصنیف وتالیف

معقولات میں ملاحسن' شرح ہدایۃ الحکمۃ للخیر آبادی' ہدیہ سعیدیہ' جیسی اہم کتابوں پر حواشی لکھے۔''حمد اللہ'' جیسی منطق کی معرکتہ الآرا کتاب کی پیچیدہ بحث ''وجود رابطی'' کی شرح اسی سے زائد صفحات میں تصنیف فرمائی۔شرح تہذیب کی بحث ''العلم ان کا اذعانا للنسبۃ فتصدیق والافتصور'' سے متعلق حمد اللہ' ملا جلال' میر زاہد وغیرہ کے حوالہ جات سے مزین سولہ صفحات پر مشتمل تحقیقی شرح لکھ ڈالی۔منطق کے ایک بڑے ہی پیچیدہ مسئلے ''فصل الجوھر جوھر'' کی وضاحت میں بہت ہی مفید اور تحقیقی مضمون پر مشتمل ایک رسالہ تیار فرمایا۔شرح تہذیب کے خطبہ کی مکمل' جامع' مبسوط شرح آپ بہت عرصہ پہلے لکھ چکے تھے[2]۔شفا شریف کا اردو ترجمہ' حیات شیخ المشائخ اور سوانح صدر الشریعہ بھی تحریر فرمائیں۔

بیعت وخلافت

حضرت سید شاہ محمد اسمٰعیل مارہروی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔آپ کو تاج العلماء حضرت مولانا اولادِ رسول محمد میاں قادری' حضرت صدر الشریعہ اور حضرت عزیز الاولیاء رام پوری علیہم الرحمۃ سے متعدد سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

وصال: 6 ربیع الاوّل 1397ھ / 25 فروری 1977ء بروز جمعہ اپنے وطن مالوف گھوسی میں یہ آفتاب علم وحکمت ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا[3]۔

---

(1) محمد نظام الدین رضوی' شیخ العلماء کی تدریسی خدمات' ماہنامہ کنز الایمان' ص 45

(2) ایضاً ص 45 (3) امیر اعظم شمسی' مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات' ص 435
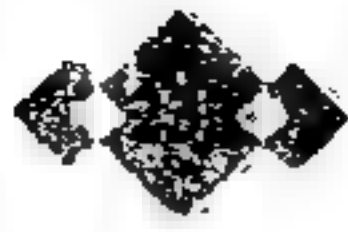
صاحبِ تصانیفِ کثیرہ

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمتہ

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ضلع مئو کے مردم خیز قصبہ گھوسی میں 1333ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالرحیم اور والدہ ماجدہ کا نام حلیمہ بی بی ہے۔

تعلیم وتربیت

مولانا نے تعلیم مدرسہ محمدیہ امروہہ' مدرسہ منظر اسلام بریلی میں علی الترتیب مولانا غلام جیلانی اعظمی' مولانا حکمت اللہ امروھوی حضرت مولانا سید خلیل کاظمی محدث امروھوی' حضرت مولانا شاہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان سے حاصل کی۔ دس شوال المکرم 1355ھ کو دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں علی گڑھ پہنچے' حضرت صدر الشریعہ سے دورۂ حدیث پڑھا' 1356ھ میں سند فضیلت مرحمت ہوئی[1]۔

بیعت وخلافت

17 صفر المظفر 1353ھ میں حضرت الحاج حافظ شاہ ابرار حسن خان صاحب نقشبندی شاہجہاں پوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور 25 صفر المظفر 1358ھ میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا الحاج حامد رضا خان صاحب نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت عطا فرمائی اس کے بعد حضرت مولانا قاضی محبوب احمد صاحب عباسی صاحب خلیفہ حافظ شاہ ابرار حسن صاحب شاہ جہاں پوری نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی درس گاہیں

(1) مدرسہ اسحاقیہ جودھ پور میں ایک سال

(2) مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ ضلع مرادآباد میں تین سال

(3) دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں دس سال

(4) دارالعلوم شاہ عالم احمدآباد گجرات میں بعہدۂ شیخ الحدیث تین سال

(5) دارالعلوم صمدیہ علاقہ بمبئی میں بعہدۂ شیخ الحدیث تین سال

---

(1) محمود احمد قادری' تذکرہ علمائے اہل سنت' ص 156

(6) مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ میں بعہدۂ شیخ الحدیث تین سال

(7) مدرسہ منظرِ حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں بعہدۂ شیخ الحدیث گیارہ سال

(8) دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف میں بعہدۂ شیخ الحدیث سات سال۔

بحمدہ تعالیٰ ان درس گاہوں میں تقریباً تین سو سے زائد طلبہ آپ کے درس سے فارغ التحصیل و دستار بند ہو کر ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش وانگلینڈ وافریقہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سفرِ حج اور آپ کے مشائخ حرمین شریفین

19 شوال 1378ھ کو حرمین شریفین کو روانہ ہوئے مکہ مکرمہ میں حضرت مفتی محمد سعد اللہ المکی نے صحاح ستہ و دلائل الخیرات شریف و حزب البحر کی اجازت دے کر سندیں عطا فرمائیں اور مفتی المالکیہ مولانا سید علوی عباس مکی نے صحاح ستہ کی سند عطا فرمائی اور حضرت شیخ الحرم مولانا محمد ابن لعربی الجزائری علیہ الرحمتہ نے بخاری شریف اور موطا شریف کی سند خاص سے سرفراز فرمایا اور مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل حضرت علامہ یوسف بن محمد بن علی باشبلی حریری مدنی نے اپنی سند خاص کے ساتھ دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائی۔

وعظ وتقریر

آپ ایک بلند پایہ مقرر تھے۔ وعظ وتقریر کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ زبان میں شیرینی، روانی اور تاثیر تھی۔ ملک کے طول وعرض میں آپ کے بیانات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔

تصانیف

آپ کی خاص خاص تصانیف جو بحمدہ تعالیٰ طبع ہو کر ملک و بیرون ملک میں مقبولیت پا چکی ہیں حسب ذیل ہیں:

(1) سیرۃ المصطفیٰ (2) جنتی زیور (3) کرامات صحابہ (4) ایمانی تقریریں (5) نورانی تقریریں (6) حقانی تقریریں (7) قرآنی تقریریں (8) عرفانی تقریریں (9) نوادر الحدیث (10) اولیاء رجال الحدیث (11) روحانی حکایات حصہ اوّل (12) روحانی حکایات حصہ دوم (13) معمولات الابرار (14) قیامت کب آئے گی (15) مشائخ
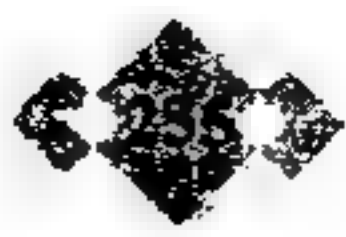
نقشبندیہ (16) موسمِ رحمت (17) بہشت کی کنجیاں (18) جہنم کے خطرات (19) عجائب القرآن (20) جواہر الحدیث (21) غرائب القرآن (22) آئینۂ عبرت (23) سامانِ آخرت (24) مسائل القرآن۔

شعروشاعری

زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کو شعروسخن کا ذوق تھا۔ نعت اور قومی نظموں کے علاوہ غزل کی صنف میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے اور باقاعدہ مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے اشعار کا مجموعہ مرتب کرلیا تھا مگر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں آپ کے کمرہ کے اندر آگ لگ گئی۔ جس میں قیمتی کتابوں کے ساتھ یہ نادرالوجود بیاض بھی نذرآتش ہوگئی۔ آپ کی کچھ نعتیں اور نظمیں جو رسالوں میں چھپ چکی تھیں اور بعض تلامذہ کے پاس چند نعتیں اور نظمیں اس طرح باقی رہ گئیں ہیں کہ

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
بکھری ہوئی چمن میں میری داستان ہے[1]

وصال

براؤں شریف کی ملازمت کے دوران دوبار آپ پر فالج کا حملہ ہوا لیکن بفضل خدا علاج سے فالج کا اثر جاتا رہا مگر پہلے جیسی توانائی باقی نہ رہی۔ وفات سے چھ ماہ قبل شدید بیمار ہوئے۔ بالآخر 5 رمضان المبارک 1406ھ/ 15 مئی 1985ء کو بروز جمعرات بوقتِ عصر علم وحکمت، فضل وکمال کا یہ مہرِ درخشاں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ دوسرے دن بعد نمازِ جمعہ ہزاروں سوگواروں نے اس پیکرِ علم ودانش اور صاحبِ قلم مصنف کو ان کی ذاتی زمین میں سپرد خاک کردیا[2]۔

---

(1) فیض الحق، مولوی، تعارف مصنف، بہشت کی کنجیاں ص9 تا 12 بتصرف

(2) امیر اعظم شمسی، مولانا، حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص440

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت : حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمۃ 1910ء یا 1912ء میں ماچھی پورہ ضلع بھاگلپور' بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی پھر بزرگانِ کچھوچھہ مقدسہ نے اپنے پاس بلالیا چنانچہ مدرسہ اشرفیہ میں محدثِ اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی سے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی' پھر فاضل یگانہ حضرت مولانا احمد اشرف کچھوچھوی تلمیذ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے انہیں اجمیر شریف بھیج دیا جہاں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی خدمت میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کرتے رہے اور جب صدر الشریعہ بریلی شریف آئے تو مولانا سلیمان بھی منظر اسلام بریلی شریف آگئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ ان کے رفقاء میں صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی' مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن' شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین جونپوری رحمہم اللہ تھے۔

تدریس : فراغت کے بعد حضرت مولانا سلیمان کو محدث اعظم ہند نے مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ تدریس کے لیے بھیجا۔ بعدہٗ دو سال جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی موجودگی میں درس دیا۔ درالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں پندرہ سال سے زیادہ عرصہ تک درجہ علیا کے مدرس رہے۔ اس کے علاوہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس' احسن المدارس کانپور' اور دارالعلوم شاہ عالم گجرات (انڈیا) میں پڑھاتے رہے۔ ان کا شمار اپنے دور کے جید مدرسین میں ہوتا تھا۔ معقولات میں خاص طود پر انہیں مہارت تھی۔ پاک وہند کے سینکڑوں علماء نے ان سے کسب فیض کیا چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

(1) مولانا مفتی ظفر علی نعمانی' کراچی (2) مولانا علامہ محمد حسن حقانی' کراچی (3) مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب میمن مسجد' کراچی (4) علامہ عبدالروف مبارک پوری (5) بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالسنان (6) حضرت علامہ ارشد القادری (7) علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی' بنارس

وصال : 2 ربیع الآخر 1398ھ کو علامہ سلیمان بھاگلپوری کا وصال ہوا[1]۔

---

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری' مولانا عظمتوں کے پاسباں' ص 116-115 باختصار

(2) حضرت علامہ سلیمان صاحب کا قصبہ ماچھی پورہ اور ضلع بھاگلپور تھا اس لیے ماچھی پوری' بھاگلپوری دونوں مقامات کی مناسبت سے لکھا جاتا ہے۔

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمتہ

حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب رجب المرجب 1325ھ اگست 1907ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا مولانا رضا علی خاں' امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے دادا تھے۔ مدرسہ عالیہ رام پور اور دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں تعلیم پائی۔ آپ کے اساتذہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی' مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی' صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا حسنین رضا بریلوی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کو شرح جامی کا خطبہ پڑھایا تھا۔

تدریس

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں مدرس ہوئے' اس دارالعلوم میں نائب مہتمم اور مہتمم بھی رہے۔ 1371ھ/1951ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں رہے پھر 1372ھ 1962 میں پیر جو گوٹھ (خیر پور' سندھ) چلے گئے جہاں 1952ء ہی میں جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا جس کے پہلے شیخ الحدیث آپ ہوئے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔ سندھ کے مشہور بزرگ پیر پگاڑا نے بھی آپ سے علمی استفادہ کیا وہ آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب ساٹھ سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے تلامذہ پاک و ہند کے طول و عرض اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمتہ سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا سے بیعت تھے اور چاروں سلاسل میں انہیں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حجتہ الاسلام علیہ الرحمتہ اور مفتی اعظم علیہ الرحمتہ نے بھی خلافت واجازت عطا فرمائی تھی۔ اسی محبت وعقیدت کی بنا پر آپ نے مکاشفتہ القلوب کے ترجمے کا انتساب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے نام کیا۔[1]

---

(1) محمد شہاب الدین رضوی' مولانا' مفتی اعظم اور ان کے خلفاء' ص 271

دینی وملّی خدمات

حضرت علامہ علیہ الرحمتہ نے ملک میں چلنے والی مختلف تحریکوں میں حصہ لیا۔ چنانچہ انہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس' مرادآباد' تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھرپور حصہ لیا۔ 17-16 اکتوبر 1978ء کو ملتان میں ہونے والی کل پاکستان سنی کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ حضرت علامہ دین کا درد رکھنے والے سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور بارہ مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے بغداد شریف' کربلائے معلیٰ' نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت کی۔

وصال

آپ بلند پایہ مفسر' محدث اور فقیہ تھے۔ شہرت و ناموری اور صلہ وستائش سے بے نیاز خدمت دین میں سرشار' سادہ گفتگو' سادہ لباس' شگفتہ مزاج' سراپا شفقت وکرم' علم دوست' محبت نواز' بےنفس و بےتکلف' سراپا اخلاص' مرنجاں مرنج' صاف دل وصاف گو............ کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے وہ صفاتِ حسنہ کا حسین گلدستہ تھے۔ 22 فروری 1988ء کو کراچی میں وصال فرمایا۔ نمازِ جنازہ جامع مسجد آرام باغ کراچی میں حضرت علامہ مفتی وقارالدین صاحب علیہ الرحمتہ نے پڑھائی۔ پھر دوسرے دن پیر جو گوٹھ (خیر پور' سندھ) میں نمازِ جنازہ ہوئی۔ نمازِ جنازہ حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری مدظلہ العالی نے پڑھائی اور جسدِ اطہر کو آخری آرام گاہ میں اتار دیا گیا۔[1]

(1) محمد مسعود احمد' پروفیسر' ڈاکٹر' خلفائے اعلیٰ حضرت' ص 131 تا 136' باختصار

فقیہ العصر مفتی اعجاز ولی خاں رضوی علیہ الرحمۃ

استاذ العلماء فقیہ العصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں' ابن مولانا سردار ولی خاں ابن مولانا ھادی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں (جد امجد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) (قدست اسرارھم) 11 ربیع الثانی' 20 مارچ 1332ھ/1914ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے قرآن مجید شروع کیا اور حافظ عبد الکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ درس نظامی کی کتب مندرجہ ذیل اساتذہ سے پڑھیں۔

مولانا تقدس علی خاں' مولانا مختار احمد سطان پوری' مولانا سردار علی خاں' مفتی اعظم ہند' مولانا شاہ مصطفیٰ رضا رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ مفتی اعظم ھند سے سندِ حدیث حاصل کی۔ بعد ازاں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے بھی سند حدیث عطا کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ مصنف بہارِ شریعت کی خدمت میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں میں حاضر ہوئے اور تحصیل علوم کے بعد حضرت صدر الشریعہ سے سند حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی سے بیعت ہوئے اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔[1]

آپ کی درس گاہیں

آپ نے مندرجہ ذیل مقامات پر تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

1. این۔ بی ہائی سکول بریلی
2. دار العلوم منظر اسلام ودار العلوم مظہر اسلام بریلی
3. مدرسہ منہاج العلوم پانی پت
4. جامعہ محمدی شریف جھنگ (چار سال)
5. دار العلوم اہل سنت وجماعت جہلم
6. جامعہ نعیمیہ لاہور (چھ سال)
7. جامعہ نعمانیہ لاہور (تیرہ سال) 1973ء میں جامعہ نعمانیہ کی انتظامیہ کی جانب سے جمعیت علمائے پاکستان سے وابستگی پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے استعفیٰ دے دیا اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے افسوس کہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ میں صرف دو دن تشریف لے جاسکے۔

---

(1) محمد شہاب الدین رضوی' مفتی اعظم اور ان کے خلفاء' ص 189

دینی وملی خدمات

مفتی اعجاز ولی خاں قدس سرہ 1937ء ہی سے تحریک مسلم لیگ کی حمایت واعانت فرماتے رہے۔ 1940ء میں جب لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو آپ نے اس کی حمایت میں دارالافتاء الرضویہ بریلی سے فتویٰ جاری کیا۔ 1945ء 1946ء میں مشرقی پنجاب کا دورہ کر کے پاکستان کے لیے فضا ہموار کی۔ 1953ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی بناء پر ایک سو دن تک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند رہے۔ آپ ابتداء ہی سے جمعیت علمائے پاکستان کے معاون رہے۔ علامہ ابوالحسنات قدس سرہ کے دور میں مجلس عاملہ کے رکن اور علامہ عبدالحامد بدایونی کے دورِ صدارت میں مغربی پاکستان کے صدر رہے۔ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دورِ صدارت میں خازن رہے۔ مئی 1971ء میں جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کے صدر مقرر کیے گئے۔ اسی وابستگی کی بنیاد پر شیخ الحدیث کی منصب سے مستعفی ہو گئے۔

1954ء میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار انور کے قریب جامعہ گنج بخش قائم کیا۔ غالباً 1956ء میں جامع مسجد محلہ اسلام پورہ میں خطیب مقرر ہوئے اور وہاں دارالعلوم حامدیہ رضویہ قائم کیا۔ آپ نے گنج بخش کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا جو ایک عرصہ دراز تک جاری رہنے کے بعد بند ہو گیا۔

مفتی اعجاز ولی خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حسن اخلاق' ایثار وقربانی حق گوئی' صاف دلی' بےنفسی' حلم وبردباری' قوتِ حافظہ' مسائل فقہیہ کے استحضار' صلابت رائے اور تاریخ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔

وصال : مختصر علالت کے بعد 24 شوال المکرم' 20 نومبر 1393ھ/ 1973ء بروز منگل آپ کا وصال ہوا۔ نمازِ جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات علیہ الرحمتہ نے پڑھائی۔ میانی صاحب بہاولپور روڈ لاہور میں مولانا غلام محمد ترنم قدس سرہ کے سرہانے آخری آرام گاہ بنی۔

تصانیف : تصانیف یہ ہیں: (1) قانونِ میراث (2) تسہیل الواضح (3) تنویر القرآن (4) ترجمہ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دھلوی (5) ترجمہ کشف الاسرار (6) مجموعہ فتاویٰ[2]

---

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری' مولانا' تذکرہ اکابر اہل سنت' ص 63 تا 65 باختصار

(2) ارشاد احمد عارف' ضمیمہ فقہ اسلامی' ص 262

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا مفتی ابو المظفر عبد المصطفیٰ غلام جان 1316ھ/ 1896ء میں مقام اوگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے قرآن مجید اور فارسی نظم ونثر اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مولانا احمد جی سے پڑھیں اس کے بعد مندرجہ ذیل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

(1) مولوی غلام رسول (انہی ضلع گجرات) (2) علامہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی (3) مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری (4) شمس العلماء مولانا ظہور الحسن فاروقی (5) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی۔ (1)

1337ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی کے جلسہ دستار فضیلت (منعقدہ 1337ھ) میں امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی نے دستار بندی فرمائی اور سند فضیلت عطا فرمائی۔ امامِ اہل سنت کے دست اقدس پر مرید ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ (2)

تدریس : فراغت کے بعد مندرجہ ذیل مدارس میں تدریس فرمائی۔

(1) منظر اسلام بریلی وخطیب مسجد بی بی جی بریلی (2) مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف (3) جامعہ نعمانیہ لاہور اس کے علاوہ ایک سال مکھڈ شریف میں خدمات انجام دیں۔ خان محمد امیر خان رئیس شہیلیہ ضلع ہزارہ کی دعوت پر کچھ عرصہ ہزارہ کے قاضی بھی رہے۔

تصانیف:۔ (1) فتاویٰ غلامیہ (2) نور العینین فی سفر الحرمین (3) سیف رحمانی علی راس القادیانی (4) دیوان غلامیہ (5) نغمہ شہادت (یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہیں) (6) القول المحتاط فی جواز الحیلۃ والاسقاط (7) رسالہ اذان علی القبر وتعدد الجمعہ وفی مساجد المصر (یہ طبع ہو چکی ہیں)

حق گوئی و بے باکی: آپ کسی کو برائی کا ارتکاب کرتے دیکھتے تو فوراً ٹوکتے۔ رمضان المبارک میں بہت سے دوکانداروں کو جو کھانے وغیرہ کا ہوٹل دن میں کھولتے تھے آپ نے پہلے سختی سے روکا

---

(1) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص 299

(2) امیر شاہ گیلانی، مولانا، تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، ص 340

جب نہ مانے تو ان کے سامان کو نقصان پہنچایا۔ مگر ہیبت حق کی وجہ سے کسی کو مقابلے کی تاب نہ ہوئی۔ بدمذہب اور مشتبہ لوگوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ نے مسجد میں ان کے داخلہ پر پابندی لگا رکھی تھی اور ممانعت کا بورڈ لگا رکھا تھا۔ [1]

وصال: 25 محرم الحرام، یکم اگست 1379ھ/1959ء کو کلمہ شریف اور صلوٰۃ وسلام کا ذکر کرتے ہوئے عین اس وقت جب مؤذن نے اذانِ ظہر کی آواز بلند کی آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ نمازِ جنازہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ دوسرے دن غازی علم دین شہید کے مزار کے جنوبی جانب دفن کیے گئے۔ حضرت مولانا مظفر اقبال خطیب جامع مسجد شاہ عنایت قادری المعروف اونچی مسجد لاہور آپ کے جانشین ہیں۔ مکرمی الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ نے معارف آگاہ مفتی اعظم (1959) تاریخ عیسوی اور فوت شد مفتی جہاں (1379) تاریخ ہجری کہی ہے۔ [2]

---

(1) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 198

(2) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص 300

خلفاء ومریدین

خلفاء ومریدین

لیے بیٹھا تھا عشقِ مصطفیٰ کی آگ سینے میں
ولایت کا جبیں پر نقش' دل میں نور وحدت کا

ہوا تیری توجہ سے مجاہد دین کا کوئی
کوئی سردارِ دوراں اور حافظ کوئی ملت کا

صدرالشریعہ کا روحانی مقام

حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی ایک تبحر عالم اور فقیہ ومحدث تھے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں لیکن روحانیت میں ان کا مقام کیا تھا؟ طریقت میں ان کی کس درجے تک رسائی تھی؟ اس سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ آپ کے خلفاء ومریدین کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روحانیت اور باطنی کیفیت کی چند مثالیں بیان کی جائیں۔

ذکر کے درست طریقہ کی تلقین

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے ہم سبقوں میں سے ایک بزرگ شاہ صدیق اللہ صاحب بھی اجمیر شریف میں حضرت صدرالشریعہ سے پڑھتے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے تزکیۂ باطن کے لیے حضرت غریب نواز علیہ الرحمۃ کی چلہ گاہ پر جا کر ذکر بالجہر کرنا شروع کردیا۔ کئی دن گذر گئے جب سبق میں حاضر نہ ہوئے تو حافظ صاحب اور ان کے ساتھی ان سے ملاقات کرنے سدابہار پہاڑی پر حضور غریب نواز کی چلہ گاہ میں گئے وہاں جا کے دیکھا تو ان کا حال عجیب تھا۔ بہت کمزور اور نحیف ہوگئے تھے حال پوچھنے پر بتایا کہ مجھے دست آرہے ہیں حافظ ملت وغیرہ نے واپس آکر حضرت صدرالشریعہ کو بتایا۔ ان کا حال سن کر حضرت صدرالشریعہ نے افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ کل ہم بھی دیکھنے چلیں گے۔

دوسرے دن حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ' محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت کو لے کر ان کے پاس گئے۔ شاہ صاحب اتنے کمزور ہوچکے تھے کہ کھڑے نہیں ہوسکتے تھے۔ بچوں کی طرح ہاتھ پاؤں کے سہارے چل کر چلہ گاہ سے باہر آکر حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ اور صدر الشریعہ کو دیکھتے ہی زار وقطار رونے لگے۔ جب رودھو کر ان کو کچھ سکون ہوا تو حضرت صدر الشریعہ نے پوچھا کیا کرتے ہو انہوں نے بتایا........ ...لا الہ الا اللہ کا سہ ضربی ذکر بالجبر کرتا ہوں۔ صدر الشریعہ نے پوچھا کس طرح کرتے ہو انہوں نے بہ وقت تمام بیٹھ کر بتایا۔ صدر الشریعہ نے فرمایا کہ یہ غلطی ہو رہی ہے۔ سر یہاں سے اٹھاؤ اور یوں جھکو اور اس طرح اتنے نیچے سر لا کر دل پر ضرب لگاؤ۔ اپنے بتائے ہوئے طریقے کی ان کو مشق کرائی اور فرمایا علاج یہی ہے جیسے میں نے بتایا ہے اسی طرح کرو ٹھیک ہو جاؤ گے چنانچہ وہ تین دن میں بالکل ٹھیک ہو گئے۔(1)

اعلیٰ حضرت کے وکیل بالبیعۃ

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی روحانیت اور باطنی کمال کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سوائے حضرت صدر الشریعہ کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے کسی کو بھی حتیٰ کہ شہزادگان کو بھی اپنی بیعت لینے کے لیے وکیل نہیں بنایا۔ چنانچہ جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت صدر الشریعہ، فرنگی محل، مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے گفت وشنید کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں ان حضرات کی خدمت میں شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی حاضر ہوئے۔ آپ دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سے متنفر ہو کر مدرسہ فرقانیہ چھوڑ کر وہاں حاضر ہوئے تھے اور تمنا یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت کے مریدوں میں داخل ہو جاؤں۔ اسی لیے ان حضرات کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ حضرات میں کوئی اعلیٰ حضرت کا وکیل بالبیعۃ ہو تو میں اس کے ہاتھ پر اعلیٰ حضرت سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شرف ہم میں سے حضرت مولانا امجد علی صاحب کو حاصل ہے آپ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیے۔ شیر بیشۂ اہل سنت نے حضرت صدر الشریعہ کے دست اقدس پر فوراً اعلیٰ حضرت کی بیعت کر لی(2)۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو چاروں سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت کے شرف سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ لیکن ان سب اعزازات کے باوجود آپ نے مرید بنانے کی جانب زیادہ توجہ نہیں دی اور اپنی تمام تر صلاحیتیں تعلیم وتدریس میں صرف کیں۔

---

(1) شریف الحق امجدی، مفتی اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص
(2) 57، ایضاً، ص 60

بہارِ طریقت

فرائض پر مداومت' اتباعِ سنت' گناہوں سے پرہیز اور اشغال و اوراد کی پابندی طریقت کے لوازمات میں سے ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ان لوازمات کے کس قدر پابند تھے وہ آپ ''اخلاق و عادات'' کے عنوان کے تحت پڑھ آئے ہیں۔ یہاں پر عرض یہ کرنا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ ان کی پابندی کے ساتھ ساتھ یہ شدت سے خواہش رکھتے تھے کہ طریقت کے ان اسرار د رموز سے عوام الناس کو بھی آگاہ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ بہارِ شریعت حصہ 17 کے اختتام پر عرضِ حال کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

''اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہارِ شریعت) کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف وسلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی۔''[1]

حضرت صدر الشریعہ اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل حوادثاتِ زمانہ کی وجہ سے نہ کر پائے۔ کاش آپ کے فیض یافتگان میں سے کوئی صاحب ہمت فرمائیں اور حضرت صدر الشریعہ کی خواہش کے مطابق ''بہارِ طریقت'' تحریر کرنے کا فریضہ انجام دے کر امت مسلمہ پر احسان فرمائیں۔

دستیاب چند مثالوں سے حضرت صدر الشریعہ کے روحانی مقام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب خلفاء و مریدین کے مختصر تعارف کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ یاد رکھئے جیسے شاگرد استاد کا آئینہ ہوتا ہے یوں ہی مرید' پیر کا آئینہ ہوتا ہے۔ آیئے حضرت صدر الشریعہ کے خلفاء و مریدین کی شخصیت و کردار کے آئینے میں آپ کے روحانی مقام کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں۔

مشاہیر خلفاء و مریدین

پوری زندگی تدریس و تصنیف میں بسر کرنے کے باوجود حضرت صدر الشریعہ کے بے شمار خلفاء و مریدین ہیں جو پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چند مشاہیر خلفاء و مریدین کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ

(2) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ

---

(1) محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہارِ شریعت، حصہ 17، صفحہ 51

(3) حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمۃ

(4) حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازھری علیہ الرحمۃ

(5) شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ

(6) حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق صاحب علیہ الرحمۃ

(7) حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ

(8) حضرت مولانا ثناء اللہ امجدی علیہ الرحمۃ

(9) حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

(10) حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ

(11) حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ

(12) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمۃ

(13) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب

(14) حضرت علامہ مولانا عبد الشکور اعظمی صاحب

(15) حضرت مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی

شاگرد بھی نامی ہوئے، اسکے خُلفاء بھی

اس سے ہے عیاں اُس کی بزرگی وجلالت

اول کے پانچ خلفاء کا ذکر تلامذہ کے باب میں گزر چکا ہے۔ بقیہ حضرات کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب اعظمی امجدی علیہ الرحمۃ

مبارک پور سے متصل موضع گجہڑا آپ کا آبائی وطن ہے۔ جہاں حضرت عالمگیر کے عہدِ حکومت میں خانوادۂ غوثیت کے چشم و چراغ سید السالکین حضرت شاہ کمال الدین علیہ الرحمۃ نے بغداد سے آ کر سکونت اختیار کی۔ آپ کے صاحبزادے عہد عالمگیر میں پورے ہندوستان کے چیف جسٹس تھے۔ حضرت پیر طریقت اسی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ نے ابتداء سے انتہاء تک دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم پائی اور ہمیشہ ممتاز رہے۔ فراغت کے بعد کچھ علمائے کرام کو ساتھ لے کر ایک تبلیغی انجمن قائم کی جس کے زیر اہتمام سی۔ پی کے علاقہ میں دو سال تک فی سبیل اللہ دین کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد مدرسہ فیض الاسلام کاٹھیاواڑ اور مدرسہ غریب نواز رانچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف میں سلطان الاذکار، چراغِ راہ، نغمات سید، بچیوں کی تعلیمی کتاب بہت مشہور ہے۔

آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے شرف ارادت و خلافت حاصل ہے اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے۔ دورانِ سفر حج مدینہ منورہ میں حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی اور مکہ مکرمہ میں خاندان اشرفیہ کے ممتاز فرد حضرت اچھے میاں کچھوچھوی نے سند اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ علامہ موصوف کی ذاتِ گرامی علوم ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ بزرگانِ دین سے والہانہ عقیدت کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان، پاکستان، افغانستان، عرب، شام، عراق، فلسطین اور اردن کے اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔[1]

حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی امجدی علیہ الرحمۃ

موضع بھوج پور پوسٹ سکھ پورہ ضلع بلیا کے رہنے والے تھے۔ 1912ء میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کی سعادت اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا نظام الدین اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

---

(1) حضور صدر الشریعہ حیات، خدمات، ص 453

فراغت کے بعد ابتداءً کچھ دنوں تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ بعدۂ حافظ ملت کے طلب کرنے پر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لے آئے اور تقریباً بیس سال تک یہاں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ درسِ نظامی کے پورے نصاب پر یکساں مہارت حاصل تھی خصوصاً علم ہیئت وتوقیت میں تو ملکہ حاصل تھا۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم' چہارم' پنجم کی تصحیح وترتیب کے بعد اشاعت آپ کا زریں کارنامہ ہے۔ طبیعت میں سادگی تھی' کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے تھے بیعت وارادت کا شرف حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ 13 شوال المکرم 1391ھ بروز جمعہ علم وحکمت کا یہ نیر تاباں غروب ہوگیا۔[1]

حضرت علامہ محمد ثناء اللہ محدث امجدی علیہ الرحمۃ

2 جولائی 1910ء میں مئوناتھ بھنجن میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم مئو میں از اول تا آخر زیر تعلیم رہ کر 1935ء میں فارغ ہوئے۔ 1936ء میں بسلسلۂ تبلیغ رنگون تشریف لے گئے۔ بعدۂ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور' بحرالعلوم مئو' دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف' دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد' بحرالعلوم لطیفیہ' بہار' مدرسہ علیمیہ انوارالعلوم سرکانہی شریف' جامعہ فاروقیہ بنارس' منظرِ حق ٹانڈہ' میں تقریباً پچاس سے زائد برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کو حضرت صدر الشریعہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی متعدد تصنیفات میں سے کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ 15 اگست 1990ء بروز بدھ' نو بجے شب وصال ہوا۔ ہزاروں افراد اور علماء ومشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بحرالعلوم مئو کے مغرب میں واقع اپنی آبائی زمین میں دفن کیے گئے۔[2]

---

(1) ایضاً (حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات)' ص 455' باختصار

(2) حضور صدر الشریعہ' حیات وخدمات'

شارحِ بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

حضرت صدر الشریعہ کے وطن مالوف گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں 1340ھ/ 1921ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں گلستان' بوستان' حکیم احمد علی برادر معظم حضور صدر الشریعہ سے پڑھیں۔ بعدۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور' جامعہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ' اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں بالترتیب ان اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری' حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری' صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی' حضرت علامہ غلام یزدانی' حضرت مولانا عبد العزیز خان صاحب' حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب' رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ 1362ھ/ 1943ء کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ماہ دسمبر 1943ء سے مدرسہ بحر العلوم مئو سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ مختلف مدارس میں پڑھانے کے بعد 1366ھ میں دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی تشریف لے آئے۔ گھوسی کے دوران قیام تدریس کے ساتھ ساتھ تقریباً ایک سال حضرت صدر الشریعہ کی خدمت کا موقع ملا۔ چونکہ حضرت کی بصارت انتہائی کمزور ہو چکی تھی اس لیے روزانہ تین گھنٹے تک باہر سے آئے ہوئے استفتاء کے جوابات آپ کو املا کرواتے۔ اس عمل کی بدولت آپ کو فتویٰ نویسی کی مہارت حاصل ہوگئی۔ اسی دوران تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ کی سینکڑوں کتب سے متعلق حضرت صدر الشریعہ سے استفادہ کیا۔ 1956ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے طلب کرنے پر جامعہ رضویہ مظہر اسلام تشریف لے آئے۔ یہاں تدریس کے علاوہ مفتی اعظم ھند علیہ الرحمۃ کے دار الافتاء کی خدمات بھی آپ کے سپرد تھیں۔ 1396ھ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف فرما ہوئے پھر تا وصال یعنی 1420ھ/ 2000ء تک یہیں رہے۔ یہاں برسوں آپ نے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف میں نزہۃ القاری شرح بخاری' اسلام اور چاند کا سفر' التحقیقات' اشرف السیر' اور اشک رواں بہت ہی مشہور و مقبول ہیں۔ بیعت و خلافت کا شرف حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ حضرت مفتی اعظم ہند اور احسن العلماء سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ 6 صفر المظفر بروز جمعرات 1420ھ/ 2000ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں انتقال ہوا اور گھوسی میں مدفون ہوئے۔[1]

---

(1) یٰسین اختر مصباحی' حیات فقیہ اعظم ہند باختصار

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری موضع سید پور بلیا میں 1924ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ضلع کے مدارس میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ 1954ء میں دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور قائم کیا۔ پندرہ روزہ اخبار جامِ کوثر اور بعد میں جامِ نور جاری فرمایا۔ آپ منفرد اسلوب تحریر کے مالک تھے۔ بلا مبالغہ آپ کو صاحب طرز انشاء پرداز کہا جا سکتا ہے۔ جامِ نور کو جو مقام آپ کی ادیبانہ تحریروں نے دیا وہ آج کل کے رسالوں میں نہیں پایا جاتا۔ آپ کی بیسیوں تصانیف میں سے درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

زلزلہ، زیر وزبر، تبلیغی جماعت، لالہ زار، زلف وزنجیر، جماعت اسلامی، تعزیراتِ قلم، تفسیر ام القرآن، لسان الفردوس، محفلِ حرم، علمائے دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت، نقش کربلا، دہلی سے سہارنپور کا سفر، آیئے حج کریں۔

آپ کی پوری زندگی جدوجہد، سعی پیہم اور خدمت دین کے لیے محنت سے عبارت تھی۔ 1972ء میں آپ نے مکۃ المکرمہ میں مذہبی بیداری اور دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے ایک عالمی ادارے کے قیام پر زور دیا جس کے نتیجے میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' معرضِ وجود میں آیا اور اس کا مرکز برطانیہ کا شہر بریڈ فورڈ قرار پایا۔[1] اس کے علاوہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء اور دعوت اسلامی پاکستان بھی آپ کی دینی وتبلیغی محنت کی یادگاریں ہیں۔ آپ نے 15 سفر المظفر، 29 اپریل 1423ھ/2002ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔[2] شرفِ بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ اور خلافت واجازت حضرت مفتی اعظم ہند سے ملی تھی[3]۔ شبانہ روز مصروفیات کے باوجود اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ روزانہ دلائل الخیرات ختم کیا کرتے تھے۔ مزارِ اقدس آپ کے قائم کردہ دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور، بہار میں مرجع خواص وعوام ہے۔

---

(1) ماخوذ از مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، باختصار

(2) ماہنامہ معارف رضا، ص 31، مئی 2002ء

(3) محمد صلاح الدین سعیدی، جہانِ رضا، ص 41
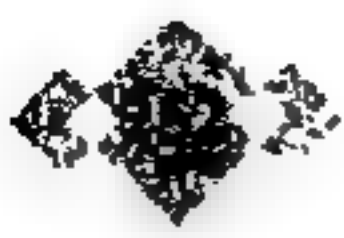
مصلح اہل سنت حضرت
علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

مصلح اہل سنت حضرت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی بروز پیر 11 ربیع الاوّل 1336ھ/1917ء قندھار شریف ضلع نانڈیڑ ریاست حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ تقریباً چودہ برس کی عمر میں آپ نے قرآنِ حکیم حفظ کرلیا۔ درجۂ ہفتم تک اسکول کی تعلیم حاصل کی پھر حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری کے شوق دلانے پر انہیں کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور آ گئے۔ یہاں تقریباً آٹھ سال رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ حافظ ملت جب کچھ عرصہ کے لیے ناگ پور تشریف لے گئے تو آپ بھی وہیں حاضر خدمت ہوئے دورۂ حدیث لیا اور 1943ء میں یہیں سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔

شرفِ بیعت و خلافت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ آپ کو خلافت عطا ہونے کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ ہوا یوں کہ حضرت صدر الشریعہ کی صدارت میں محفل میلاد انعقاد پذیر تھی۔ لوگوں پر کیف و سرور چھایا ہوا تھا' آنکھیں نم تھیں' محفل پر وجد طاری تھا۔ اتنے میں حضرت قاری صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر پیرو مرشد کے روبرو پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ سرکار! آپ کے وسیلے سے حضرت جامی کے اشعار کا سہارا لے کر میں بھی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پیرو مرشد نے اجازت دے دی۔ پھر کیا تھا حضرت قاری صاحب نے اپنے محبت و عقیدت بھرے لہجے میں نعت شریف شروع کردی۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوز و گداز نے قاری صاحب کی آواز کو تیر و نشتر بنا دیا تھا۔ ہر سینہ چھلنی اور ہر دل بے قرار ہو اٹھا۔ حضرت خود بھی روئے اور قاری صاحب نے بھی ہچکیاں بھر کر نعت نا تمام چھوڑ دی۔ حضرت صدر الشریعہ یہ دیکھ کر اپنی مسند سے اٹھے اور قاری صاحب کو بٹھا لیا اور اسی روز اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ یہ واقعہ 1946ء کا ہے۔ اس وقت حضرت قاری صاحب کی عمر تقریباً 29 سال تھی۔

1949ء میں قاری صاحب کراچی تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے اخوند مسجد کی خطابت کے فرائض قبول کیے۔ درمیان میں ڈیڑھ سال کے لیے جامع مسجد واہ کینٹ میں خطابت فرمائی۔ پھر کراچی اخوند مسجد میں تشریف لے آئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں تدریس کے فرائض

تاوصال انجام دیئے۔ یہاں تک کہ انتقال سے کچھ روز قبل ہارٹ اٹیک ہوا۔ تھوڑا عرصہ آرام فرما کر پھر دارالعلوم آنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ ''گزشتہ دنوں میں بعض اوقات جب کبھی میری طبیعت خراب بھی رہتی تھی جب بھی دارالعلوم امجدیہ جاتا تھا کیونکہ یہ میرے پیر و مرشد کا مدرسہ ہے'' آپ کو حضرت صدر الشریعہ کے علاوہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمۃ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ سالانہ عرس امجدی میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے اور شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بطور ہدیہ کپڑوں کا جوڑا اور عمامہ پیش کرتے۔

حضرت قاری صاحب وقت فارغ گذارنا جانتے ہی نہ تھے عبادت و ریاضت' تعلیم و تعلم' ذکر و فکر' محفل نعت' لوگوں کی حاجت روائی' تعویذ و دعا' خدمت خلق اور خیر خواہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ روزانہ دلائل الخیرات' سیفی شریف' قصیدہ غوثیہ' الوظیفۃ الکریمہ شجرہ اور دعا پڑھتے تھے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت سے انہیں روحانی شغف تھا۔ نماز میں تلاوت قرآن فرماتے تو مقتدیوں کی روح تلاوت قرآن سے سرشار ہو جاتی۔ اسی لیے جو لوگ ان کی تلاوت کا لطف پالیتے وہ دور دراز سے چل کر ان کے پیچھے نماز ادا کرنے چلے آتے۔ آپ نے اپنے لاکھوں مریدین کی توجہ دینِ حق کی طرف مبذول کرائی جو ایک زندہ کرامت ہے۔ یوں حضرت قاری صاحب نے اپنے مرشد کامل اور استاذ مکرم سے جو علم و معرفت کا نور حاصل کیا تھا اسے سرزمین پاکستان پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم کیا۔ 7 جمادی الاخریٰ 1403ھ/ 23 مارچ 1983ء کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ مصلح الدین گارڈن' کراچی میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔[1]

(1) بدر القادری' مولانا' تذکرہ مصلح اہل سنت' ص 3 تا 26' باختصار

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ

1352ھ/1933ء میں اوجھا گنج ضلع بستی میں پیدا ہوئے۔ قریباً دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں قصبے ہی میں پڑھ کر ناگپور تشریف لے گئے۔ وہاں دن بھر کام کر کے روزی کماتے اور مغرب کے بعد ملک التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہوتے۔ 1371ھ/1952ء میں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے آپ کو سند فراغت اور دستارِ فضیلت عطا فرمائی۔ مختلف مدارس میں کچھ عرصہ تدریس کے بعد دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف تشریف لے آئے۔ یہاں تقریباً چالیس برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں اپنے آبائی قصبے اوجھا گنج ضلع بستی میں مرکز تربیت افتاء دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم قائم فرمایا جس میں بیسیوں طلبہ کو افتاء کی تربیت سے نوازا۔ دار العلوم فیض الرسول تدریس کے دوران آپ نے ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے جن کا مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں ''فتاویٰ فیض الرسول'' کے عنوان سے طبع ہو کر پوری دنیا میں مقبول ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک درجن سے زائد دینی و علمی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں انوار الحدیث' انوار شریعت' اور بزرگوں کے عقیدے زیادہ معروف ہیں۔ درس کا ناغہ آپ بالکل گوارا نہیں کرتے تھے۔ آندھی ہو' بارش ہو' کچھ ہو آپ بروقت مدرسہ تشریف لاتے تھے۔[1]

1367ھ/1948ء میں حضرت صدر الشریعہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نماز کے بہت پابند تھے۔ سفر و حضر میں کبھی آپ کی نماز نہ چھوٹی۔ علم و عمل' اخلاق و کردار' اتباعِ سنت و شریعت' زہد و تقویٰ' تواضع و انکساری کا پیکرِ محسوس تھے۔ اپنے بزرگوں کے ادب شناس و نیاز مند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے طلبہ اور عوام کے لیے مجسم دعوتِ اخلاص و عمل تھے' ان کا ہر قدم شریعت کی راہ پر پڑتا تھا' اپنے سامنے کوئی خلافِ شریعت بات دیکھتے ہی فوراً تنبیہ و ہدایت فرماتے تھے' اور چونکہ وہ خود صاحب کردار عمل تھے اس لیے ان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ دل کو چھو لیتا تھا' اور آپ کی نصیحت آمیز گفتگو بلا تاخیر اثر انداز ہو جایا کرتی تھی۔ 4 جمادی الاخریٰ 1422ھ بمطابق 23 اگست 2001ء کو دنیائے فانی سے پردہ فرمایا۔[2]

---

(1) جلال الدین احمد امجدی' مفتی' خود نوشت سوانح حیات مشمولہ خطبات محرم' ص 484-474

(2) یٰسین اختر مصباحی' علامہ' فقیہ ملت کا سانحۂ ارتحال' مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان' اکتوبر 2001ء' ص 8

مولانا عبدالشکور اعظمی خطیب کوٹر گیٹ مسجد بھیونڈی

ولادت باسعادت

حسین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے ایک مکتب اور پانی پت کے مدرسہ سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور 1365ھ میں حاضر ہوئے۔ 1367ھ میں سند فراغت حاصل کی اوران مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے: مدرسہ عین العلوم گیا (چار برس) درالعلوم فیض العلوم جمشید پور بہار (دس برس) درالعلوم صمدیہ بھیونڈی۔ بھیونڈی میں آپ اپنے زور خطابت اور علمی صلاحیت کی وجہ سے عوام وخواص میں اس قدر مقبول وہر دلعزیز ہوئے کہ وہاں کی عظیم الشان جامع مسجد کوٹر گیٹ کے خطیب مقرر ہو گئے۔ دارالعلوم صمدیہ سے مستعفی ہونے کے بعد آپ نے بے پناہ محبت سے دارالعلوم دیوان شاہ قائم کیا جس کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔

دینی وملی خدمات

حضرت صدر الشریعہ کی یاد میں الجامعتہ الامجدیہ بھیونڈی جیسے عظیم الشان ادارے کا قیام آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہے۔ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل ہے۔ اپنے پیرو مرشد کے گہرے عقیدت مند ہیں۔ آپ کو سب سے زیادہ فخر اس بات کا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی بڑی صاحبزادی سعیدہ خاتون مرحومہ جن کو خود حضرت نے جلالین، مشکوٰۃ وغیرہ تک درسِ نظامی کی کتب پڑھائی تھیں آپ کے عقد میں آئیں۔ آپ ایک شعلہ بار مقرر اور بلند پایہ خطیب اور بہترین علمی لیاقت وصلاحیت کے مالک عالم ہیں۔ آپ کی بے لوث دینی خدمات آج بھی مہاراشٹر اور گردونواح میں جاری ہیں۔[2]

---

(2) حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات، ص474 باختصار

حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب

1340ھ/1921ء میں سید پور ضلع بلیا میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ فیض الغرباء بہاڑ میں داخل ہو گئے۔ شرح جامی تک کتابیں پڑھنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حاضر ہوئے۔ 1361ھ/1942ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور مزید تین سال درجہ تخصیص کے لیے حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزارے۔ تدریس کا آغاز مادر علمی سے کیا۔ پھر حضرت صدر الشریعہ کے حکم پر دار العلوم اہل سنت کاٹھیاواڑ بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء میں آپ نے حضرت صدر الشریعہ سے مشرقی پاکستان جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا ''تم ڈھاکہ مت جاؤ وہاں ہمیشہ اجنبی رہو گے تمہارے لیے کراچی بہتر ہے وہاں جا کر مدرسہ قائم کرو تو دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے اچھے رہو گے''۔ مفتی صاحب کراچی چلے آئے۔ 1948ء میں حضرت صدر الشریعہ کی یاد میں گاڑی کھاتہ آرام باغ میں ایک مکان خرید کر دار العلوم امجدیہ کا بورڈ لگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ جگہ ناکافی ہوگئی تو عالمگیر روڈ پر دار العلوم امجدیہ منتقل ہو گیا۔ بعد میں مزید جگہ لی گئی آج مدرسہ کی پرشکوہ عمارت خوب صورت شکل میں موجود ہے۔ جہاں سے سینکڑوں حفاظ' قراء اور علمائے کرام فارغ التحصیل ہو کر ملک و بیرون ملک خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں۔ شاہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ نے تادم حیات اسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب نے تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین رہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنز الایمان پاکستان میں سب سے پہلے آپ نے طبع کیا۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' بھی سب سے پہلے آپ ہی نے شائع کی۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ کے موضوع پر بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کاش اس کے بقیہ تین حصے بھی منصۂ شہود پر آ جاتے۔ مفتی صاحب کی شادی حکیم شمس الھدیٰ بن صدر الشریعہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یوں آپ اپنے پیر و مرشد کے خاندان کے فرد بھی بن گئے۔ (1)

---

(1) حضور صدر الشریعہ' حیات و خدمات' ص 473' باختصار
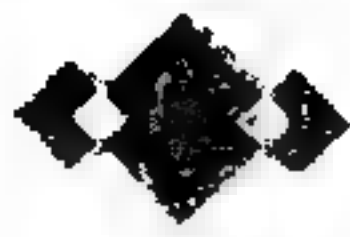
حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ امجدی علیہ الرحمۃ

قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں 9 اگست 1924ء میں ولادت ہوئی۔ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں کافیہ تک پڑھنے کے بعد 1941ء میں حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب کی معیت میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ جا کر حضرت ممدوح کی نگرانی میں مسلسل دو سال تک تحصیل علم کرتے رہے۔ 1943ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ایماء پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد جا کر فن تجوید وقرأت کی تکمیل کی۔ پھر جامعہ اشرفیہ میں تجوید پڑھانے لگے اور تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا۔ یہیں سے 1946ء میں درس نظامی مکمل کیا۔ سترہ سال تک آپ نے یہیں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور سینکڑوں علماء وقراء نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ 1962ء میں آپ کو جامعہ اشرفیہ کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے اس فریضے کو نبھایا۔

آپ باصلاحیت عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین اور خوش الحان قاری بھی تھے۔ آواز میں بے انتہا کشش تھی چنانچہ اکثر وبیشتر حضرت صدر اشریعہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے قاری محمد یحییٰ جیسا ہندوستان میں قاری نہیں پایا"۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز علیہ الرحمۃ جب علیل ہوئے تو آپ کو اپنی جگہ مبارک پور کی جامع مسجد کا خطیب مقرر کر دیا۔ آپ تاحیات اس عہدہ پر فائز رہے۔

شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ صدر الشریعہ جب دوسرے سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ بھی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ اسی دوران اچانک آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت کے دست حق پرست پر توبہ کر کے داخل سلسلہ ہو جاؤں جب حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا گیا تو حضرت نے اسی وقت داخلِ سلسلہ فرما لیا۔ آپ کی اپنے پیر ومرشد سے یہ آخری ملاقات تھی اور آپ ہی آخری مرید ہیں۔ جمادی الاولیٰ 1417ھ کو آپ کا وصال ہوا۔[1]

---

(1) حضور صدر الشریعہ 'حیات وخدمات' ص 468 'باختصار
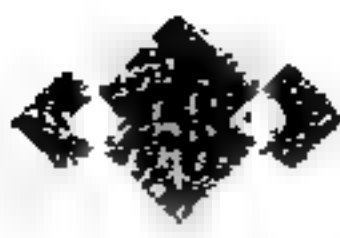
مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی علیہ الرحمۃ

یکم جولائی 1936ء کو امروہہ ضلع مراد آباد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع مئو ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی حضرت صدر الشریعہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ پھر احسن المدارس کانپور، دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف، مدرسہ برکاتیہ مارہرہ شریف، اور دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے لیے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے اور دستارِ فضیلت وسند فراغت یہیں سے حاصل کی۔ اکثر وبیشتر کتب والد ماجد سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد 4 جون 1956ء سے تادصال مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نہایت ہی عمدہ تدریسی صلاحیت کے مالک تھے۔ عربی اور فارسی زبان پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ ایک اچھے خطیب، قادر الکلام شاعر اور بہترین ادیب تھے۔ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا اور خلافت واجازت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے عطا فرمائی تھی۔ والد ماجد حضرت شیخ العلماء علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ سے حضرت صدر الشریعہ کو بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ تھا جس کے نتیجے میں حضرت نے اپنی چھوٹی صاحبزادی (جو آج کل کلیۃ البنات الامجدیہ کی ہیڈ معلمہ ہیں) سے آپ کا عقد فرمایا۔

آپ شریعت کے پابند، نہایت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ جو شخص آپ سے ایک مرتبہ ملتا دوبارہ ملنے کی خواہش لے کر واپس ہوتا۔ 28 اگست 2000ء بروز پیر شریف دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، بمبئی میں انتقال فرمایا۔[1]

---

(1) محمد محمود مصباحی، ماہنامہ کنز الایمان، دسمبر 2000ء، ص 49، بتصرف

اولادِ امجاد

اولاد امجاد

نبی پاک' صاحب لولاک' سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے کہ ''انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں (کہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور فائدہ پہنچاتی ہیں)

1) صدقہ جاریہ 2) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو

3) اولاد صالحہ جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہو۔ (مسلم شریف)

حضرت صدر الشریعہ کی کمال خوبی یہ ہے کہ آپ کی زندگی زبان رسالت کے بیان کردہ ان تینوں اعمال پر بدرجۂ اتم پورا اترتی ہے۔ یعنی صدقہ جاریہ تو بہارِ شریعت وفتاویٰ امجدیہ کی صورت میں جاری وساری ہے' علم نافع کا فیضان تلامذہ کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور اولاد صالح جو بحمدہ تعالیٰ سب کے سب عالم وصالح ہیں' کے ذریعے انہیں دعائیں بھی مسلسل پہنچ رہی ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے ''تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم'' یعنی نکاح کرو تو ایسی عورت سے کرو جو محبت کرنے والی ہو جس کی خاندانی روایت کثیر الاولاد ہونے کی ہو کیونکہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا''۔

حضرت صدر الشریعہ نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے چار شادیاں کیں جن سے اللہ کے فضل وکرم سے سولہ اولادیں ہوئیں۔ آپ نے ان سب کی تعلیم وتربیت شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق فرمائی جو ہر ایک کا مقسوم نہیں۔ مختلف ازواج سے اولاد کی تفصیل کچھ یوں ہے:

آپ نے پہلی شادی محترمہ کریمہ خاتون صاحبہ سے فرمائی جن کے بطن سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔

(1) حکیم شمس الہدیٰ (2) زبیدہ خاتون (3) مولانا محمد یحییٰ (4) مولانا عبد المصطفیٰ الازہری (5) مولانا عطاء المصطفیٰ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

محترمہ کریمہ خاتون کا انتقال 8 شوال 1339ھ کو ہوا ان کے بعد محترمہ صفی النساء صاحبہ سے نکاح ہوا جن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ رئیسہ خاتون مرحومہ۔ آپ کی تیسری شادی محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ سے ہوئی جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ (1) محمد احمد مرحوم (2) قاری رضا

المصطفیٰ صاحب۔ آپ کی چوتھی شادی محترمہ ہاجرہ بی بی سے ہوئی ان کے بطن سے آٹھ اولادیں پیدا ہوئیں۔ (1) محترمہ سعیدہ خاتون (2) محترمہ عائشہ خاتون (3) محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (4) محمد مرحوم (5) مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب (6) مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب (7) مولانا فداء المصطفیٰ صاحب۔[1]

سب کے سب عالم

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کو اس زمانے میں جامعۃ الازہر مصر بھیجا جب وہاں جانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تلامذہ کے باب میں آپ ان کے حالات پڑھ چکے ہیں۔ صاحبزادگان کے ساتھ ساتھ صاحبزادیوں کی بھی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ محترمہ سعیدہ خاتون صاحبہ کے لیے فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی رہے گی تو بخاری و مسلم شریف تک پڑھاؤں گا۔ لیکن تفسیر جلالین تک ہی پڑھایا تھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ یونہی اولاد کے ساتھ ساتھ ازواج کی بھی تعلیم بہتر بنانے کی سعی فرماتے رہے۔ محترمہ ہاجرہ بی بی صاحبہ اردو خواں تھیں لیکن حضرت نے ان کو فارسی اور ابتدائی عربی تک تعلیم دے دی تھی جس زمانے میں آنکھیں کام نہ دیتی تھیں باہر سے آنے والے تمام خطوط وہی سنایا کرتی تھیں۔[2]

آج کے اس گئے گذرے دور میں جبکہ عوام الناس تو کجا علمائے کرام کی اولادیں بھی دینی علوم کی تحصیل سے بے رغبتی کا مظاہرہ کر رہی ہیں' یہ حیرت انگیز وصف صرف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے خاندان کا ہے کہ پورے کا پورا خانوادۂ امجدی ذی استعداد اساتذہ اور خدا ترس علمائے دین پر مشتمل ہے۔ اور نہ صرف عالم ہیں بلکہ علماء گر بھی ہیں۔ رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ خانوادۂ امجدی کی اس حیرت انگیز خصوصیت پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ سارے فرزندانِ صدر الشریعہ صرف علماء ہی نہیں بلکہ علماء گر بھی ہیں۔ خدمت دین کے علاوہ کوئی دوسری مصروفیت اس خانوادے کو آج تک راس نہیں آئی۔ کسی نے ذریعہ معاش کی کوئی دوسری لائن اختیار کرنے کی کوشش بھی کی تو قدرتی طور پر انہیں اتنی ناکامیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ مجبوراً انہیں اسی ڈگر کی طرف لوٹنا پڑا کہ جسے حضرت صدر الشریعہ نے اختیار کیا

---

(1) آلِ مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 126

(2) عبد المصطفیٰ الازہری' علامہ' پاسبان الٰہ آباد' امام احمد رضا نمبر' ص 158

تھا۔‘‘

مزید لکھتے ہیں۔ ’’اس خانوادے کی یہ بھی حیرت انگیز روایت ہے کہ علماء کے زمرے میں صرف اولادِ ذکور ہی نہیں بلکہ اولادِ اناث بھی ہیں اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھ رہا ہے۔ آج کے دورِ انحطاط میں درسیات پر عبور رکھنے والے قابل رجال بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن حضرت محدث کبیر کی قائم کردہ لڑکیوں کی رہائشی درسگاہ کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی میں درسِ نظامیہ کی تکمیل کرانے والی اکثر عالمات اساتذہ اسی خانوادے سے تعلق رکھتی ہیں۔‘‘

اسی خانوادے پر فضل خداوندی کا یہ رخ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ صرف اولاد ہی نہیں بلکہ پوتے‘ پوتیاں‘ نواسے‘ نواسیاں جلیل القدر علماء اور عالمات پر مشتمل ہیں۔ (1)

حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادگان کا مختصر تعارف پیش کرنے سے قبل شاہزادۂ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ الازھری علیہ الرحمۃ کا ایک مضمون پیش خدمت ہے جس سے اولاد کے لیے حضرت صدر الشریعہ کا انداز تعلیم و تربیت جاننے میں مدد ملے گی۔

صدر الشریعہ .... اولاد کی تعلیم و تربیت

کل فتاۃ بابیھا معجبہ۔ ہر اولاد اپنے باپ سے خوش ہے اور اسے پسند کرتی ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ لوگ اپنے والد اور دادا سے محبت کریں اور ان پر فخر کریں لیکن ہم لوگوں کا فخر عالی نسبی، شریف حسبی نہیں بلکہ وہ علوم و معارف وہ زہد وہ تقویٰ وہ ورع اور للّٰہیت ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے والد صاحب صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ میں دیکھی اور پرکھی۔

حضرت کے تمام معاصرین اب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں اور اپنے رب کے حضور حاضر ہیں۔ تمام معاصرین میں سے حضرت کو یہ برتری ہماری نگاہ میں حاصل تھی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس‘ تعلیم و تعلم، افتاء و تذکیر میں گزار دی اسباق پڑھانے کا اتنا شوق اور حوصلہ میں نے اور میرے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی کسی میں نہیں دیکھا۔ صبح سویرے سے 12 بجے تک دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے۔ اس کے بعد مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہو جاتا تو مزید طلبہ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے۔ پھر گھر واپس آتے جو درگاہ معلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے دس منٹ کے فاصلہ پر تھا۔ کھانا

(1) ارشد القادری‘ علامہ‘ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات‘ ص 107
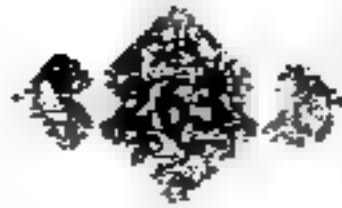
کھاتے اور مختصر قیلولہ فرماتے۔ پھر نماز ظہر ادا کرتے اور 2 بجے سے 4 بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہو جاتے۔ چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہوتا تو اس کے بعد 5 بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ مدرسہ کے درس کے پڑھاتے۔ عصر کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہ معلیٰ میں پڑھتے اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت ثانیہ میں شریک ہوتے۔ اکثر ائمہ مساجد کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے قرأت اور رکوع و سجود کی خامیوں کی بنا پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ جمعہ ہمیشہ بلا ناغہ درگاہ معلیٰ ہی میں ادا فرماتے تھے۔ اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے۔ سردیوں میں یہ لائحہ عمل ہوتا۔ گرمیوں میں مدرسہ ½12 بجے تک رہتا پھر اس کے بعد ایک ڈیڑھ بجے تک درس دیتے۔ گھر واپس آتے۔ کھانا کھاتے قیلولہ کرتے اور 3 بجے سے 6 بجے تک از سر نو تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا۔ پھر عصر کی نماز درگاہ شریف میں پڑھتے۔ یا کسی اور مقام پر۔ اور گھر سے دولت باغ جو تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا تفریح کے لیے جاتے۔ (اس لیے کہ ڈاکٹروں اور حکیموں نے صحت اور جسم کی توانائی کے لیے اس کا مشورہ دیا تھا) لیکن یہ تفریح بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ (محدث پاکستان) آپ کے ہمرکاب ہوتے اور اسباق کا سلسلہ جاری رہتا۔

ایک بار خود مولانا سردار احمد صاحب نے دارالعلوم امجدیہ کے جلسۂ دستار بندی میں اپنی خصوصیت تلمیذی اور شرف تلمذ کے سلسلے میں پوری تفصیل بیان کی۔ اور خود میرا مشاہدہ بھی تھا اس لیے کہ میں اور بہت سے دوست بھی روزانہ دولت باغ جاتے، دولت باغ میں حضرت مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں پڑھتے۔ اذان و اقامت ہوتی اور نماز ہوتی جماعت دیکھ کر باغ میں آنے والے کئی سو آدمی اس جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد رات کو گھر تشریف لاتے۔ کھانا کھاتے اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا۔ ہم سب لوگ لالٹین کے آمنے سامنے بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ عشاء کی نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

صبح سویرے بیدار ہوتے۔ نماز فجر ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید کا ہمیشہ تلاوت کرتے۔ اور شجرہ طیبہ کا ورد کرتے۔ اور کچھ اوراد و وظائف پڑھتے۔ لیکن مختصر، وقت ہی بہت کم تھا۔ ناشتہ کرتے اور پھر سیدھے مدرسہ۔ جمعہ کے دن تعطیل ہوتی اور جمعرات کو آدھی تعطیل ہوتی تھی۔
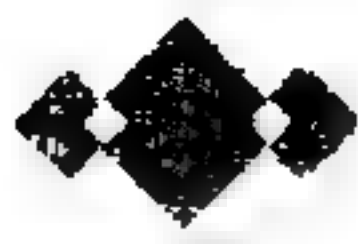
اسباق کا ناغہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ سر میں درد کی اگر شکایت کی جاتی تو فرماتے کہ طالب علم کے سر میں درد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا سر کا درد کوئی بیماری نہیں نہ خود چھٹی لیتے اور نہ چھٹی کو پسند کرتے نہ ادھر ادھر کی باتیں ہوتیں بس وقت شروع سبق شروع وقت ختم سبق ختم دوسرے کسی استاد میں یہ بات نہ تھی سوائے حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید دہلوی علیہ الرحمۃ کے وہ بھی اس بات کو پسند نہ کرتے کہ ادھر ادھر کی باتیں ہوں لیکن ہم لوگ کچھ نہ کچھ وقفہ کبھی کبھی ان کے یہاں نکال لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت قبلہ صدر الشریعہ کے یہاں کسی کو اس کی جرأت ہی نہ ہوا کرتی تھی۔ تشفی وتسلی کے لیے اشکال پیش کرتے تو معقول و مدلل جواب عطا فرماتے لیکن کسی کو فضول اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اس زمانہ کے معاصرین میں بہت کم لوگ اس قدر جم کر پڑھاتے ہوں گے جلسہ جلوس میں بھی شریک نہ ہوتے صرف سال میں دوبار ناغہ کرتے اور رخصت کر لیتے۔ ایک گیارہویں شریف کے جلسہ کے لیے۔ پالی مارواڑ جاتے جو آخر عمر تک ہمیشہ معمول رہا۔ دوسرے اجمیر شریف یا جہاں بھی ہوں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے عرس شریف میں برابر حاضری دیتے میرے علم میں نہیں کہ کسی عرس سے آپ نے غیر حاضری کی ہو۔ ایک زمانہ میں عرس شریف سخت بارشوں میں آئے لوگوں نے رائے دی کہ وقت کو ٹالا جائے آپ نے سختی سے مخالفت کی۔ چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین اور حضرت مفتی اعظم نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا ان دو چھٹیوں کے علاوہ کبھی چھٹی نہ کرتے سوائے ان تعطیلات کے جو مسلمانوں میں یا مدراس دینیہ میں معمول تھیں۔

میں نے سب سے اہم کتاب ''میزان'' ''منشعب'' حضرت سے پڑھی اس کے بعد شرح مائۃ عامل' کافیہ' شرح جامی' قطبی' میر قطبی' ملا حسن' میر زاہد' ملا جلال' رسالہ قاضی مبارک چند اسباق شمس بازغہ اور امور عامہ کے۔ اس کے بعد میں مصر چلا گیا۔ واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں تفسیر بیضاوی تا آخر سورہ بقرہ۔ تشریح الافلاک شرح چغمینی' صدرا' بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی شریف' ابوداؤد شریف' نسائی شریف' شرح معانی الآثار امام ابوجعفر طحاوی دونوں جلدیں مکمل۔ میراث میں سراجی بھی اجمیر شریف میں پڑھی۔ اس (یعنی صرف سراجی کے) سبق میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز، مولانا سردار احمد صاحب اور ان کے بقیہ ساتھی سب ہی شریک تھے۔
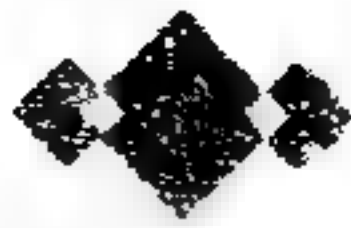
نیز حضرت والد صاحب قبلہ سے ان کا تصنیف کیا ہوا اسلامی قاعدہ بھی ابتداء میں پڑھا اور پھر اردو کی دوسری کتاب پڑھی۔ فارسی میں میں نے والد صاحب قبلہ سے گلستاں باب ششم پہلے پھر گلستاں باب سوم بعد میں پڑھے۔ غرض کہ حضرت والد صاحب کے تلامذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ سے زیادہ کتابیں حضرت سے پڑھی ہوں۔

ان کتابوں میں ہر کتاب اپنے اپنے مقام پر اہم ہے۔ لیکن لوگ شاید کسی بڑی کتاب کو اہم تصور کرتے ہوں یہ تصور میرے نزدیک صحیح نہیں۔ تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشکل قاعدہ بغدادی ہے۔ جس کے پڑھنے کے لیے وقت، دقت، محنت اور جانے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا استاذ شاید یہی پہلا استاذ ہو جس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اسی لیے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا **من علمنی حرفا فقد صرت له عبدا**۔ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام اور خادم ہو گیا۔ اب بتائیں کہ "میزان" و "منشعب" سے زیادہ کوئی کتاب علوم عربیہ میں اہم ہے۔ اسی طرح شرح مائۃ کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ خاص کر ہندو پاکستان کے متعلقین کے لیے، ایک زمانہ میں اس کتاب کو ندوے والوں نے اپنے نظامِ تعلیم سے خارج کر دیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ کوئی طالب علم صحیح عبارت خوانی اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ کتاب نہ پڑھ لے لہٰذا دوبارہ اسے داخل نصاب کیا گیا۔

والد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے بالترتیب یہ لڑکے تھے۔ مولانا حکیم شمس الھدیٰ مرحوم مولانا محمد یحییٰ مرحوم، عبد المصطفیٰ الازہری غفرلہ (راقم الحروف) مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم ہم چاروں بھائی ایک والدہ سے تھے جن کا نام کریمہ تھا۔ یوں تو سب بھائیوں سے محبت کرتے تھے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں بہت منہ لگا اور بے تکلف تھا اگر دونوں بزرگ بھائیوں کو کوئی بات والد صاحب سے منوانی ہوتی تو مجھ کو فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی حکیم شمس الھدیٰ حضرت والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ بڑا ادب کرتے تھے۔ کوئی بات کتنی ہی ضروری ہو پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ باوجود شدت مرض کے اور منہ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے جبکہ تقریباً 40 سال کی عمر ہو چکی تھی پان تک نہ کھاتے تھے حالانکہ وہ پان کے عادی تھے۔ بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ، خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے، جو محبت پدری ان سے تھی۔ اس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا۔ لیکن میں سب کی فریادیں اور فرمائشیں حضرت
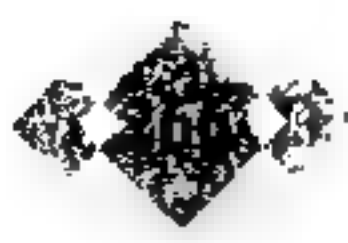
قبلہ تک پہنچایا کرتا تھا اور اکثر باتیں اگر لائق قبول ہوتیں تو مان لی جاتی تھیں۔ اسباق مجھے خصوصی طور پر پڑھاتے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کی والدہ نہیں تھیں۔ ہمارے بہت ہی بچپن میں انہوں نے وفات پائی۔ والد صاحب قبلہ نے باپ اور ماں دونوں کا کردار ادا کیا حالانکہ یہ بہت شاق کام ہے۔ سوتیلی والدہ سے ہم لوگوں کی کوئی غرض کبھی وابستہ نہیں رکھی۔ لباس' خوراک' عید' بقرہ عید' پھل' میوے' مٹھائی' شیرینی' علاج' معالجہ ہر چیز کی خود ہی نگرانی فرماتے تھے۔ مجھے اپنے مصرف سے مصر تعلیم کے لیے بھیجا اور تقریباً سارے مصارف برداشت کیے جب میں واپس آیا اور میں نے بمبئی سے اطلاع دی کہ فلاں گاڑی سے وطن جا رہا ہوں تو آگرہ کے اسٹیشن پر آ کر ملاقات کی اور سامان اتروایا اور ٹونڈلہ لا کر دوسری گاڑی میں سوار کیا اور فرمایا کہ مجھے مدرسہ کا ایک ضروری کام ہے اس لیے ساتھ نہیں جاؤں گا ایک ہفتہ بعد گھر آؤں گا۔ اور پھر گھر آ کر عظیم ترین جلسہ تہنیت و میلاد شریف کا اہتمام فرمایا جس میں مبارک پور کے اکثر اساتذہ اور طلبہ بالخصوص حضرت حافظ عبد العزیز علیہ الرحمۃ شریک ہوئے۔ اگر میں کسی وجہ سے کھانا نہ کھاتا تو اس کی اطلاع فوراً والد صاحب کو دی جاتی اور وہ اپنے سامنے بلا کر پوری شفقت اور مہربانی سے مجھے کھانا کھلواتے ایک باپ ایک استاذ اور ایک مربی کی حیثیت سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ سب سے زیاد شفقت فرماتے تھے۔

اہم واقعات تدریس و تبلیغ میں نے پہلے مضمون میں تحریر کر دیئے ہیں۔ میرے رفقاء درس کے دو دور ہیں پہلے دور میں اجمیر شریف اور بریلی شریف اور دوسرے دور میں مصر سے واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ کے رفقاء ہیں۔ فریق اول میں خاص ساتھی مولانا ابو الوفا شاہ مظفر پوری' مولانا غلام یٰسین صاحب مظفر پوری' مولانا سید محمد علی اجمیری' جناب سید حسین علی صاحب اجمیری کے صاحبزادے تھے۔ اور اکثر اسباق میں شریک تھے جو اجمیر شریف میں پڑھے گئے۔ سید اقبال صاحب اجمیری' مولانا خیرات الحسن صاحب اجمیری' مولانا یونس صاحب اجمیری۔ یہ لوگ خدام خواجہ میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت والد صاحب کی برکت سے سے اکثر علوم درس نظامی حاصل کیے ورنہ اکثر خدام حضرات ایک دو کتابیں یا درجے پڑھنے کے بعد علم سے دور چلے جاتے تھے۔

حضرت کے شب و روز میں نے ابتداء میں ذکر کیے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت

کی آنکھوں میں بینائی پوری تھی، کمی کی کوئی شکایت نہ تھی۔ اس کے بعد آخر عمر میں بینائی کافی کمزور ہوگئی تھی پڑھنا لکھنا دشوار تھا۔ مگر اتنی تھی کہ باسانی بغیر کسی کی مدد کے چل پھر لیتے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت قبلہ نے سورۃ یٰس شریف' سورہ ملک' سورہ مزمل اور بہت سی سورتیں جو مجھے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں زبانی یاد کرلی تھیں۔ اور تقریباً روزانہ صبح اور رات کو ان کی تلاوت فرمایا کرتے تھے جہاں تک میں جانتا ہوں رمضان مبارک میں تو ضرور تہجد پڑھتے۔ بعد رمضان مجھے صحیح یاد نہیں کہ باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے یا نہیں لیکن فرائض اور سنن پر ہمیشہ مواظبت فرماتے۔ اور جس زمانہ میں کریم الدین پور گھوسی رہا کرتے تھے تو روزانہ بعد عصر ہمیشہ اپنے بڑے بھائی حکیم احمد علی صاحب کے یہاں جاتے اور وہ روزانہ بعد مغرب ہمارے یہاں آتے حکیم صاحب کا گھر موضع دیہہ کلاں (بڑا گاؤں) میں تھا اور وہیں قادری منزل بھی تھی اور بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کی دوکان کے سامنے کبھی کبھی ٹھہر جاتے یا کرسی پر بیٹھ جاتے سیر و تفریح سے بہت انس تھا۔ اور دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ خاص کر حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب کے ماموں عبد اللطیف دلال جن کو والد صاحب ہمیشہ سیٹھوا کہا کرتے تھے' عید' بقرعید یا تفریح کے موقع پر وہ اور رحمت الٰہی عرف تلاہی محمد ظاہر اور محمد عمر عرف کرو جو والد صاحب کے بچپن کے دوست تھے اور اکثر اہل محلہ ساتھ ساتھ دیہاتوں میں جایا کرتے تھے پرانے دوستوں سے ملاقات ہمیشہ قائم رکھتے تھے۔ جب بھی گھوسی آتے تو محلہ بیسواڑہ میں عبدالحیٔ خاں صاحب سے ضرور ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح فتح پور ہسوہ جا کر وہاں بزرگ عالم سنی سے ملتے۔ وہاں ایک اشرف علی کا بھی مرید تھا بڑا مکار اس سے یا کسی بدمذہب سے کبھی بھی ملاقات نہ کرتے۔

میری شادی اور نکاح کا معاملہ اچانک ماموں صاحب کی لڑکی سے طے ہوگیا۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ صرف نکاح کیا جائے اور شادی وغیرہ بعد میں اطمینان سے ہو۔ لیکن ماموں منشی حبیب اللہ صاحب نے کہا کہ ہمارے یہاں رسڑا ضلع بلیا میں یہ طریقہ نہیں ہم لوگ نکاح رخصتی وغیرہ سب ایک ہی وقت کرتے ہیں۔ والد صاحب قبلہ نے یہ سن کر فوراً نکاح اور شادی کے لوازمات کی تیاری کا کام بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مغفور کے ذمہ لگا دیا برادر معظم نے سارا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ عبدالمصطفیٰ کی شادی کے موقع پر تولا کپے گا یہ طریق کا راب تو بالکل ختم ہوگیا۔ اس زمانہ میں بھی قریب قریب معدوم ہو چکا تھا اس کا

طریقہ یہ تھا کہ مٹی کا ایک خاص قسم کا دیگ نما برتن ہوتا تھا جس میں ہر برتن میں 5 سیر گوشت نمک مرچ ہلدی مصالحہ پیاز لہسن تیل غرض تمام چیزیں بیک وقت ڈال کر اوپلے کی آنچ پر پکایا جاتا تھا اور برتن کا منہ آٹے سے جام کر دیتے تھے۔ یہ انتہائی لذیذ گوشت تیار ہوتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ یہ ہوتا کہ صبح 6 یا 7 بجے پہلا برتن چڑھتا اور اس کے بعد دوسرا' تیسرا' چھوٹے چھوٹے گڈھے کھود کر چولہا بنتا اور یوں تیس چالیس تو لے چڑھتے یا جتنے لوگوں کی دعوت ہوتی۔ میری شادی میں تمام اعزہ و اقربا تو گھر بھر کے اور بستی میں ہر گھر سے ایک فرد اور اردگرد کے محلوں سے بہت سے افراد مدعو تھے۔ 12 بجے کے قریب سے کھلانا شروع کیا گیا اور یہ سلسلہ تقریباً 4-3 بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد پھر کسی دعوت میں اس طریقہ کا کھانا کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ یہ برتن اس زمانہ میں بھی بڑی مشکل سے دستیاب ہوئے تھے۔ اور اب تو شاید لوگوں کو اس کا نام بھی معلوم نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے پکانے کا کسی کو ڈھنگ آتا ہو۔ یہ خصوصیت والد صاحب قبلہ کی انتہائی محبت اور شفقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور بھائیوں کی شادی میں بھی بہت اہتمام کیا گیا۔ برادرم عطاء المصطفیٰ مرحوم اس کے بعد برادر رضاء المصطفیٰ کی شادی کے موقع پر بھی خاص اہتمام تھا لیکن اب کھانے کا حساب کتاب باورچیوں اور نانبائیوں کے سپرد تھا۔ وہ پرانا طریقہ کہ محلہ کے بزرگ اور نوجوان تمام کام خود کرتے پکاتے کھلاتے پلاتے۔ اب وہ باتیں کہاں رہ گئی ہیں۔

والد صاحب قبلہ نے ہم چار بھائیوں کے حساب سے قادری منزل کی تعمیر کی تھی۔ اور اس کا سلسلہ ایسا رکھا تھا کہ بوقت ضرورت چاروں اپنے آپ کو الگ کر سکیں۔ دیواروں میں جگہ رکھی گئی تھی جو پلاسٹر میں دبا دی گئی لیکن ہم سب لوگوں کو معلوم تھی۔ اس کے بعد قضائے الٰہی سے دونوں بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی والد صاحب کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئے برادرم مولانا یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا تو میں اس وقت بریلی میں تھا۔ والد صاحب نے لکھا کہ میں فلاں روز آگرہ ہوتا ہوا گیارہویں شریف کے موقع پر پالی جاؤں گا میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لیے تم مجھے راستہ میں مل لو اور میرے ساتھ ساتھ پالی چلو۔ چنانچہ میں بریلی سے اچھنیرہ اسٹیشن پہنچ گیا وہاں پر دونوں گاڑیوں کا میل ہوتا تھا چنانچہ تھوڑی تلاش کے بعد والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہو گئی۔ دونوں آبدیدہ ہو گئے۔ بعد میں تذکرہ فرمانے لگے کہ میں آگرہ میں آیا تو ایک قلی نے کہا کہ بڑے میاں میں آپ کا سامان اٹھاؤں تو میرے دل پر چوٹ پڑی۔ اس سے قبل کسی نے بھی کبھی مجھے بڑے
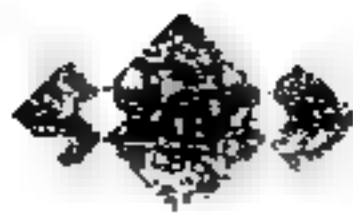
میاں نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا ہاں بھائی اب میں بڑے میاں کہلانے کا مستحق ہو گیا ہوں اس لیے کہ میرے بچے کے انتقال نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کا انتقال ہوا تو آپ کی کمر بالکل جھک گئی تھی۔ صدمے کا اظہار تو نہ کیا لیکن کمزوری اور کمر کے خم نے حالت کا پتہ سب کو بتا دیا۔ پھر آخر میں برادرم مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم کے انتقال کے تیسرے ہی دن انتہائی صدمہ سے آنکھ کی بینائی میں کمی آ گئی۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ اولاد آنکھ کا نور ہوتی ہے ان کے انتقال سے اس کا ظہور ہو گیا اور باوجود آپریشن اور علاج و معالجہ کے پھر بینائی حسب سابق واپس نہ آ سکی۔ غرض جب تینوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو اب سفر حج سے قبل والد صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ مکان کس طرح تقسیم کیے جائیں چونکہ برادرم مولانا ضیاء المصطفیٰ سلمہٗ یہ چار بھائی ایک ہی والدہ صاحبہ سے تھے جو ابھی تک زندہ ہیں۔ میں نے کہا قادری منزل ان بھائیوں کو دے دیں۔ اور قاری رضاء المصطفیٰ اور مجھے پرانا مکان دے دیں اور بھتیجوں مولانا قمر الہدیٰ سلمہٗ اور قاری ساجد علی سلمہٗ کو بھی کچھ نہ کچھ دے دیں تاکہ یہ سر چھپا سکیں۔ چنانچہ والد صاحب قبلہ نے تقریباً اسی کے مطابق کچھ ترمیم و تنسیخ کے ساتھ اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ علم کے دریا اور فقہ کے سمندر تھے۔ حدیث پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کو پورا عبور تھا۔ بدمذہبوں کے تمام اشکال اور اعتراض کے مسکت و مدلل مختصر جواب دینا آپ کی شان تھی۔ کبھی بھی طلبہ کے اعتراض پر برہم نہ ہوتے۔ ہر اعتراض کا جواب دیتے اور طلبہ کو اطمینان ہو جاتا۔ آج جب ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو دل لرز جاتا ہے۔ (1)

---

(1) عبد المصطفیٰ الازہری علامہ، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 31 تا 35

محدثِ کبیر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ

محدثِ کبیر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی قصبہ گھوسی میں 2 شوال 1354ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ قرآن حکیم بڑے چچا حکیم احمد علی سے ختم کیا۔ اردو کی دوسری کتاب سے فارسی اور میزان و منشعب تک اپنے والد مکرم حضرت صدر الشریعہ سے پڑھی۔ نحو میر و پنج گنج علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ سے پھر ہدایۃ النحو تک مولانا غلام آسی صاحب سے پڑھی اس کے بعد 1369ھ/1949ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے اور متوسطات سے منتہی درجات تک کی تعلیم وہیں مکمل کی۔ حافظ ملت علامہ عبد العزیز' اور علامہ حافظ عبد الرؤف علیہما الرحمۃ سے معقولات و منقولات کی اہم کتابیں پڑھیں اور فروری 1957ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ پھر وہیں تحقیقی نصاب دو سال میں مکمل کیا' بعدہٗ تدریس کی طرف متوجہ ہوئے۔ مئی 1959ء میں دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی میں صدر المدرسین کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ جون 1961ء تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دے کر مدرسہ کے تعلیمی معیار کو بلند کیا۔ بعد ازاں مدرسہ فتحیہ' فرفرہ' ضلع ھگلی' اور مدرسہ ضیاء الاسلام تکیہ پاڑہ' ہوڑہ' بنگال میں 1972ء تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب کے انتقال کے بعد مبارک پور میں جب ایک باصلاحیت مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو حافظ ملت نے آپ کو مبارک پور آنے کا حکم دیا۔ شوال 1369ھ/ نومبر 1972ء میں حافظ ملت نے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں آپ کی تقرری کی۔ معقولات و منقولات میں عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اشرفیہ کے کامیاب مدرس رہے۔ اور چند سال کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے اور آج تک انتہائی جامعیت کے ساتھ حدیث' فقہ' مناظرہ' فلسفہ اور دیگر علوم و فنون کی تدریس میں مصروف ہیں۔ ہند و بیرونِ ہند کے طول و عرض میں ہزاروں علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ ایک کامیاب مناظر بھی ہیں۔ 1978ء میں غیر مقلدوں سے آپ نے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا جس کی روداد 1399ھ میں ''صارم الحق القاتل علی القلب جازم الباطل'' کے نام سے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ یہ روداد آپ کی علمی و فنی مہارت پر شاہد عادل ہے۔ اس کے علاوہ بدایوں میں مولوی خلیل احمد بجنوری ثم بدایونی سے حفظ الایمان کی مشہور کفریہ عبارت پر مناظرہ کیا۔ اور اسے لاجواب کیا۔

کلیا چک مالدہ میں آپ نے دیوبندیوں' وہابیوں سے حاضر و ناظر کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ ڈربن' ساؤتھ افریقہ میں طاہر القادری سے کامیاب مناظرہ کیا اور اسے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں ہند اور بیرون ہند کی اہم کانفرنسوں میں مدعو کیے جاتے ہیں۔ علماء بھی آپ کی علمی تقریر کے مداح ہیں۔ آپ ایک ماہر مفتی بھی ہیں' مجلس شرعی مبارک پور کے صدر ہیں۔ فنِ حدیث آپ کا خاص فن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے آپ کو ''محدثِ کبیر'' کا خطاب دیا ہے۔ علمِ حدیث میں ترمذی شریف کی اردو شرح کا کام آپ نے شروع کیا ہے مصروفیات کے باعث زیادہ کام نہیں ہو سکا ہے لیکن جتنا ہوا ہے وہ بہت وقیع ہے۔

ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ کے بانی اور سرپرست ہیں۔ دینی کاموں میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا سایہ شفقت تادیر قائم رکھے۔ آمین۔[1]

استاذ القراء مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ

ولادت گھوسی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہیں سے سند فراغت حاصل کر کے پاکستان تشریف لائے۔ ملک و ملت کے لیے آپ کی خدمات لائق تقلید ہیں۔ آپ عالمی تبلیغی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کے نائب صدر' دار العلوم نوریہ رضویہ کراچی کے مہتمم' اور کراچی کی عظیم الشان نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کے خطیب ہیں۔ مدنی قاعدہ' دوازدہ سورہ اور مجموعہ اوراد و وظائف آپ کی تالیفات ہیں۔

آپ کی سرپرستی میں مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی نے اشاعتی میدان میں اہل سنت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ فتاویٰ امجدیہ کی چاروں جلدیں اور بہارِ شریعت حصہ 18 تا 20 پاکستان میں آپ ہی کے اہتمام سے شائع ہوئی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کو عمرِ خضر بصحت و عافیت عطا فرمائے۔

---

(1) آل مصطفیٰ مصباحی' مولانا' سوانح صدر الشریعہ' ص 129-126' بتصرف

عالمِ باعمل مولانا علامہ بہاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ

ولادت 1363ھ/1943ء میں قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ رسم بسم اللہ خوانی والد محترم حضرت صدر الشریعہ نے ادا کرائی۔ قرآن ناظرہ والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ بعد ازاں درسِ نظامی کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے۔ برادرِ اکبر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی سے مشکوٰۃ اور ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارک پوری شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی وغیرہم سے درسِ نظامی کی منتہی کتب پڑھنے کے بعد 1964ء میں سند فراغت حاصل کی۔ الٰہ آباد سے مولوی، عالم اور فاضل دینیات کے امتحانات پاس کیے۔ تدریس کا آغاز جامعہ اشرفیہ سے ہی کیا۔ فروری 1968ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لائے۔ یہاں چار سال پڑھانے کے بعد حضرت مولانا ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ کے ایماء پر 1972ء میں دار العلوم منظر اسلام میں منتقل ہو گئے اور تادم تحریر اسی مرکز اہل سنت میں فیض لٹا رہے ہیں۔

جید اور متبحر عالم دین ہونے کے باوجود نہایت سادہ اور منکسر المزاج ہیں۔ تصنع اور تکبر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دورِ طالب علمی میں بھی آپ کی یہ صفات نمایاں رہیں۔ بیعت اور اجازت و خلافت کا شرف حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔[1]

---

(1) ماخوذ از "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" باختصار

وصالِ پُر ملال

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

سفرِ حرمین یا سفرِ آخرت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ 1337ھ/1919ء میں عین جوانی کے عالم میں پہلی مرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ حالانکہ ہمارے یہاں پاک و ہند میں عام رواج یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے تمام بچوں کی شادیاں کر لیتا ہے اور سب کے رہنے کے لیے مکان بنوا لیتا ہے' پھر حج کرتا ہے۔ لیکن حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے عین جوانی کے عالم میں حج کیا۔ خود فرمایا کہ میں حج وزیارت کے لیے شب و روز بے تاب رہتا جب حج کے لیے قافلہ نکلتا تو میں دل مسوس کر رہ جاتا۔ میرے پاس اتنا سرمایہ جمع نہیں ہو پاتا کہ میں حج وزیارت کر سکوں مگر کچھ نہ کچھ اس کے لیے پس انداز کرتا رہا ابھی پوری رقم جمع نہ ہو پائی تھی کہ بیتابی برداشت کی منزلوں سے آگے بڑھ گئی۔ اس زمانے میں حج کے سفر میں کم از کم تین مہینے ضرور صرف ہوتے تھے عموماً چار مہینے لگ جاتے تھے چار ماہ کے لیے بچوں کے لیے نان و نفقہ کے واسطے گھر چھوڑنا' پھر حج کے اخراجات کے لیے رقم ہونا بڑا مشکل نظر آ رہا تھا۔ لیکن جب بے تابی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں نے کچھ قرض لیے اور حج کے لیے گیا' آپ کو دھوم دھام سے بچوں کی شادی کے لیے قرض لینے والوں کی فہرست بہت لمبی ملے گی مگر حج کے لیے قرض لینے والوں کی سوائے حضرت صدر الشریعہ کے شاید ہی کوئی مثال ہو۔

1367ھ/1948ء میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے حج کا قصد فرمایا یہ اطلاع جب حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو ملی تو آپ نے بھی عزم مصمم کر لیا کہ میں بھی دوسری مرتبہ حاضری دوں حالانکہ ان دنوں بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی اتنی کہ خطوط اور فتاویٰ بھی املاء کروایا کرتے تھے۔ مگر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آگ سینے میں لگا رکھی تھی اس نے اس عذر کی بھی پرواہ نہ کرنے دی اور بے خطر حج وزیارت کے لیے درخواست دے دی۔

پروگرام یہ طے ہوا کہ دولت کدے سے پہلے بریلی شریف حاضری دیں اور پھر وہاں سے

حضرت مفتی اعظم ہند کے ہمراہ بمبئی جائیں۔

سوز و گدازِ عشق

اس سفر میں حضرت صدر الشریعہ پر ایک عجیب وارفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔

26 شوال 1367ھ کو گھوسی سے روانگی طے ہوئی۔ 25 شوال کی شام کو جب بعد عشاء حضرت چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے اور حافظ ملت نے پاؤں دبانا شروع کر دیے۔ اسی اثناء میں حضرت صدر الشریعہ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوا۔

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
اسی میں عمر الٰہی تمام ہو جائے

حافظِ ملت نے عرض کیا کہ اب بھی جب قافلہ مدینے کی طرف چلتا ہے تو زائرین بڑے ذوق و شوق سے اس شعر کو پڑھا کرتے ہیں.......... فرمایا پڑھتے ہوں گے۔ مولوی سبحان اللہ کو بلاؤ۔ مولوی سبحان اللہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ حضرت جامی کی وہ نظم پڑھو۔

احن شوقا الی دیار لقیت فیھا جمال سلمی

خاص بات یہ ہے کہ مولانا سبحان اللہ کی آواز کوئی اچھی نہ تھی۔ بس وہ اپنی ایک خاص لے میں پڑھتے تھے۔ نظم کے چند اشعار یہ ہیں۔

احن شوقا الی دیار لقیت فیھا جمال سلمی
کہ می رساند ازاں نواحی قیام و صلت بجا نیما

ترجمہ: ان دیار کے شوق میں رو رہا ہوں جن میں، میں نے محبوب کا جمال دیکھا تھا کہ اس کی طرف سے وصل کا پیغام ہماری جانب پہنچ رہا ہے۔

حریم کوئے تو کعبۂ دل جمال روئے تو قبلۂ جاں
فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

ترجمہ: تیری گلی دل کا قبلہ ہے اور تیرا جمال جان کا قبلہ..... اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو تیری طرف سجدہ کرتے ہیں اور سعی کرتے ہیں تو تیری طرف سعی کرتے ہیں۔

بناز گفتی فلاں کجائی چہ بود حالت دریں جدائی

مرضت شوقاً ومت هجراً فکیف اشکو الیک شکویٰ

ترجمہ: تو نے ناز سے پوچھا اے فلاں تو کہاں تھا...... جدائی میں تیری حالت کیسی تھی (میں نے عرض کیا) شوق میں بیمار ہوا ہجر میں مرگیا تمہاری شکایت کیا کروں۔

جب مولانا سبحان اللہ نے اخیر کا شعر پڑھا تو حضرت صدر الشریعہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بار بار اسی شعر کی تکرار کراتے رہے اور تڑپتے رہے۔

ہم نے کسی سوختہ جگر عاشق کو تڑپتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا مگر اس رات محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک دیوانے کو تڑپتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا۔ حافظ ملت اور میں خود دم بخود بہت دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حافظ ملت نے جب دیکھا کہ حضرت صدر الشریعہ کا حال غیر ہوتا جا رہا ہے تو مولانا سبحان اللہ کو حکم دیا کہ دوسری نظم شروع کرو۔ انہوں نے اسی پر عمل کیا آج اچھی طرح یاد نہیں وہ نظم کون سی تھی بہر حال اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ دیر بعد حضرت کو افاقہ ہو گیا۔[1]

یہی لکھتے ہیں۔ ''صبح کو وداع کہنے والوں کے جم غفیر کے ساتھ حضرت اسٹیشن روانہ ہوئے اور نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوتے ہی حضرت پر خود فراموشی کا عالم طاری ہو گیا۔ قدم لڑکھڑانے لگے' آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت کا بازو پکڑ لیا۔ دوسری طرف مولانا سبحان اللہ نے بازو تھام لیا۔ اس عالم کیف و مستی میں اسٹیشن روانہ ہوئے۔ ابتداء حضرت کی فرمائش کے مطابق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی مشہور نعت پڑھی گئی۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب کی وداعی نظم پڑھی جانے لگی جس کے مطلع کا صرف ایک ہی مصرع یاد ہے۔

چلا بیت الحرم کو قافلہ صدر شریعت کا

جب یہ نظم شروع کی گئی تو حضرت کا جو حال تھا وہ تھا ہی پورا مجمع کیف و مستی میں دیوانہ ہو رہا تھا۔

---

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 65' بتصرف
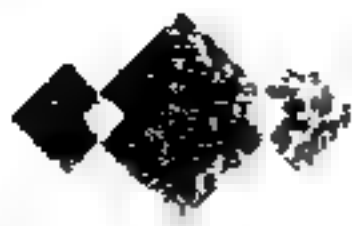
استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت کے بچپن کے ساتھی جناب عبدالحیٔ خان صاحب رضوی، راستے میں آ کر ملے مگر حضرت نے کوئی توجہ ان کی طرف نہیں کی۔ ہمیشہ کی عادت یہ تھی کہ جب کبھی خان صاحب موصوف ملتے تو خوشی سے حضرت کی باچھیں کھل جاتیں اور بے تکلفی کی باتیں شروع ہو جاتیں لیکن اس وقت فانی فی الرسول باقی بالرسول استغراق کی ان گہرائیوں میں تھا کہ دوست واحباب تو کیا چیز ہیں شاید اپنی بھی خبر نہ رہی ہو۔

اسٹیشن پہنچے تو گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ایک گھنے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ حضرت نے سب الوداع کہنے والوں کو بٹھایا اور وداعی تقریر فرمائی آج نہ وہ مضمون یاد ہے نہ وہ الفاظ لیکن ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہم سب کو ہمیشہ کے لیے الوداع فرما رہے ہیں پھر بیٹھ گئے، آنکھیں بند کر لیں۔ پھر استغراقی حال طاری ہو گیا...... اتنا کہ سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا فداء المصطفیٰ اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے ان پر والدین کی عارضی جدائی کے احساس سے بہت پژمردگی طاری تھی۔ میں نے ان کو لا کر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ عرض کیا حضور یہ فداء المصطفیٰ ہیں۔ ایک بار کی گذارش پر کوئی توجہ نہیں کی دوبارہ کچھ بلند آواز سے عرض کیا تو آنکھیں کھولیں۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کیا۔ (1)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ مئو شاہ گنج اسٹیشن سے ہوتے ہوئے شہر مرشد بریلی پہنچ گئے۔ راستے میں شدید بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ کو شدید بخار ہو گیا۔ بخار کی حالت میں ہی آپ نے اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر آخری حاضری دی۔ بخار کی شدت اتنی تھی کہ کبھی کبھی بے ہوشی کا سا عالم ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی علم دین کی ترویج و اشاعت کی خدمت بدستور انجام دیتے رہے۔ آخری وقت تک ذہن اور حواس سلامت رہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انہی ایام میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چند مسائل کا استفتاء ہوا۔ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے اور سفر حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں۔ یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر پر لیٹے لیٹے تمام سوالات حل فرما دیے۔ (2)

---

(1) ایضاً، ص 67-66

(2) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 39
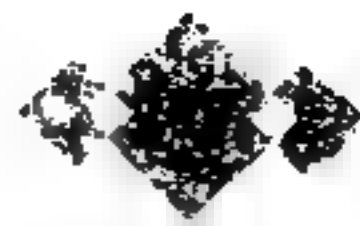
بخار کی شدت کے پیش نظر ساتھیوں نے سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے یہ کہہ کر ''اگر عمر کا پیمانہ لبریز ہو ہی چکا ہے تو اس سے بڑھ کر کون سی فیروز مند موت ہو سکتی ہے کہ راہِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی جان دے دوں' سفر جاری رکھا۔[1]

بریلی سے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی معیت میں بمبئی روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچتے پہنچتے بخار شدید نمونیہ کی صورت اختیار کر گیا۔ بمبئی اسٹیشن سے آپ کو قیام گاہ لایا گیا اور علاج شروع ہوا۔ لیکن کئی دن کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ اس سے آگے کے حالات اب رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

صدر الشریعہ کے آخری لمحات

میں اپنے اس افتخار کے لیے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازہ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ 1948ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلی گرام موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو۔

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبدالکریم رحمت والے میمن کے یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا حضرت بستر علالت پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن تھیں وہ بھی حضرت کے ساتھ ہی تھیں۔

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ دونوں حضرات بریلی شریف میں اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی جس کی وجہ سے بخار آ گیا۔ اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیہ کا حملہ ہو گیا۔

---

(1) محمد عالم مختار حق، حیات مصنف، بہار شریعت، ج1 ص5

بڑی مشکل سے انہیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اور ان کا علاج شروع ہوگیا۔ کئی دن کے علاج کے بعد بھی افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے لیے ناگپور ٹیلی گرام دلوایا گیا سخت بخار اور نمونیہ کی شدت سے حضرت پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی لیکن کبھی کبھی ہوش میں آجاتے تھے۔ اس وقفے میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا اچھا ہوا تم آگئے۔

مفتی اعظم اور حضرت کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لیے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہوگئی جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا مجھے تکیہ کے سہارے بٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کیے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سر شام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لیے تشریف لائے وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آسکتی جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پرنم آنکھوں نے کیا کہا' لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتی اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا۔

''جایئے! میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔''

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتی اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتی اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔

ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔

مفتی اعظم کے رخصت ہوتے وقت ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھبراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انہوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔

اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آ گیا ہے جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرائن سے جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں۔ تو انہوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لیے کمرہ خالی کر دیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اس وقت میرے اور ان کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کر پھر آنکھیں بند کر لیں کہ "روتی کیوں ہوں میں تمہارے ساتھ گھوسی چلوں گا"۔

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔ جب ہمشیرہ مخدومہ روتے روتے نڈھال ہو گئیں تو گھر کی عورتیں انہیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدہم ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہہ' شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ (1)

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کی پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینہ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا۔

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضور مفتی اعظم کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا لیکن ان کا رفیقِ سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

---

(1) 2 ذیقعدہ 6 ستمبر بروز دوشنبہ 1367ھ/1948ء تقریباً ساڑھے بارہ بجے شب۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ، بمبئی سے گھوسی تک

اس حادثۂ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔ صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ رات ہی کو حضرت کے متوسلین و معتقدین نے اپنے طور پر طے کر لیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کر دی۔

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے لیکن حضرت مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی مرضی معلوم کیے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔ رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی پر غشی آ رہی تھی وہ اس قابل ہی نہیں تھیں کہ ان سے کوئی بات کی جائے صبح کو کچھ طوفان تھما تو حضرت کے جنازۂ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انہیں باخبر کیا۔ یہ سنتے ہی وہ ابل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے۔ بچوں نے پوچھا کہ ابا میاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی۔ ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مخدومہ آپا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچا دی۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کیلئے راضی ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کیلئے پہلے کئی مراحل طے کرنے تھے۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنی تھی کہ لاش باہر جا سکتی ہے۔ دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزرویشن کا تھا۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے گئے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے کہ پیٹ چاک کر کے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس کے لیے رضامند ہیں۔ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردۂ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت
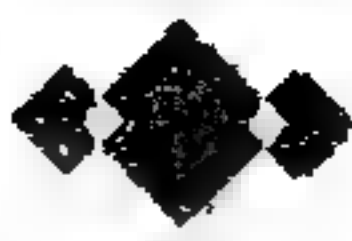
نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم رو ؤ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔خدا نے چاہا تو اس کی نوبت نہیں آئے گی اور کوئی نہ کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ جے جے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت واہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو از راہ کرم ہماری مدد کیجئے۔ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق کہئے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں ایکسپرٹ مانا جاتا ہے۔میں اس سے بات کرتا ہوں شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر جب واپس آیا تو اس کے چہرہ پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجایئے آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی انہیں تابوت میں رکھ دیجئے' اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہو تو تین مہینے تک لاش خراب نہیں ہوگی۔

مخدومہ آپا جان کو جب یہ اطلاع دی گئی تو وہ سجدۂ شکر میں گر پڑیں۔اور بیساختہ کہا کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے۔پہلا بنیادی مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہو گیا۔اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا۔سارے کاغذات لے کر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہو گئی جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا۔اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سیکنڈ کلاس کے دو برتھ ریزرو کرا دیئے اور جنازۂ مبارکہ کے تابوت کے لیے ایک وین بھی گھوسی تک کے لیے بک ہو گئی۔

جب وہ لوگ سب کچھ کر کرا کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی۔ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہو گئے۔ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار پر ایک

بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض جمعیۃ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے۔ اس زمانے میں انہیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لیے واعظین ومقررین فراہم کیے جاتے تھے۔ مُرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت 9 بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا۔ حضرت کا جنازہ مبارکہ عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا۔ راستے بھر تابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت شریف اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت شریف نظر نہیں آتا تھا۔ نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں جنازہ مبارکہ مغرب کے وقت اسٹیشن پر پہنچا۔ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی۔ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ مجمع میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے۔ فرط شوق میں انہوں نے نعت خوانی شروع کر دی۔ اس وقت کا منظر اتنا رقت انگیز ہو گیا تھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے صلاۃ وسلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھما۔

8½ بجے شب میں ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی کلمہ طیبہ اور درود وسلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کر کے سیل کر دیا بہت سے لوگ پھولوں کے ہار لیے ہوئے وہاں اس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہو چکا تھا تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انہوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور مخدومہ آپا جان دونوں سیکنڈ کلاس کے ایک ریزرو ڈبے میں بیٹھ گئے۔ جب ٹرین کھلی تو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین ومتوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک ان تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی اہل سنت کے علماء وعمائدین کو فون کے
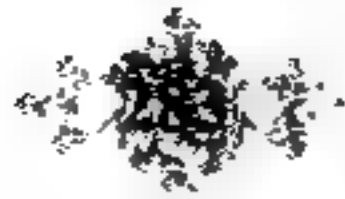
ذریعے مطلع کر دیا کہ حضرت صدر الشریعہ کا جنازۂ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کرا دیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں۔ اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچتی لوگ اس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا۔ میں اپنے سیکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے پھولوں کے ہار اور عطر وگلاب کے تحفے وصول کرتا۔

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان الملتہ علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے' اپنے سینکڑوں معتقدین ومتوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ تابوت شریف کا سیل توڑ کر تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے۔ چنانچہ وہاں سیل توڑ دی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے۔ باقی سامان ہمارے حوالہ کر دیا۔

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گرد ونواح کے سینکڑوں معتقدین واحباب وہاں جمع تھے۔ حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں۔ لوگوں نے نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں بریک وین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے بنارس جانیوالی ٹرین پر لے گئے وہاں بریک وین کے سامنے ریلوے حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔ تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کر کے سیل کر دیا۔

جب ہماری گاڑی بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا۔ نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں لوگوں نے تابوت شریف کو بریک وین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔ یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کر دیا۔ مخدومہ آپا جان اور ہم سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارا جنکشن پہنچی یہاں گھوسی جانے کے لیے ٹرین بدلتی تھی۔ پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء' طلبہ' اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا

ہوا تھا۔ جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہو گئے۔ نعرہائے تکبیر و رسالت کے گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا۔ یہاں سے کچھ خواتین بھی مخدومہ آپا جان کے ساتھ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئیں۔

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر تل رکھنے کو جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف نالہ و گریہ کا ایک کہرام بپا تھا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سربراہی میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے سارے اساتذہ طلبہ اور علاقہ کے علماء عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم و ضبط کی تلقین کر رہے تھے۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے ڈبے تک جانے کے لیے راستہ بنایا گیا اور حضور حافظ ملت کو علماء کے مجمع کے ساتھ وہاں پہنچایا گیا۔ ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے۔ حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف کو اتارا اور کاندھا دیا۔ اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ تابوت شریف کاندھوں اور سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے ایک کہرام برپا تھا جیسے ہی تابوت شریف دروازہ پر پہنچا قیامت کا ایک منظر تھا حج و زیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال کی تیاری کرنے والے آج یتیمی کا داغ لیے ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے دروازہ پر کھڑے تھے۔ قاری رضا المصطفیٰ جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس تھی ان پر تو ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ بڑی مشکل سے انہیں قابو میں کیا گیا۔ حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ اور عائشہ خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ خاندان کے لوگ بھی غم سے ایسے نڈھال تھے کہ ان کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا۔ جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علماء نے مل کر جنازۂ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا اس کے بعد
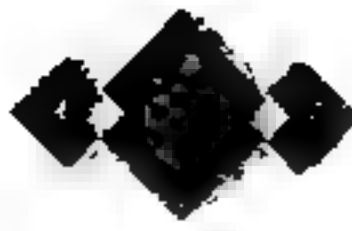
خاندان کے علماء اور اعزہ و اقارب زیارت سے مشرف ہوئے۔ پرنور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں۔ بیخودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مردِ مومن اور ایک زندہ و جاوید فقیہِ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آکر دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لیے جنازہ مبارکہ باہر لاکر رکھ دیا گیا۔

یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کے لیے وہی جگہ منتخب کی گئی جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفر حج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی۔ دیدارِ عام کے بعد جنازۂ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی۔ حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا...... شام ہوتے ہوتے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور مجد و شرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی۔ جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا تیسرے دن فاتحہ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علمائے کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات ان کی مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا۔

عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے جو شریک نہ ہو سکے انہوں نے اپنے پیغامات ارسال کیے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھتے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے۔

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر و اکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ یکم اور 2 ذی القعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف خلفِ اکبر محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سجادہ نشین آستانہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جواب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ

نے کافی جدو جہد کے بعد حضرت کے روضۂ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔اب حضرت مولانا عبدالشکور اعظمی اور ان کے رفقائے کار نے اس کی تعمیر جدید کے لیے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔خدا کرے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔اور حضرت صدرالشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے[1]۔

قطعات تاریخ وصال ومادہ ھائے تاریخ

سورۃ الذاریات کی آیت 15 ''اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْن'' کے الہامی مادہ سے حضرت صدرالشریعہ کا سال وصال متخرج ہوتا ہے۔اس کے علاوہ جانشینِ خطیبِ اعظم پاکستان علامہ کوکب نورانی مدظلہ نے سن وصال کے مندرجہ ذیل تاریخی مادے استخراج فرمائے ہیں۔

1367ھ

☆ عددِ صاحبِ بہارِ شریعت
☆ بہارِ چمنِ اہل سنت و جماعت
☆ اے غریقِ حبِ اللہ
☆ از یمنِ ذات امجد علی
☆ عالمِ نوائے رضا امجد علی
☆ طالبِ حق، مولانا امجد علی اعظمی
☆ حق پرست، صاحبِ فتویٰ
☆ لوح مزارِ اقدس صدرالشریعہ
☆ طوبیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ بے نظیر فقیہ
☆ مطلع جہانِ رضا امجد علی
☆ از امجد، محمدی، سنی، حنفی، ماتریدی، قادری
☆ اے دانشِ رضا

1948ء

☆ کل نفس ذائقۃ الموت
☆ فقیہ عالم چمن اعلیٰ حضرت
☆ عقدہ کشا مصنف بہارِ شریعت
☆ جمالِ محمدی، صدر و بدرِ شریعت، مولانا امجد علی
☆ اے محب واحد اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْن

---

(1) ارشد القادری، علامہ، ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر ص100-105
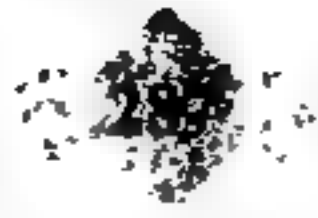
☆ مداحِ اُو مولانا امجد علی اعظمی انار اللہ برھانہ

☆ اے خلیفہ احمد رضا امجد علی

☆ صدر الشریعہ بدر الطریقہ امجد قدس سرہ

☆ محبِ منّان صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی[1]

O شاعرِ اہلِ سنت جناب طارق سلطانپوری صاحب نے مندرجہ ذیل 16 مادۂ ہائے تاریخ اور دو قطعاتِ تاریخِ وصال ارشاد فرمائے ہیں۔

مادہ ہائے تاریخ

(ا) 1367ھ

☆ صدر شریعت النبی

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

786 + 581 = 1367

☆ آوازِ شانِ رضا

☆ انجمنِ ادب و تحقیق و فقاہت

☆ زیبائی ماہِ تفکر و تفقہ

☆ نوید بہار شریعت مدینہ

☆ وجیہ نقشِ علوم و فراست

☆ جلوۂ مناظرِ اسلام

☆ ہمہ حب مصطفیٰ   امجد علی   مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

289 + 157 + 920 =1367ھ

(ب) 1948ء

☆ شیفتہ اوج حبیب لاجواب   امجد علی   مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

289 + 158 + 920 =1948ء

باب طیبہ   اجل امجد علی   قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

31 + 192 + 1725 =1948ء

☆ مایہ نازِ روزگار شخصیت

☆ موجِ فقرِ اعلیٰ حضرت

☆ قندیلِ بزمِ شریعت و طریقت

☆ ''ناظمِ بہارستانِ علومِ محمد''

---

(1) مکتوب گرامی علامہ کوکب نورانی بنام مؤلف
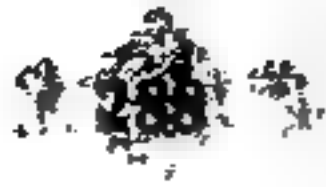
☆زیباجزائے جاوید تقویٰ   ان المتقین فی جنت وعیون

+ 581   + 1367   = 1948 [2]

قطعاتِ تاریخ

(1)

باغِ عالم کا ہو منظر کیوں نہ رنگین و حسین

گوشے گوشے میں ہیں طیب افشاں ریاحینِ رضا

مرشدِ کامل کا منظورِ نظر امجد علی

اس پہ دائم لطف فرما چشمِ حق بینِ رضا

اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم کا عکسِ جمیل

مظہرِ یکتائی تحقیق و تمکینِ رضا

شہ دماغ، اعلیٰ مدرس، منظرِ اسلام کا

اس نے کی خدمت بہ اطمینان و تسکینِ رضا

دی امامِ اہلِ سنت نے خلافت بھی اسے

اس کا قول' اس کا عمل تھا حسبِ آئینِ رضا

تھی ہمیشہ اس کی تحقیقی و علمی کوششیں

باعثِ خوشنودی و شاباش و تحسینِ رضا

عمر بھر باصد خلوص و استقامت وہ رہا

کاربند و عاملِ فرمان و تلقینِ رضا

اہلِ سنت کا وقار و افتخار اس کا وجود

اس کی شخصیت پہ نازاں ہیں محبینِ رضا

صاحبِ مجد و فضیلت' اس کے سالِ وصل کی

میں نے اے طارق کہی تاریخ ''شاہینِ رضا''

1367ھ

---

(۱) مکتوب گرامی جناب طارق سلطان پوری بنام مؤلف

(2)

گر اہلِ چمن فخر کریں اس پہ بجا ہے
امجد تھا گلابِ چمنِ دانش و حکمت

نکتہ رس و دیدہ ور و دانائے حقائق
وہ شارحِ احکام و قوانینِ شریعت

گلزارِ شریعت کی بہار اس کا تفکر
وہ نیرِ تحقیق و مہِ علم و فراست

اک گوہرِ تابندہ یمِ فیضِ رضا کا
صاحب نظر و راہ برِ اہل بصیرت

شاگرد بھی نامی ہوئے اس کے خلفا بھی
اس سے ہے عیاں اس کی بزرگی و جلالت

اس عالم دیں عاشقِ محبوبِ خدا کا
طارق نے سنِ وصل کہا "مجدِ فضیلت"
1367ھ [1]

(1) مکتوبِ گرامی جناب طارق سلطان پوری بنام مؤلف

کرامات

کرامات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ساری حیاتِ طیبہ شریعت وسنت کے مطابق ہونا' تلانذہ کا جلیل القدر عالم اور عالم گر ہونا' ساری کی ساری اولاد کا عالم و عاملِ دین ہونا اور آپ کی زندہ جاوید کتب کا مقبول خاص و عام ہونا کسی کرامت سے کم نہیں۔ لیکن عوام الناس صرف خوارق عادات ہی کو کرامت جانتے ہیں بحمدہٖ تعالیٰ اس نوع کی کرامات سے بھی صدر الشریعہ کا دامن خالی نہیں ہے۔ لیجئے ثقہ راویوں کی زبانی ملاحظہ فرمایئے اور ایمان تازہ کیجئے۔

(1) خوشبو ہی خوشبو

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے "ہم سب کا ارادہ یہ ہوا کہ چہلم سے پہلے پہلے مزارِ اقدس کو پختہ بنوا دیا جائے۔ وصال شریف کے پندرہ دنوں کے بعد چبوترے کی تعمیر کے لیے نیو کھودی گئی۔ اس کے بعد مزار اقدس پر جو چٹائیاں ڈال دی گئی تھیں وہ ہٹائی گئیں تو ایسی جان فزا خوشبو کا بھبوکا اٹھا کہ پوری فضا معطر ہو گئی۔ کام کرنے والے مزدور کام چھوڑ کر حیرت زدہ کھڑے تھے پھر اس کی شہرت ہوئی تو ہندو' مسلمان' شیعہ' سنی' وہابی' دیوبندی سب حاضر ہوئے اور سب نے اس خوشبو کو سونگھا۔ سب حیرت زدہ رہ گئے حتیٰ کہ ایک دیوبندی مولوی جس کا نام اختر علی تھا اس نے اعلانیہ یہ کہا کہ "صدر صاحب نے مرنے کے بعد اپنی کرامت دکھادی"

یہ خوشبو مسلسل کئی دن تک اٹھتی رہی جب ڈاٹ لگا کر مزار شریف کا تعویذ بند کر دیا گیا تو یہ خوشبو کا اٹھنا بند ہوا۔

مگر پھر بھی بہت سے خواص نے بعد میں بھی اس خوشبو کو محسوس کیا۔ حضرت کے وصال کے وقت حضرت کے بڑے صاحبزادے علامہ عبد المصطفیٰ الازہری صاحب علیہ الرحمۃ دار العلوم محمدیہ ضلع جھنگ میں تھے۔ قریب قریب سال بھر کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو حافظ ملت (مولانا عبد العزیز قدس سرہ) ان سے ملنے کے لیے گھوسی تشریف لے گئے۔ آٹھ بجے رات کو پہنچے تھے ازہری صاحب سے ملاقات کے بعد' بعد از نمازِ عشاء مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ ساتھ میں قاری محمد یحییٰ صاحب بھی تھے ان دونوں حضرات نے بھی یہ خوشبو مزار اقدس سے محسوس کی۔ اس پر حافظ ملت نے فرمایا کہ "یہ حدیث پاک کی خدمت کا صلہ ہے قریب قریب چالیس سال حضرت

صدر الشریعہ نے مسلسل دورۂ حدیث پڑھایا ہے یہ اس کی برکت ہے۔"[1]

(2) قبر کی مٹی' ذریعہ شفا

مفتی صاحب ہی راوی ہیں کہ" گھوسی کے مولانا فخر الدین کے والد محترم مولانا نظام الدین صاحب کے گردے میں پتھری ہوگئی تھی۔ انہوں نے ہر طرح کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بالآخر صدر الشریعہ قدس سرہ کی قبر انور کی مٹی استعمال کی جس سے ان کے گردے کی پتھری کا مرض تین دن میں دور ہو گیا۔[2]

حیات بعد از وصال

اولیاء اللہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی قبور میں زندہ و تابندہ ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں حیاتِ طیبہ سے نوازتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

خوش نصیب لوگ وصال کے بعد بھی ان کی زیارت و دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ ایک بافیض ولی اللہ تھے۔

وصال کے بعد ان کی حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمان صاحب اور حافظ ملت مولانا عبد العزیز صاحب قدس سرہما نے سر کی آنکھوں سے زیارت کی۔ تفصیل شاہزادہ صدر الشریعہ محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ غالباً 1391ھ یا 1392ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرس امجدی میں گھوسی وارد ہوئے (صدر الشریعہ کے) عرس کے اجلاس میں دورانِ تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ (مجاہد ملت) نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمۃ کی زیارت خواب میں ہوتی رہتی ہے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں۔ مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب

(1) شریف الحق امجدی' مفتی' ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر' ص 71' باختصار
(2) ایضاً' ص 196

میں زیارت نصیب ہوئی۔اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا۔یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرما رہے ہیں۔اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا۔اب بہر صورت آنا تھا اور آ گیا۔ابھی سلسلہ تقریر جاری تھا کہ آپ اچانک مزار اقدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجے میں معافی کے خواستگار ہوئے۔مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے تقریر شروع کی۔دورانِ تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلاشبہ ولی تھے وہ اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رخ موڑ دیا۔ چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور جنہیں حضرت حافظ ملت کے کشف و کرامات نیز انداز بیان کا علم تھا وہ عقدہ حل کر چکے تھے۔انہیں یقین ہو گیا کہ حافظ ملت اور مجاہد ملت جنہیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب حاصل ہے ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا۔(1)

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

(4) مشکل کشائی

خلیل ملت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''طلبہ کی طرف التفات تام کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں الجھن پیش آئی خواب میں تشریف لا کر ارشاد فرمایا ''بہارِ شریعت کا فلاں حصہ دیکھ لو''۔صبح اٹھ کر بہارِ شریعت اٹھائی اور مسئلہ حل کر لیا۔

وصال شریف کے بعد فقیر نے دیکھا کہ کتب احادیث کا درس دے رہے ہیں۔مسلم شریف سامنے ہے سفید اور شفاف لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں' مجھ سے فرمایا آؤ تم بھی مسلم شریف پڑھ لو۔

---

(1) عابد حسین مصباحی مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 196

(5) بلند آوازی

حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں ہزاروں افراد ہوتے۔ جب آپ بیان فرماتے تو ہر ایک کو یکساں آواز پہنچتی۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ حضرت صدر الشریعہ چونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت تھے۔ لہٰذا آپ کو اپنے مرشد حضور غوث پاک کی بلند آوازی والی کرامت سے خصوصی فیض عطا ہوا۔ آپ بھی جب بیان فرماتے تو سارا مجمع سنتا بلکہ قریبی علاقوں کے لوگ بھی سنتے۔ (واضح رہے کہ اس وقت لاؤڈ اسپیکر کا رواج نہیں تھا) چنانچہ مولانا نصیر الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بیان کرتے ہیں۔ ''جب حضرت صدر الشریعہ (مبارک پور میں) تقریر فرماتے تو دیولی (مبارک پور کے قریب گاؤں) تک آپ کی آواز پہنچتی تھی۔ [1]

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ''مبارک پور مدرسہ اشرفیہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک میں (صدر الشریعہ) تقریر فرما رہے تھے، ہم لوگ پرانے مدرسہ، پرانی بستی میں تھے۔ وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے۔ حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا۔ [2]

---

(1) عابد حسین مصباحی 'مولانا' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر' ص 186

(2) شریف الحق امجدی 'مفتی' ایضاً' ص 53

نذرانۂ اہلِ دانش

مناقب

نذرانۂ اہل دانش

اساتذہ کی نظر میں

اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت' مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن

''امجد علی کو درسِ نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت ہی بلند ہے۔'' (فیض الرسول' مارچ 1976)

یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں' طبیعت اخاذ ہے' طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔'' (الملفوظ)

''ذوالمجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلی مولانا ابوالعلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادری' برکاتی' اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنیٰ''

(بہار شریعت حصہ سوم)

میرا امجد مجد کا پکا　　　　اس سے بہت کچھ جاتے یہ ہیں

(الاستمداد)

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ

''مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے'' (ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)

علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری ثم جونپوری علیہ الرحمۃ

''شاگرد ایک ہی ملا اور وہ بھی بڑھاپے میں''

معاصرین کی نظر میں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ

مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے۔'' (ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)

مفتی اعظم ھند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ

اگر یہ (حضرت صدر الشریعہ) یہاں (بریلی) سے چلے گئے تو دار العلوم منظر اسلام کی تعلیمی حالت کمزور ہو جائے گی۔ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ مولانا ظفر الدین صاحب یہاں آ کر اس منصب کو سنبھال لیں گے۔ بے شک وہ جید عالم قابل مدرس ہیں مگر ذوالمجد والعلیٰ (حضرت صدر الشریعہ) کے برابر وہ اس کام کو انجام نہ دے سکیں گے۔ اگر یہ یہاں سے چلے گئے تو علم کی بہت بڑی دولت ہم لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ ان کے سوا کوئی دوسرا اس جگہ کو پر نہیں کر سکتا۔

(ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)

صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ

''یہ اعلیٰ حضرت کے احب الخلفاء ہیں''۔

صدر الشریعہ، مفتی.........مجمع الفضائل والکمالات، حامی الملۃ

صبر واجر دنیا آپ سے سیکھتی ہے۔ (مکتوب قلمی 28 اپریل و 30 ستمبر 1943ء)

حضرت علامہ سید احمد اشرف بن اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

''یہ علم کی لائبریری ہیں''۔ (تعارفی تقریر سنی کانفرنس منعقدہ بھاگلپور)

محدثِ اعظم ھند مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق انیق فرمائی کہ مخالف جاہل ہے تو امید قوی ہے کہ قبولِ حق کرے، معاند ہے تو سکوت سے کام لے۔

(بہارِ شریعت، حصہ دوم)

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ (مصنف حیات اعلیٰ حضرت)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب، پھر حضرت صدر الافاضل کا ارتحال سنی دنیا میں سخت غم کی بات ہے مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

افسوس زیادہ اس کا ہے کہ صدر الشریعہ کا واقعہ حضرت مفتی اعظم ہند کی غیبت اور صدر الافاضل کا حادثہ حضرت صدر اہل سنت جناب محدث صاحب قبلہ کی عدم موجودگی میں ہوا۔ ان لوگوں کو اس کا سخت صدمہ ہوگا۔

مجھے ان دونوں اساطینِ سنت کی جدائی کا جو صدمہ ہے وہ ہے اس کے علاوہ سخت صدمہ اس کا ہے کہ ان دونوں کے سینوں میں جو کچھ معلومات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق تھیں وہ اپنے ساتھ لے گئے۔" (دبدبہ سکندری رام پور 21 نومبر 1948)

مبلغِ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ

اکرم الاخوان، واصدق الخلان! نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا ہے غالباً آنجناب نے اسے مکمل فرمادیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکال کر تکمیل فرمادیں، اس کی ضرورت ہے۔

(مکتوب قلمی 16 فروری 1944)

سید المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

مولانا المبجل المعظم، ذوالفضل والکرم! اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقول ومنقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ علیہ الرحمۃ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں۔

(مکتوب قلمی ۔ ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء)

مناقب

السلام اے حضرتِ علامہ امجد علی

حضرت صدر الشریعہ کے وصال کے موقع پر کہی گئی پُر درد نظم

نتیجہ فکر:۔ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

آہ اے صدر الشریعہ صدرِ بزمِ اہلِ دیں　　آہ اے بدرِ طریقت مردِ میرانِ یقیں
آہ اے غمخوارِ ملت عالمِ شرعِ متیں　　آہ اے احمد رضا خلد آشیاں کے جانشیں

سر زمینِ ہند رحلت سے تیری مہجور ہے
اب جہانِ زندگی بے کیف ہے بے نور ہے

آہ اے مسند نشیں، مسندِ علم و عمل　　لے گئی آغوشِ رحمت میں تجھے تیری اجل
ڈھونڈ کر لائیں کہاں سے ہم کوئی تیرا بدل　　تیری رحلت سے نظامِ سنیت میں ہے خلل

جنت الفردوس میں تیرا بسیرا ہو گیا
یہ جہانِ رنگ و بو لیکن اندھیرا ہو گیا

آہ گلشن میں گلوں کی حکمرانی کیا ہوئی　　گلستاں میں بلبلوں کی نغمہ خوانی کیا ہوئی
آسماں والو! قمر کی ضوفشانی کیا ہوئی　　اے زمینِ ہند تیری شادمانی کیا ہوئی

ذرہ ذرہ کس لیے عالم کا شیونِ جوش ہے
ہائے کس عالم کی میت آج زیبِ دوش ہے

آہ رخصت ہو گیا وہ فخرِ دیں فخرِ وطن　　کون سینچے گا بھلا احمد رضا خاں کا چمن
مٹ گئی ہندوستان سے درسگاہِ علم و فن　　آہ سُونی ہو گئی اب فضلِ حق کی انجمن

خاک میں اب یادگارِ بزمِ خیر آباد ہے
آہ اے دستِ اجل فریاد ہے فریاد ہے

میکشو پیرِ مغاں کی ارغوانی اب کہاں　　مجلسِ تدریس کی نکتہ بیانی اب کہاں
اٹھ گیا اپنا مسیحا زندگانی اب کہاں　　آہ بزمِ معرفت کی وہ روانی اب کہاں

مٹ گئی بزم طرب، مئے ہے نہ اب مئے نوش ہیں
میکدہ سونا ہوا، جام و سبو خاموش ہیں

اپنے رنج و غم کا دکھڑا اب سنائیں گے کسے؟ بے کسی میں مونس و غمخوار پائیں گے کسے؟
جب پڑے گی کوئی مشکل ہم بلائیں گے کسے؟ آہ ہم گم گشتہ ہیں رہبر بنائیں گے کسے؟

آج دشمن ہر طرف بیٹھے ہوئے ہیں تاک میں
اور اپنا میر لشکر سو رہا ہے خاک میں

سرزمین ہند میں اب اس کا ثانی کون ہے؟ ہو مسلّم سب کو جس کی نکتہ دانی کون ہے؟
بھر دے جو اک لفظ میں لاکھوں معانی کون ہے؟ کر دے جو تقریر سے پتھر کو پانی کون ہے؟

صد محاسن صد فضائل کس کی تنہا ذات تھی؟
کون ہے وہ جس کی ہر ہر بات میں اک بات تھی؟

اے امیر کاروانِ اہلِ سنت الوداع اے علمبردارِ قوم و ملک و ملت الوداع
واقفِ دیں ہادیٔ راہِ شریعت الوداع عارفِ حق محرمِ رازِ طریقت الوداع

الوداع اے صاحبِ فضل و معانی الوداع
الوداع اے گلشنِ ملت کے مالی الوداع

السلام اے صدرِ ملت ہادیٔ حق پیشوا السلام اے ناخدائے کشتیٔ دینِ ہدیٰ
السلام اے نورِ چشم حضرتِ احمد رضا السلام اے فخرِ دیں پروردۂ غوث الوریٰ

السلام اے اعظمی کے دین و دنیا کے ولی
السلام اے حضرتِ علامہ امجد علی

بٹ رہی ہے تیرے در پر........

(نثار کریمی، گھوسی)

بٹ رہی ہے تیرے در پر حضرت صدرالشریعت دولتِ سمنان و سنجر حضرت صدر الشریعت
تو شہنشاہِ ولایت خاک تیرے آستاں کی آبروئے ماہ و اختر حضرت صدر الشریعت
زورِ باطل کے مقابل تم کو بخشی تھی خدا نے قوتِ بازوئے حیدر حضرت صدر الشریعت
کیا ملی ہے تم نے دنیا کی تجلیوں کے اندر لذتِ تسنیم و کوثر حضرت صدر الشریعت

مایۂ احمد رضا ہو سایۂ غوث الوریٰ ہو — نائب فخرِ پیمبر حضرت صدر الشریعت
کتنے سنگِ رہگذر کو کر گئی قدموں کی ٹھوکر — تاجِ سلطانی کا گوہر حضرت صدر الشریعت
حشر تک یونہی رہے گا گلستانِ اہل سنت — تیری خوشبو سے معطر حضرت صدر الشریعت
ہم درِ دولت پہ آ کر لوٹ جائیں یونہی کیونکر — ناز ہے تیری عطا پر حضرت صدر الشریعت

میں نثارِ خستہ جاں ہوں آستانے پر کھڑا ہوں
کاسۂ امید لے کر حضرت صدر الشریعت

جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

(نثار کریمی)

اٹھا تھا لے کے جو ہاتھوں میں پرچم اعلیٰ حضرت کا
وہ میرِ کارواں ہے کاروانِ اہل سنت کا
رہِ الفت میں پایا تو نے وہ رتبہ شہادت کا
حدِ ادراک سے آگے ہے زینہ جس کی رفعت کا

ذرا اعجاز دیکھو یہ شہید راہِ الفت کا
ملائک بہرِ استقبال در کھولے ہیں جنت کا
ہوا تیری توجہ سے مجاہد دین کا کوئی
کوئی سردارِ دوراں اور حافظ کوئی ملت کا

یہ ساری برکتیں ہیں خدمتِ دینِ پیمبر کی
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا
مصنف بھی، مقرر بھی، فقیہِ عصر حاضر بھی
وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم و حکمت کا

لیے بیٹھا تھا عشقِ مصطفیٰ کی آگ سینے میں
ولایت کا جبیں پر نقش دل میں نور وحدت کا
اجل نے رہ نمائی کی کہ فوراً مل گئی منزل
گوارا تھا نہ شاید جھیلنا غم وحشتِ فرقت کا

جو کرتا بڑھ کے پنجہ آزمائی کس میں ہمت تھی
صف باطل کو اندازہ تھا اس بازو کی قوت کا

شرف بخشیں قبولیت کا ان بے ربط لفظوں کو
نثار آیا ہے در پہ لے کے نذرانہ عقیدت کا

عطا کر دے خدا صدقہ ہمیں صدرِ شریعت کا

(عبدالرحمن اکمل)

بلندی پر ستارہ کیوں نہ ہو پھر اس کی قسمت کا
دیا امجد نے جس کو درس قانونِ شریعت کا

بسائے دل میں عشق مصطفیٰ طیبہ چلا راہی
مدینے کے سفر میں ہو گیا حقدار جنت کا

رسولِ پاک کے عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے
نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا

مرادیں مانگنے والو مرادوں سے بھرو دامن
سخی دربار ہے ان کا یہی در ہے سخاوت کا

درِ امجد سے منگتا کو برابر بھیک ملتی ہے
گدا پہنچے تونگر یا سوالی علم و حکمت کا

درِ امجد پہ اکمل ہے کھڑا دامن کو پھیلائے
عطا کر دے خدا صدقہ ہمیں صدرِ شریعت کا

ورق ورق کو گلِ لالہ کر دیا جس نے

(نازاںؔ فیضی گیاوی)

فروغ مہر کے تاروں نے جب سلام کیا
تو ان کے نام محبت کا خط تمام کیا

قدم کی خاک کے ذرے مہک مہک اٹھے
جنہوں نے آپ کے کوچے کا احترام کیا

انہیں پرندوں کو بے شک ملی رہائی بھی
کہ جن کو آپ کی الفت نے زیرِ دام کیا

ہوا ہوس سے کنارہ کشی ملی اس کو
دو لمحہ جس نے تیرے خیمے میں قیام کیا

زمانہ تم کو جو صدر الشریعہ کہتا ہے
تو اس وسیلے سے اس نے خود اپنا نام کیا

میں سوچتا ہوں کہ میرے قلم کی نزہت کو
یہ کس نے بزم میں تمثیلِ رقصِ جام کیا

مبارک ان کو جنہوں نے علوم و عرفاں کی
جہاں میں ان کی اشاعتِ کا اہتمام کیا

ورق ورق کو گلِ لالہ کر دیا جس نے
تو رنگ و روپ کو اس کے مہ تمام کیا

فضا بھی عشق میں کس درجہ ہو گئی گلفام
نفس نفس کو متاعِ عروجِ بام کیا

پکار اٹھے گلستاں کے عندلیب تمام
چہک کے تو نے اے بلبل بڑا یہ کام کیا

ہے یہ نصیب کی رفعت کا حوصلہ نازاںؔ
کہ جھک کے میں نے بھی چوکھٹ پہ کل سلام کیا

احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا ''میرا''

(محمد نوشاد عالم چشتی)

وابستہ تھا جو ان سے وہ شاداں ہے آج بھی
اس نسبت عظیم پہ قرباں ہے آج بھی

تفقہ میں وہ کمال کے ہیں معترف سبھی
ارباب علم و فن کے یہاں چرچا ہے آج بھی

دم سے تیرے ''بہارِ شریعت'' ہے چار سو
باطل تیرے فتاویٰ سے لرزاں ہے آج بھی

دامن سے جو بھی ان کے جدا ہو کے رہ گیا
وہ مصدرِ افکارِ پریشاں ہے آج بھی

احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا ''میرا''
''امجد'' یقیناً ''مجد'' میں یکا ہے آج بھی

ثابت کیا ہے ''صدر الشریعہ'' نے بالیقیں
''احمد رضا کا شمع فروزاں ہے آج بھی''

چشتی بصد خلوص لکھو احترام سے
اہل سنن پہ آپ کا احساں ہے آج بھی

دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں

(ڈاکٹر شکیل احمد شکیل اعظمی)

سکوں ملتا بھلا کیا دور رہ کر اس کو جینے میں
قفس کو طائر جاں توڑ کر پہنچا مدینے میں

تھی صہبائے محبت اس کے دل کے آبگینے میں
سرور و کیف حاصل تھا اسے ہر لمحہ جینے میں

سکونِ دردِ دل کے واسطے نامِ خدا لے کر
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

نہ کر پائی کوئی بادِ مخالف گل اسے آخر
جو روشن شمعِ عشقِ مصطفیٰ تھی اس کے سینے میں

وہ منزل آشنا تھا، کیا بھٹکتا رہ گزاروں میں
دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں

متاعِ عشقِ سرکارِ دو عالم ہو جسے حاصل
کشش اس کے لیے کیا ہو گی دنیا کے خزینے میں

وہ جوشِ عشق تھا اس کا کرم تھا سرورِ دین کا
بغیر اسبابِ ظاہر کے بھی وہ پہنچا مدینے میں

ہے گھوسی سرزمین ہند کا وہ محترم خطہ
نہ جانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں

ستارہ جگمگا اٹھتا شکیل اپنے مقدر کا
مجھے بھی کاش مل جاتی جگہ تھوڑی مدینے میں

آپ کا احسان اے صدر الشریعہ کم نہیں

(شمشاد احمد مصباحی)

فقہ میں پایہ ترا اس آسمان سے کم نہیں
ہے مرا یہ قول برحق مدح شبہ ذم نہیں

آپ کی تصنیف نے مستغنی ہم کو کر دیا
غیر کے آگے جبینِ اہلِ سنت خم نہیں

نام سے تیرے لرزتا ہے وہابی کا وجود
تجھ سے ٹکرائیں یہ باطل کی صفوں میں دم نہیں

بازوؤں میں قوتِ امجد اگر ملتی رہے
گردشِ ایام کا پھر مجھ کو کوئی غم نہیں

آپ کے زورِ بیاں سے نجدیت مٹتی رہی
آپ کی تحریر بھی تیر و سناں سے کم نہیں

ہر طرف علم و ہنر کا آپ سے دریا بہا
آپ کا احسان اے صدر الشریعہ کم نہیں

مل گیا شمشاؔد کو بھی عزمِ محکم کا جگر
قوتِ فکر و عمل میں اس کے زیرو بم نہیں

کتابیات

کتابیات

1۔القرآن الحکیم

2۔آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدرالشریعہ، مکتبہ رضویہ، کراچی 1417ھ/1997ء

3۔ابوداؤد محمد صادق، مولانا، نباضِ قوم، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، مکتبہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔1422ھ

4۔احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد مع شرح کشف ضلال دیوبند، نوری کتب خانہ لاہور

5۔احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور

6۔اختر حسین شاہ، سید، صاحبزادہ، سیرتِ امیر ملّت، امیرِ ملّت پبلی کیشنز لاہور، بار چہارم، 1999ء

7۔امجد علی اعظمی، مولانا، صدرالشریعہ، بہارِ شریعت، جلداول، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995ء

8۔امجد علی اعظمی مولانا، صدرالشریعہ، بہارِ شریعت جلد دوم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995ء

9۔امجد علی اعظمی، مولانا، صدرالشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلداوّل، مکتبہ رضویہ، کراچی، طبع دوم 1998ء

10۔امجد علی اعظمی، مولانا، صدرالشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم، مکتبہ رضویہ، کراچی، طبع دوم 1997ء

11۔بدرالدین احمد قادری رضوی، مولانا، سوانح امام احمد رضا، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر طبع ھفتم 1987ء

12۔بدرالقادری، مولانا، تذکرہ مصلح اہل سنت، انجمن انوارالقادریہ، کراچی، 1997ء

13۔جلال الدین احمد امجدی، مولانا، فقیہ ملّت، خطبات محرم، شبیر برادرز، لاہور، 1989ء

14۔حسن رضا خان، ڈاکٹر، فقیہ اسلام، اسلامک پبلی کیشنز سنٹر پٹنہ، انڈیا، 1981ء

15۔خلیل خان برکاتی، مفتی، حضرت صدرالشریعہ کا اندازِ تدریس (قلمی)

16۔خلیل خان برکاتی، مفتی، سنی بہشتی زیور، فرید بک سٹال، لاہور 2001ء

17۔ خلیل خان برکاتی، مفتی، موت کا سفر، پروگریسو بکس، لاہور، 2000ء

18۔ رحمت اللہ صدیقی، پیغام رضا مفتی اعظم نمبر، رضا دار المطالعہ، بہار انڈیا، 1997ء

19۔ صابر حسین شاہ بخاری سید، امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، رضا اکیڈمی، لاہور 1996ء

20۔ صابر حسین شاہ بخاری سید، خلفائے امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، مکتبۃ الاحباب، لاہور 1997ء

21۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، ملک العلما، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ کراچی

22۔ عبد الاول جونپوری، مولانا، فقہ اسلامی، فرید بک سٹال، لاہور 1421ھ/2000ء

23۔ عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ، بہشت کی کنجیاں، مکتبۃ المدینہ، کراچی

24۔ عبد المنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، رضا اکیڈمی، لاہور، 1422ھ/2001ء

25۔ عبد النعیم عزیزی، ڈاکٹر، یقین کے دو ماہ مبین، رضا اکیڈمی، بمبئی

26۔ علاء المصطفیٰ قادری، صدر الشریعہ، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، انڈیا

27۔ غلام سرور قادری، مفتی، الشاہ احمد رضا بریلوی، انجمن اسلامیہ حنفیہ، ہارون آباد

28۔ غلام علی اوکاڑوی، مولانا، مجموعہ رسائل اشرفیہ، کرماں والا پبلشرز، کراچی، 1996

29۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیاتِ صدر الافاضل، فرید بک سٹال، لاہور، 2000ء

30۔ غلام یحییٰ مصباحی، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا اور انکے معاصر علمائے اہل سنت کی علمی و ادبی خدمات، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، 1999ء

31۔ غلام یٰسین امجدی، مفتی، وقارِ شریعت، مکتبہ امجدیہ، کراچی، 1994

32۔ فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، انڈیا

33۔ مبارک حسین مصباحی، ماھنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، مبارک پور انڈیا، 1995ء

34۔ محمد امیر شاہ گیلانی، مولانا، تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، عظیم پبلشنگ ہاؤس، 1972ء

35۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، سعید برادران، کھاریاں، 1999ء

36۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، عالمی دعوتِ اسلامیہ لاہور، طبع

سوم،1997ء

37۔محمد جلال الدین قادری،مولانا، محدث اعظم پاکستان،مکتبہ قادریہ،لاہور1989ء

38۔محمد سردار احمد،مولانا مفتی، فتاویٰ محدثِ اعظم،مکتبہ قادریہ،فیصل آباد،2001ء

39۔محمد شہاب الدین رضوی،مولانا، تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، فرید بک سٹال ،لاہور، 2000ء

40۔محمد شہاب الدین رضوی،مولانا، مفتی اعظم اوران کے خلفاء، رضا اکیڈمی،بمبئی،1410ھ/ 1990ء

41۔محمد شہاب الدین رضوی،مولانا، مولانا نقی علی خان بریلوی، عالمی دعوتِ اسلامیہ،لاہور طبع دوم،1996ء

42۔محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا،کراچی،1992ء

43۔محمد عبدالحکیم شرف قادری،مولانا، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، رضادار الاشاعت، لاہور،1995ء

44۔محمد عبدالحکیم شرف قادری،مولانا، امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنس، لمحہ بہ لمحہ رپورٹ، رضا اکیڈمی،لاہور

45۔محمد عبدالحکیم شرف قادری،مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان،فرید بک سٹال،لاہور،طبع دوم2000ء

46۔محمد عبدالحکیم شرف قادری،مولانا، عظمتوں کے پاسباں، مکتبہ قادریہ،لاہور،2000ء

47۔محمد مسعود احمد،پروفیسر،ڈاکٹر، آئینہ رضویات،ادارہ تحقیقات امام احمد رضا،کراچی1418ھ/ 1997ء

48۔محمد مسعود احمد،پروفیسر،ڈاکٹر،حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا،کراچی طبع چہارم،1999ء

49۔محمد مسعود احمد،پروفیسر،ڈاکٹر خلفائے اعلیٰ حضرت،رضا اکیڈمی، لاہور،1998ء

50۔محمد مسعود احمد،پروفیسر،ڈاکٹر، گناہِ بے گناہی،ادارہ مسعودیہ کراچی،1418ھ/1998ء

51۔ محمد مصطفیٰ رضا، مفتی اعظم، الملفوظ، رضوی کتب خانہ، بریلی
52۔ محمد منشاء تابش قصوری، مولانا، تذکرہ حیات امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، رضا اکیڈمی لاہور، 2002ء
53۔ محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، رفاقتی کتب خانہ، 1391ھ
54۔ مشتاق احمد نظامی، علامہ، پاسبان الہ آباد، امام احمد رضا نمبر، رضا اکیڈمی لاہور، طبع دوم، 2001ء
55۔ نسیم بستوی، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، رضا اکیڈمی، لاہور
56۔ وجاہت رسول قادری، سید، معارف رضا، منظر اسلام نمبر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2001ء
57۔ وقار الدین، مفتی، وقار الفتاویٰ، بزم وقار الدین، کراچی، طبع سوم، 1999ء
58۔ یسٰین اختر مصباحی، مولانا، فقیہ اعظم ہند، مکتبہ، المدینہ، کراچی، طبع دوم 1421ھ/ 2000ء

رسائل وجرائد

59۔ اشرفیہ مبارک پور، اکتوبر نومبر 1995ء، اپریل 2001ء
60۔ جہان رضا، لاہور ستمبر اکتوبر 1997ء، اگست 2002ء
61۔ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، جنوری 1995ء، اکتوبر 2000ء، مارچ 2001ء
62۔ کنز الایمان دھلی، جون 2000ء، اگست 2000ء، دسمبر 2000ء، اکتوبر 2001ء
63۔ معارف رضا، کراچی، سالنامہ 1988ء، سالنامہ 1995ء، ماہنامہ مئی 2002ء

مقاصد السالکین

An Enemy Inside You

Aala Hazrat
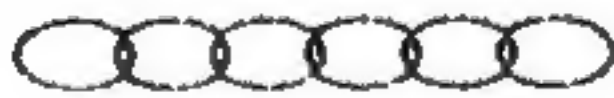
جنتی زیور

Voice *092-042-7247301* E-mail: ajmalattari20@hotmail.com